

آداب اسلامی



www.sirat-e-mustaqeem.net

ناشر

تنظیم المکاتیب

آداب اسلامی

(۲)

مترجم

مولانا سید کمیل اصغر زیدی صاحب

ناشر

تنظیم المکاتب

گولڑی، لکھنؤ-۱۸ (ہندوستان)

فون 0522-2615115 فیکس: 0522-2628923

فہرست

عنوان عرض تنظیم ۱۹

مقدمہ ۲۱

پہلا سبق

علم اور عالم کی فضیلت (۱) ۲۷

الف۔ علم اور عالم کی اہمیت قرآن کی نگاہ میں ۲۷

ب۔ احادیث پیغمبر اکرم ﷺ میں علم اور عالم کا مرتبہ ۲۹

ج۔ احادیث پیغمبر اکرم ﷺ میں طالب علم اور علم حاصل کرنے کی اہمیت ۳۲

خلاصہ ۳۵

سوالات ۳۵

دوسرا سبق

علم اور عالم کی فضیلت (۲) ۳۷

د۔ احادیث اہلبیتؑ میں علم اور عالم کی فضیلت ۳۷

ه۔ جاہل پر عالم کی فضیلت اور برتری ۴۱

و۔ صحیح تعلیم کا انتخاب ۴۳

نام کتاب :	آداب اسلامی (۲)
تالیف :	نصاب تعلیم کمیٹی
مترجم :	سید کمیل اصغر زیدی
کمپوزنگ :	ابوزینب
سنہ طباعت :	مارچ ۲۰۰۶ء
تعداد :	ایک ہزار
ناشر :	تنظیم المکاتب، گولہ گنج، لکھنؤ (ہندوستان)
قیمت :	Rs. 90/-

- خلاصہ..... ۴۶
- سوالات..... ۴۶

تیسرا سبق

- استاد اور شاگرد کے مشترکہ فرائض اور آداب (۱)..... ۴۷
- ۱۔ خلوص نیت..... ۴۷
- خلوص نیت کیسے حاصل ہو؟..... ۵۰
- خلاصہ..... ۵۵
- سوالات..... ۵۵

چوتھا سبق

- استاد اور شاگرد کے مشترکہ فرائض اور آداب (۲)..... ۵۷
- ۲۔ علم اور عمل..... ۵۷
- خلاصہ..... ۶۶
- سوالات..... ۶۶

پانچواں سبق

- استاد اور شاگرد کے مشترکہ فرائض (۳)..... ۶۷
- ۳۔ غرور سے پرہیز..... ۶۷
- ۴۔ توکل..... ۶۸
- ۵۔ تقویٰ اور اصلاح نفس..... ۷۰
- ۶۔ نیک اخلاق..... ۷۱

- ۷۔ عزت نفس..... ۷۲
- ۸۔ دینی اقدار کی حفاظت..... ۷۳
- خلاصہ..... ۷۵
- سوالات..... ۷۵

چھٹا سبق

- استاد کے فرائض (۱)..... ۷۷
- ۱۔ اپنے بارے میں استاد کے فرائض..... ۷۷
- خلاصہ..... ۸۴
- سوالات..... ۸۴

ساتواں سبق

- استاد کے فرائض (۲)..... ۸۵
- ۲۔ شاگردوں سے متعلق استاد کے فرائض..... ۸۵
- خلاصہ..... ۹۱
- سوالات..... ۹۱

آٹھواں سبق

- استاد کے فرائض (۳)..... ۹۲
- ۳۔ کلاس میں استاد کے فرائض..... ۹۲
- خلاصہ..... ۹۹

سوالات..... ۹۹

نواں سبق

۱۰۱..... طلباء کے فرائض اور ذمہ داریاں (۱)

۱۰۱..... ۱۔ اپنے بارے میں طالب علم کے فرائض اور ذمہ داریاں

۱۰۴..... ۲۔ استاد سے متعلق طلباء کے فرائض

۱۰۸..... خلاصہ

سوالات..... ۱۰۸

دسواں سبق

۱۰۹..... طلباء کے فرائض اور ذمہ داریاں (۲)

۱۰۹..... ۳۔ کلاس میں طلباء کے فرائض اور ذمہ داریاں

۱۱۲..... دارالاقامہ (ہوٹل) میں رہنے کے آداب

۱۱۵..... خلاصہ

سوالات..... ۱۱۵

گیارہواں سبق

۱۱۷..... شادی

۱۱۷..... شادی کی اہمیت (قدر و قیمت)

۱۲۰..... شادی کے فوائد

۱۲۵..... خلاصہ

سوالات..... ۱۲۵

بارہواں سبق

۱۲۷..... شوہر اور زوجہ کے حقوق

۱۲۷..... بیوی کے اوپر شوہر کے حقوق

۱۳۱..... شوہر کی گردن پر زوجہ کے حقوق

۱۳۵..... خلاصہ

سوالات..... ۱۳۵

تیرہواں سبق

۱۳۷..... محنت و مشقت کی قدر و قیمت

۱۳۷..... دو قسم کی روایتیں

۱۴۶..... خلاصہ

سوالات..... ۱۴۶

چودہواں سبق

۱۴۷..... کسب معاش اور تجارت کے آداب

۱۴۷..... ۱۔ مسائل تجارت سے واقفیت

۱۴۸..... ۲۔ ذخیرہ اندوزی سے پرہیز

۱۵۰..... ۳۔ دعا

۱۵۱..... ۴۔ قسم سے پرہیز

- ۵۔ برائیوں کا تذکرہ..... ۱۵۲
- ۶۔ انصاف..... ۱۵۳
- ۷۔ غرباء کے ساتھ نرم رویہ..... ۱۵۴
- ۸۔ ملاوٹ سے پرہیز..... ۱۵۵
- خلاصہ..... ۱۵۶
- سوالات..... ۱۵۶

پندرہواں سبق

- نظافت و آرائش (۱)..... ۱۵۷
- ۱۔ بدن کی صفائی..... ۱۵۹
- ۲۔ حمام کے آداب..... ۱۶۰
- ۳۔ لباس کی صفائی..... ۱۶۲
- خلاصہ..... ۱۶۶
- سوالات..... ۱۶۶

سولہواں سبق

- نظافت و آرائش (۲)..... ۱۶۷
- ۴۔ مسواک..... ۱۶۷
- مسواک کے فائدے..... ۱۶۹
- مسواک کا طریقہ..... ۱۷۰

- ۵۔ بال کٹوانا..... ۱۷۱
- ۶۔ ناخن کاٹنا..... ۱۷۲
- خلاصہ..... ۱۷۶
- سوالات..... ۱۷۶

سترہواں سبق

- نظافت و آرائش (۳)..... ۱۷۷
- ۷۔ عطریات اور خوشبو کا استعمال..... ۱۷۷
- ۸۔ گھر اور اس کے اطراف کی صفائی..... ۱۸۰
- ماحولیاتی صفائی..... ۱۸۳
- خلاصہ..... ۱۸۶
- سوالات..... ۱۸۶

اٹھارہواں سبق

- بیت الخلاء کے آداب..... ۱۸۷
- ۱۔ لوگوں کی نگاہوں سے دور..... ۱۸۷
- ۲۔ شرمگاہ چھپانا..... ۱۸۸
- ۳۔ قبلہ کی سمت سے بچنا..... ۱۹۰
- ۴۔ خاموش رہنا..... ۱۹۱
- ۵۔ بقیہ آداب..... ۱۹۲
- خلاصہ..... ۱۹۳

سوالات..... ۱۹۳

انیسواں سبق

کھانے کے آداب (۱)..... ۱۹۵

۱۔ حلال اور پاک غذا..... ۱۹۵

۲۔ ہاتھ دھونا..... ۱۹۶

۳۔ دسترخوان پر بیٹھنے کا طریقہ..... ۱۹۸

۴۔ کھانے سے پہلے بسم اللہ کہنا..... ۱۹۹

۵۔ نیت..... ۲۰۰

۶۔ کھانا شروع کرنے کا طریقہ..... ۲۰۱

خلاصہ..... ۲۰۲

سوالات..... ۲۰۲

بیسواں سبق

کھانے پینے کے آداب (۲)..... ۲۰۳

۷۔ کھانے کا طریقہ..... ۲۰۳

۸۔ پر خوری سے پرہیز..... ۲۰۶

۹۔ ایک ساتھ کھانا کھانا..... ۲۰۹

۱۰۔ ایک ساتھ کھانا کھانے کے آداب..... ۲۰۹

خلاصہ..... ۲۱۲

سوالات..... ۲۱۲

اکیسواں سبق

عبادت..... ۲۱۳

۱۔ عبادت۔۔ مقصد خلقت و بعثت..... ۲۱۳

۲۔ عبادت کی فضیلت..... ۲۱۵

۳۔ عبادت و بندگی کی حقیقت..... ۲۱۶

۴۔ بامعرفت عبادت..... ۲۱۷

۵۔ عبادت کے اسباب..... ۲۱۸

۶۔ عبادت کی قسمیں..... ۲۱۹

خلاصہ..... ۲۲۲

سوالات..... ۲۲۲

بائیسواں سبق

نماز کی فضیلت..... ۲۲۳

۱۔ نماز کی اہمیت قرآن مجید کی روشنی میں..... ۲۲۳

۲۔ احادیث پیغمبرؐ میں نماز کی اہمیت..... ۲۲۵

۳۔ احادیث ائمہ طاہرینؑ میں نماز کی عظمت..... ۲۲۸

خلاصہ..... ۲۳۱

سوالات..... ۲۳۱

تیسواں سبق

- آداب نماز..... ۲۳۳
- ۱۔ اجزاء و شرائط کا خیال..... ۲۳۳
- ۲۔ بارگاہ الہی میں حضور..... ۲۳۳
- ۳۔ نشاط و ولولہ..... ۲۳۵
- ۴۔ خضوع و خشوع..... ۲۳۶
- ۵۔ حضور قلب..... ۲۳۷
- ۶۔ نماز کا احترام..... ۲۳۸
- ۷۔ اول وقت کا خیال..... ۲۳۹
- ۸۔ زینت و آرائش..... ۲۴۰
- ۹۔ نماز جماعت..... ۲۴۱
- خلاصہ..... ۲۴۲
- سوالات..... ۲۴۲

چوبیسواں سبق

- روزہ کی اہمیت..... ۲۴۳
- ۱۔ روزہ میرے لئے ہے..... ۲۴۳
- ۲۔ روزہ سپر ہے..... ۲۴۵
- ۳۔ روزہ کے اسباب..... ۲۴۶

- ۴۔ روزہ کے معنوی اثرات..... ۲۴۸
- ۵۔ روزہ کی حد..... ۲۴۹
- خلاصہ..... ۲۵۰
- سوالات..... ۲۵۰

پچیسواں سبق

- قرآن مجید کی فضیلت..... ۲۵۱
- ۱۔ قرآن مجید کی فضیلت..... ۲۵۱
- ۲۔ تلاوت قرآن کی فضیلت..... ۲۵۲
- ۳۔ قرآن مجید کی تعلیم کی فضیلت..... ۲۵۲
- ۴۔ حفظ اور فہم قرآن کی فضیلت..... ۲۵۶
- ۵۔ قرآن مجید کی تلاوت سننا..... ۲۵۸
- خلاصہ..... ۲۵۹
- سوالات..... ۲۵۹

چھیسواں سبق

- تلاوت کے آداب..... ۲۶۱
- ۱۔ ظاہری آداب..... ۲۶۱
- ۲۔ قرأت قرآن کی جگہ..... ۲۶۲
- ۳۔ تلاوت کی مقدار..... ۲۶۳

- ۲۶۴..... ۵۴۔ استعاذہ اور تسمیہ (اعوذ باللہ اور بسم اللہ کہنا).....
- ۲۶۵..... ۶۔ ترتیل.....
- ۲۶۵..... ۷۔ دلنشین آواز.....
- ۲۶۶..... ۸۔ حزن اور خشوع.....
- ۲۶۶..... ۹۔ تدبر.....
- ۲۶۷..... ۱۰۔ قرآن مجید میں دیکھ کر تلاوت کرنا.....
- ۲۶۹..... خلاصہ.....
- ۲۶۹..... سوالات.....

ستائیسواں سبق

- ۲۷۱..... دعا و زیارت کی اہمیت.....
- ۲۷۱..... ۱۔ دعا کی منزلت.....
- ۲۷۲..... ۲۔ دعا کی قدر و منزلت اور اس کے آثار.....
- ۲۷۵..... ۳۔ زیارت اولیاء.....
- ۲۷۸..... خلاصہ.....
- ۲۷۸..... سوالات.....

اٹھائیسواں سبق

- ۲۷۹..... دعا و زیارت کے کچھ آداب اور شرائط.....

- ۲۷۹..... الف۔ آداب دعا.....
- ۲۷۹..... ۱۔ معرفت پروردگار.....
- ۲۸۰..... ۲۔ امید و رجاء.....
- ۲۸۰..... ۳۔ غیر اللہ سے قطع امید.....
- ۲۸۱..... ۴۔ حضور قلب.....
- ۲۸۱..... ۵۔ تضرع اور رقت قلب.....
- ۲۸۱..... ۶۔ بسم اللہ سے ابتداء کرنا.....
- ۲۸۲..... ۷۔ حمد و ثنائے الہی.....
- ۲۸۲..... ۸۔ نبی و آل نبی پر درود و سلام.....
- ۲۸۲..... ۹۔ نبی و آل نبی سے توسل.....
- ۲۸۳..... ۱۰۔ اعتراف گناہ.....
- ۲۸۳..... ۱۱۔ پاک اور حلال غذا.....
- ۲۸۳..... ۱۲۔ دعا پر اصرار.....
- ۲۸۴..... ۱۳۔ اجتماعی شکل میں دعا.....
- ۲۸۴..... ۱۴۔ دعا کے ساتھ عمل بھی.....
- ۲۸۵..... ۱۵۔ بارگاہ الہی میں حاجات پیش کرنا.....
- ۲۸۵..... ب۔ آداب زیارت.....

- ۱۔ غسل اور صفائی..... ۲۸۵
- ۲۔ رو بقبلہ ہونا..... ۲۸۵
- ۳۔ باادب رہنا..... ۲۸۵
- ۴۔ ماثور زیارت پڑھنا..... ۲۸۵
- ۵۔ نماز زیارت..... ۲۸۶
- ۶۔ تلاوت قرآن..... ۲۸۶
- خلاصہ..... ۲۸۷
- سوالات..... ۲۸۷

اثنیواں سبق

- سفر کے مقاصد اور فوائد..... ۲۸۹
- سفر کے جائز مقاصد..... ۲۹۰
- ۱۔ حصول علم و معرفت..... ۲۹۰
- ۲۔ دین کی حفاظت..... ۲۹۲
- ۳۔ حج و زیارت..... ۲۹۲
- ۴۔ لقمہ حلال کی تلاش..... ۲۹۳
- سفر کے فوائد..... ۲۹۳
- خلاصہ..... ۲۹۵

سوالات..... ۲۹۵

تیسواں سبق

- سفر کے آداب..... ۲۹۶
- ۱۔ رفیق سفر کا انتخاب..... ۲۹۶
- ۲۔ حقوق کی ادائیگی..... ۲۹۷
- ۳۔ لوازمات سفر..... ۲۹۸
- ۴۔ دعا و ذکر خدا..... ۲۹۹
- ۵۔ صدقہ..... ۳۰۰
- ۶۔ مروت..... ۳۰۰
- ۷۔ تحفہ و تحائف..... ۳۰۲
- خلاصہ..... ۳۰۲
- سوالات..... ۳۰۲

عرض تنظیم

تحریک دینداری کے پہلے مرحلہ میں بانی تنظیم الکاتب خطیب اعظم مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ نے اگرچہ اپنی توجہ ”قیام مکاتب“ پر مرکوز رکھی تھی مگر آپ کا نصب العین اس قوم کی ہر فرد کو دیندار بنانا تھا۔ دینی تعلیم کے بغیر دینداری کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اسی لیے آپ نے روز اول مکاتب کے ساتھ تعلیم بالغان اور مراسلاتی کورس کو بھی تنظیم الکاتب کے بنیادی اہداف میں شامل فرمایا اور آپ کی زندگی میں یہ شعبہ کم و بیش فعال بھی ہو گئے تھے مگر خاطر خواہ کامیابی نہ مل سکی جس کا اہم سبب مناسب نصاب کا فقدان تھا۔

مکاتب کے ساتھ اسکول، جو نیر ہائی اسکول اور ہائی اسکولوں میں دینی تعلیم کے فروغ کے ساتھ ہی قرآنیات، عقائد، احکام، تاریخ و سیرت اور اخلاق و حدیث پر مشتمل متوسط سطح کے ایسے نصاب کی ضرورت کا مزید احساس ہوا جس سے نوجوانوں میں دینی شعور پیدا ہو سکے۔ تربیت مدرسین کے علاوہ ادھر کچھ عرصہ سے نوجوانوں کے لیے دینی تعلیمی تربیتی کمپ، مدرسہ خدیجہ الکبریٰ جیسے سلسلے شروع کیے گئے جن کے لیے بھی کتب کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔

نصاب کی تیاری ایک مشکل کام ہے اس کے لیے مختلف نمونوں، کتب اور مواد کے علاوہ صاحبان علم ہی نہیں بلکہ ماہرین فن کی ایسی تجربہ کار جماعت درکار ہوتی ہے جو یکسوئی کے ساتھ یہ کام انجام دے سکے اس راہ میں جن دشوار گزار اور صبر آزمایہ مراحل سے گزرنا ہوتا ہے اس کا ادراک وہی لوگ کر سکتے ہیں جو ایسے مشاغل سے سروکار رکھتے ہیں۔

موجودہ صورتحال میں مناسب محسوس ہوا کہ از سر نو نصاب ترتیب دینے اور تجربہ کرنے کے بجائے مختلف ممالک اور زبانوں میں نوجوانوں کی تربیت کے لیے رائج نصاب سے استفادہ کیا جائے۔

چنانچہ طلاب کی سطح کے اعتبار سے تلاش شروع کی گئی مگر کسی ایک مرکز سے کوئی ایک ایسا جامع نصاب نمل سکا جو ہمارے ملک کی نسل نو کے دینی ضروریات کو پورا کر سکے لہذا مختلف تعلیمی مراکز میں رائج نصاب سے انتخاب کیا گیا جس کے باعث اسلوب نگارش، انداز بیان اور سطح فکر میں اختلاف ناگزیر ہے۔

کتب کا اردو میں ترجمہ بھی ایک مرحلہ تھا۔ اس مرحلہ میں حوزہ علمیہ قم میں زیر تعلیم اہل علم اور خوش استعداد صاحبان قلم خصوصاً جامعہ امامیہ تنظیم الکاتب کے افاضل سے مدد لی گئی۔ اس طرح الحمد للہ اب قرآنیات، عقائد، احکام، تاریخ و سیرت اور اخلاق و حدیث پر مشتمل نصاب مرتب ہو کر اشاعت کی منزل میں ہے۔ فی الحال ان موضوعات سے روشناس کرنا مقصود ہے۔ آئندہ تجربہ کی روشنی میں کتب یا ان کے مشمولات میں تبدیلی کا امکان ہے جس کے لیے ہم اہل نظر اور ارباب بصیرت کی مثبت آراء اور تنقید کے منتظر ہیں۔

زیر نظر کتاب ”آداب اسلامی“ جلد (۲) بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اس کتاب کی اشاعت میں جن حضرات نے تعاون فرمایا ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ مترجم کتاب جناب مولانا سید کمال اصغر زیدی صاحب فاضل جامعہ امامیہ اور سازمان مدارس و حوزات علمیہ ہمارے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جن کی کاوشوں اور عنایتوں سے زیر نظر کتاب کی اشاعت کا شرف ہمیں حاصل ہو رہا ہے۔

والسلام

سید صفی حیدر

سکریٹری

۲۶ ربی الحجۃ الحرام ۱۴۲۶ھ

مقدمہ

اسلامی ادب میں ”تعلیم“ اور ”تربیت“ عموماً ایک ساتھ استعمال ہوتے ہیں لیکن علماء و اساتذہ کرام تعلیم سے زیادہ تربیت کی اہمیت کے قائل ہیں۔

قرآن کریم اور پیغمبر اکرم ﷺ و اہل بیت علیہم السلام کی روایات میں تربیت اور تزکیہ نفس کے مسئلہ پر بہت زور دیا گیا ہے، اس سلسلہ میں یہاں تک وارد ہوا ہے کہ ”تربیت“ کے بغیر ”علم“ ”سراج منیر“ کے بجائے ”حجاب“ بن جاتا ہے اور ترقی و تکامل کی راہ میں مانع قرار پاتا ہے۔ اسی لئے ”اسلامی آداب“ اور ”تربیت و تزکیہ نفس“ کو نظام تعلیم میں بنیادی رکن کی حیثیت حاصل ہے اور انہیں نظر انداز کر دینے کی وجہ سے معاشرہ میں بھیانک نتائج سامنے آتے ہیں۔

لفظ ”آداب“ اور ”اخلاق“ جب ایک ساتھ استعمال ہوتے ہیں تو عموماً ان سے ایک ہی معنی مراد لئے جاتے ہیں البتہ کبھی کبھی ان کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے کہ ایک کے معنی دوسرے لفظ سے مختلف ہو جاتے ہیں۔

استعمال کے لحاظ سے یوں تو آداب اسلامی ”کسی راستہ پر پوچھتے ہوئے چلتے چلے جانا“ ”اخلاق حسنہ“ اور اعلیٰ صفات و اقدار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن ان موارد کا تجزیہ کرنے کے بعد ہم ”ثقافت“ اور ”تہذیب و تمدن“ جیسے وسیع مفہوم تک پہنچ جاتے ہیں کیونکہ ثقافت کا مفہوم دینی احکام

وتعلیمات سے وسیع ہے۔ تہذیب وثقافت میں معاشرہ کے وہ آداب و رسوم اور عادات و اطوار بھی شامل ہوتے ہیں جو کسی تہذیب اور کلچر کی شناخت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

اسلام نے اپنے آفاقی پیغام کے تحت اقوام عالم کو جن آداب کی تعلیم دی ہے وہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں کسی بھی معاشرہ میں پائے جانے والے آداب و رسوم کو دین اسلام صرف اسی صورت میں کالعدم قرار دیتا ہے جب وہ روح اسلام سے متصادم ہوں یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے اعلان بعثت کے بعد اس دور میں رائج بہت سے رسم و رواج کو باقی رکھا اور اسی کے ساتھ آنحضرتؐ نے یہ اعلان بھی فرمایا: ”میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں“

معاشرہ کے لئے تہذیب وثقافت یا کلچر کی وہی حیثیت ہے جو بدن کے اندر خون کی ہوتی ہے جس طرح خون، دماغ کی رگوں سے لے کر پیر کی انگلیوں کے سروں تک جسم کے تمام حصوں میں دوڑتا رہتا ہے اسی طرح تہذیب و کلچر کا اثر زمانہ کے ایک عالم جلیل اور مفکر سے لے کر کارخانوں کے مزدور تک معاشرہ کے تمام افراد کی رگ و پے میں سرایت کئے ہوتا ہے۔

جب اسلام کا سورج طلوع ہوا اور جزیرہ نمائے عرب اس کے نور سے جگمگا اٹھا تو دنیا میں ایک جدید معاشرہ وجود میں آیا۔ آپسی ہمدردی اور انس و محبت کا جذبہ اس معاشرہ کی امتیازی خصوصیت تھی جس کی ترجمانی قرآن مجید نے ان الفاظ میں کی ہے: ﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سَجِدًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ فِي السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ

لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَالِلُهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ (۱)

”محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے لئے سخت ترین اور آپس میں انتہائی رحم دل ہیں تم انہیں دیکھو گے کہ بارگاہِ احادیث میں سرخم کئے ہوئے، سجدہ ریز ہیں اور اپنے پروردگار سے فضل و کرم اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں، کثرتِ سجدوں کی بنا پر ان کے چہروں پر سجدہ کے نشانات پائے جاتے ہیں، یہی ان کی مثال توریت میں ہے اور یہی ان کی صفت انجیل میں ہے جیسے کوئی کھیتی ہو جو پہلے سوئی نکالے پھر اسے مضبوط بنائے پھر وہ موٹی ہو جائے اور پھر اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائے کہ شکاروں کو خوش کرنے لگے تاکہ ان کے ذریعہ کفار کو جلایا جائے اور اللہ نے صاحبانِ ایمان و عمل صالح سے مغفرت اور عظیم اجر کا وعدہ کیا ہے“

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَافِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا لَفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (۲)

”اور ان کے دلوں میں محبت پیدا کر دی ہے کہ اگر آپ ساری دنیا خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دلوں میں باہمی الفت نہیں پیدا کر سکتے تھے لیکن خدا نے یہ الفت و محبت پیدا کر دی ہے کہ وہ ہر شے پر غالب اور صاحبِ حکمت ہے“

جس وقت لوگ پیغمبر اکرمؐ کی رسالت کا کلمہ پڑھ کر گروہ درگروہ اسلام کے حلقہ بگوش ہو رہے تھے یہی وہ وقت تھا جب ایک جانب آنحضرتؐ نئی ”اسلامی ثقافت“ کی بنیاد رکھ رہے تھے اور

(۱) سورہ فتح آیت ۲۹

(۲) سورہ انفال آیت ۶۳

دوسری جانب آپ ان آداب و رسوم کے خلاف جہاد کر رہے تھے جو انسانی فطرت سے مطابقت نہیں رکھتے تھے چنانچہ پیغمبر اکرمؐ نے نماز جمعہ و جماعت، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کا حکم دیا، افراد معاشرہ کے درمیان اخوت و محبت، والدین کے ساتھ حسن سلوک، دوسروں کے ساتھ خوشگوار تعلقات اور انصاف کی ترویج کے لئے سعی بلیغ فرمائی۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ایک صحیح معاشرہ کی تشکیل کے لئے شرح صدر، مزاج، یتیموں کی کفالت، مریضوں کی عیادت اور دوسروں کی خوشی اور غم میں شرکت، مہمانوں کی ضیافت اور امانتداری جیسی باتوں کو نہ صرف قدر کی نگاہ سے دیکھا بلکہ ان کے اصول بھی معین فرمادیئے اس کے ساتھ ساتھ پیغمبر اکرمؐ اور اہل بیت اطہارؑ کی سیرت طیبہ کے ذریعہ دین اسلام نے انسانی عظمت کے منافی اعمال مثلاً غیبت، چغل خوری، بہتان و الزام تراشی، حسد، استہزاء اور جھوٹ جیسے منفی اور معاشرہ کے لئے نقصان دہ رسم و رواج اور آداب و اطوار کا خاتمہ بھی کیا۔

اسلام نے ان آداب کو فضا میں معلق قوانین کی شکل میں پیش نہیں کیا ہے بلکہ اپنے نظام اور وسائل تربیت کے ذریعہ ان کی جڑیں معاشرہ اور انسانی وجود میں بہت گہرائی تک پیوست کردی ہیں۔

اسلام نے اپنے نظام میں دنیوی و اخروی ثواب و عقاب کا تصور پیش کیا۔ اسلامی نقطہ نظر سے انسانی حیات کا سلسلہ موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے دنیا فقط گزرگاہ اور آخرت کے لئے کاشت کا مقام ہے اس دنیا میں انسان جو بوئے گائل اسی کو کالے گا اس کے ساتھ ساتھ شرعی قوانین کے ذریعہ بھی اسلام اجتماعی زندگی کو صحیح جہت عطا کرتا ہے۔

اسلامی ثقافت کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس ثقافت میں انفرادی عمل، اجتماعی امور کی ضمانت بھی ہوتا ہے مثلاً جب کوئی مسلمان رضائے الہی، ثواب، جنت کے حصول اور اپنی حسن عاقبت کے

لئے کسی یتیم کی کفالت کرتا ہے تو اس کا یہ عمل محض ذاتی اور انفرادی فائدہ کے لئے نہیں ہوتا بلکہ اس سے بچہ کو محفوظ اور آبرو مند اندہ زندگی میسر ہو جاتی ہے اور اس طرح بے سرپرست بچہ کے بجائے ایک صالح بچہ معاشرہ کا جزء بنتا ہے اور اس کے خدمات قوم و ملت کے کام آتے ہیں۔ اس طرح اسلامی آداب اور تہذیب و ثقافت میں اخلاقیات کے انفرادی و اجتماعی معاملات کسی ٹکراؤ کے بغیر آگے بڑھتے رہتے ہیں جس سے معاشرہ پر امن و آسائش اور سعادت و خوش بختی کا دور دورہ، سایہ فگن رہتا ہے

آپ کے مبارک ہاتھوں میں اس وقت جو کتاب ہے ”سازمان مدارس و حوزات علمیہ“ کے نصاب تعلیم کا حصہ ہے جسے اس ادارہ کی نصاب تعلیم کمیٹی نے حوزات علمیہ کے ابتدائی درجات کے لئے تدوین کیا ہے۔

آخر میں ہم ان تمام حضرات کے شکر گزار ہیں جنہوں نے اس کی تالیف و ترتیب میں ہمارا تعاون کیا ہے خاص طور سے مولانا سید کمال اصغر زیدی کے مشکور ہیں جنہوں نے اس کے اردو ترجمہ کی ذمہ داری ادا کی ہے۔

خدائے کریم سے دعا ہے کہ ان تمام حضرات کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔

شعبہ تدوین نصاب

۲۰۰۳

پہلا سبق

علم اور عالم کی فضیلت (۱)

مذہب اسلام میں زندگی کے دیگر معاملات کی طرح تعلیم حاصل کرنے اور دوسروں کو تعلیم دینے کے بارے میں مخصوص آداب اور قوانین موجود ہیں جن میں سے بعض کی رعایت استاد یا مدرس کے لئے ضروری ہے جب کہ کچھ باتیں ایسی ہیں جن کا خیال رکھنا طالب علم اور بچوں کے اوپر لازم ہے اس سلسلہ میں اسلام نے جو آداب بیان کئے ہیں آئندہ دروس میں آپ ان سے واقف ہوں گے لیکن پہلے علم اور عالم کی اہمیت اور ان کے مقام و مرتبہ کو جاننا ضروری ہے۔

الف۔ علم اور عالم کی اہمیت قرآن مجید کی نگاہ میں

۱۔ پیغمبر اکرمؐ پر جو آیات کریمہ سب سے پہلے نازل ہوئی تھیں ان میں انسان کی خلقت کے بعد سب سے پہلے جس نعمت کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ نعمت علم ہی ہے جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ ﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾ ﴿اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾ ﴿الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ ﴿عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ ﴿۱﴾ اس خدا کا نام لیکر پڑھو جس نے پیدا کیا ہے اس نے انسان کو جسے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے۔ پڑھو اور تمہارا پروردگار بہت کریم ہے جس نے

قلم کے ذریعہ تعلیم دی ہے اور انسان کو وہ سب کچھ بتا دیا ہے جو وہ نہیں جانتا تھا۔“

۲۔ جاہلوں پر اہل علم کی فضیلت ﴿...يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾ (۱) ”کہ خدا صاحبان ایمان اور جن کو علم دیا گیا ہے ان کے درجات کو بلند کرنا چاہتا ہے۔“

۳۔ بے شمار خیر ان کو نصیب ہوگا جنہیں حکمت کا سرچشمہ مل گیا ہے ﴿وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ (۲) ”اور جسے حکمت عطا کر دی جائے اسے گویا خیر کثیر عطا کر دیا گیا“ اور حکمت تک پہنچنے کا ایک راستہ علم ہے۔

۴۔ قرآن مجید کے مطابق اہل علم میں پانچ خصوصیات پائے جاتے ہیں:

۱۔ ایمان ﴿وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ...﴾ (۳) ”اور جو علم میں رسوخ رکھنے والے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہم اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔“

۲۔ توحید ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ﴾ (۴) ”اور اللہ خود گواہ ہے کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور ملائکہ و صاحبان علم گواہ ہیں کہ وہ عدل کے ساتھ قائم ہے۔“

۳۔ خوف خدا سے غمگین رہنا ﴿إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا﴾ (۵) ”اور جو علم سے پہلے ان کو عطا کیا گیا تھا ان کے علم کے ساتھ وہ سجدہ کرتے ہیں۔“

(۱) سورۃ مجادلہ: آیت ۱۱

(۲) سورۃ بقرہ: آیت ۲۶۹

(۳) سورۃ آل عمران: آیت ۷

(۴) سورۃ آل عمران: آیت ۱۸

(۵) سورۃ اسراء: آیت ۱۰۹/۱۰۷

”جن کو اس سے پہلے علم دے دیا گیا ہے ان پر تلاوت ہوتی ہے تو منہ کے بھل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور روتے ہیں اور وہ قرآن ان کے خشوع میں اضافہ کر دیتا ہے۔“

۴۔ خشوع جیسا کہ مذکورہ آیت میں ذکر ہے۔

۵۔ خشیت ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ...﴾ (۱) ”لیکن اللہ سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں صرف صاحبان معرفت ہیں۔“

ب۔ احادیث پیغمبر اکرمؐ میں علم اور عالم کا مرتبہ

☆ ”مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ“ خداوند عالم جس کے لئے بھلائی چاہتا

ہے اس کو دین کا ادراک عطا کر دیتا ہے۔ (۲)

☆ ”عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ“ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء

کی طرح ہیں۔ (۲)

☆ ”الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ“ اہل علم انبیاء کے وارث ہیں۔ (۲)

☆ ”يَسْتَغْفِرُ لِلْعَالِمِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ“ ”زمین و آسمان کی ہر مخلوق

عالم کے لئے استغفار کرتی ہے۔“ (۵)

☆ ”أَقْرَبُ النَّاسِ مِنْ دَرَجَةِ النَّبِيِّ أَهْلُ الْعِلْمِ وَالْجِهَادِ“ اہل علم

(۱) سورۃ فاطر: آیت ۲۸

(۲) صحیح بخاری: کتاب علم ج ۷۰

(۳) بحار الانوار: ج ۲، ص ۲۲، باب ۸

(۴) سنن ابن ماجہ: ج ۱، باب ۷، ص ۲۲۳

(۵) سنن ابی داؤد: ج ۲، ص ۲۸۵

قَدَلُّوا النَّاسَ عَلَى مَا جَاءَتْ بِهِ الرُّسُلُ، وَأَمَّا أَهْلُ الْجِهَادِ فَجَاهِدُوا بِأَسْيَافِهِمْ عَلَى مَا جَاءَتْ بِهِ الرُّسُلُ“ اہل علم اور مجاہدین درجہ نبوت سے سب سے زیادہ نزدیک ہیں علماء اس لئے نزدیک ہیں کیونکہ انہوں نے پیغمبروں کے پیش کردہ احکام کی طرف لوگوں کی رہنمائی کی ہے اور مجاہدین اس لئے نزدیک ہیں کہ انہوں نے اپنی تلواروں سے پیغمبروں کے پیغام کے لئے جہاد کیا ہے۔“ (۱)

☆ ”يُوزَنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِثْلُ الْعُلَمَاءِ بِدَمَاءِ الشُّهَدَاءِ“ ”روز قیامت علماء کی روشنائی خون شہداء کے ہم وزن ہوگی۔“ (۲)

☆ ”إِنَّ مِثْلَ الْعُلَمَاءِ فِي الْأَرْضِ كَمِثْلِ النُّجُومِ فِي السَّمَاءِ يَهْتَدِي بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ فَإِذَا انْطَمَسَتْ أَوَشَكَ أَنْ تَصِلَ الْهُدَاةُ“ ”روئے زمین پر علماء کی مثال ایسے ہی ہے جیسے آسمانوں پر ستارے چمکتے ہیں کہ ان کے ذریعہ خشکی اور سمندروں میں راستہ معلوم کیا جاتا ہے اور جب ان میں سے کوئی ڈوب جاتا ہے تو ہدایت پانے والوں کے لئے گمراہی کے خطرات پیدا ہو جاتے ہیں۔“ (۳)

☆ پروردگار نے جناب ابراہیم کی طرف یہ وحی فرمائی: ”يَا اِبْرَاهِيمُ إِنِّي عَلِيمٌ وَأُحِبُّ كُلَّ عَلِيمٍ“ ”میں صاحب علم ہوں اور ہر صاحب علم سے محبت کرتا ہوں۔“ (۴)

☆ ”مَوْتُ قَبِيلَةٍ أَيْسَرُ مِنْ مَوْتِ الْعَالِمِ“ ”ایک پورے قبیلہ کی موت (کاظم) ایک عالم کی

(۱) احیاء العلوم غزالی: کتاب العلم

(۲) گزشتہ حوالہ

(۳) کنز العمال: حدیث ۲۸۷۶۹

(۴) احیاء العلوم غزالی: کتاب العلم

موت سے زیادہ سہل ہے۔“ (۱)

☆ ”مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِينِ اللَّهِ كَفَاهُ اللَّهُ هَمَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ“ ”جو دین کی راہ میں غور و فکر کے لئے کوشش کرے گا تو خداوند عالم اس کے ہر ہم و غم کے لئے کافی ہے اور جس جگہ کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا اسے وہاں سے روزی فراہم کرتا ہے۔“ (۲)

☆ ”يُشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ: الْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الْعُلَمَاءُ، ثُمَّ الشُّهَدَاءُ“ ”روز قیامت تین طرح کے لوگ شفاعت کریں گے۔ انبیاء علماء اور شہداء۔“ (۳)

☆ ”أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ أَنْ يَعْلَمَ الْمَرْءُ عِلْمًا ثُمَّ يَعْلَمَهُ أَخَاهُ“ ”سب سے بہترین صدقہ یہ ہے کہ انسان خود تعلیم حاصل کرے اور پھر اپنے بھائیوں کو اس کی تعلیم دے۔“ (۴)

☆ ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ حَتَّى النَّمْلَةِ فِي جُحْرِهَا وَحَتَّى الْخُوتِ فِي الْبَحْرِ يُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرِ“ ”پروردگار عالم اور اس کے ملائکہ حتیٰ کہ اپنے سوراخوں میں چیونٹیاں اور سمندروں کی مچھلیاں بھی لوگوں کو خیر کی تعلیم دینے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔“ (۵)

☆ ”النَّظَرُ إِلَى وَجْهِ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ“ ”عالم کے چہرے پر نظر کرنا عبادت ہے۔“ (۶)

☆ ”مَوْتُ الْعَالِمِ ثَلَاثَةٌ فِي الْإِسْلَامِ لَا تُسَدُّ مَا اخْتَلَفَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ“ ”عالم کی موت اسلام کے اندر ایک ایسا شگاف ہے جس کی بھرپائی شب و روز کے دائمی سلسلہ سے بھی نہیں ہو سکتی۔“ (۷)

(۱) احیاء العلوم غزالی: کتاب علم

(۲) احیاء العلوم غزالی: کتاب علم

(۳) سنن ابن ماجہ: حدیث ۲۲۰۹

(۴) سنن ابن ماجہ: باب ۳۰ ج ۲ ص ۲۳۳

(۵) کنز العمال: حدیث ۲۸۷۶۹

(۶) بحار الانوار: ج ۱ کتاب علم

(۷) کنز العمال: حدیث ۲۸۷۶۹

ج۔ احادیث پیغمبر اکرمؐ میں طالب علم اور علم حاصل کرنے کی اہمیت

☆ ”طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ“ ”تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان پر واجب

ہے۔“ (۱)

☆ ”اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصَّيْنِ فَإِنَّ طَلَبَ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ“

”تعلیم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے، کیونکہ تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔“ (۲)

☆ ”مَنْ طَلَبَ عِلْمًا فَأَدْرَكَهُ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ كِفْلَيْنِ مِنَ الْأَجْرِ وَمَنْ طَلَبَ عِلْمًا

فَلَمْ يَدْرِكْهُ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ كِفْلًا مِنَ الْأَجْرِ“ ”جو شخص کوئی علم سیکھنا شروع کرے اور اس کے حصول

میں کامیاب ہو جائے تو خداوند عالم اس کے لئے دو ہر اجر عطا کرتا ہے اور جو شخص تعلیم حاصل کرنے کی

کوشش کرے مگر اس میں کامیاب نہ ہو سکے تو خداوند عالم اس کے لئے ایک اجر عطا کرے گا۔“ (۳)

☆ ”مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى عُتَقَاءِ اللَّهِ مِنَ النَّارِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى الْمُتَعَلِّمِينَ

فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْ مُتَعَلِّمٍ يَخْتَلِفُ إِلَى بَابِ الْعَالِمِ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ قَدَمٍ

عِبَادَةً سَنَةً وَبَنَى اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ قَدَمٍ مَدِينَةً فِي الْجَنَّةِ وَيَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ وَهِيَ

تَسْتَغْفِرُ لَهُ وَيُمْسِي وَيُصْبِحُ مَغْفُورًا لَهُ وَشَهِدَتِ الْمَلَائِكَةُ أَنَّهُمْ عُتَقَاءُ اللَّهِ مِنَ النَّارِ“

”جو شخص جہنم سے آزاد ہونے والے بندگان خدا کو دیکھنا چاہے تو تعلیم حاصل کرنے والوں کو دیکھ

لے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب بھی کوئی طالب علم کسی عالم کے دروازے پر

رفت و آمد کرتا ہے تو خداوند عالم اس کے ہر قدم پر ایک سال کی عبادت کا ثواب عطا کرتا ہے اور ہر قدم

(۱) سنن ابن ماجہ: ج ۱ باب ۷۷ حدیث ۲۲۳

(۲) بحار الانوار: ج ۱ ص ۱۸۰ باب ۱

(۳) الترغیب والترہیب: ج ۱ ص ۹۶

پر جنت میں اس کے لئے ایک گھر بناتا ہے اور وہ جس زمین پر چلتا ہے وہ زمین اس کے لئے استغفار

کرتی ہے اور صبح و شام اس کے گناہ بخش دئے جاتے ہیں اور ملائکہ ان کے بارے میں یہ گواہی دیتے ہیں

کہ انہیں خدا نے جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔“ (۱)

☆ ”مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِلَّهِ فَهُوَ كَالصَّائِمِ نَهَارُهُ الْقَائِمِ لَيْلُهُ وَإِنْ أَبَا مِنَ الْعِلْمِ

يَتَعَلَّمُهُ الرَّجُلُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَبُو قُبَيْسٍ ذَهَبًا فَأَنْفَقَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ ”علم حاصل

کرنے والا انسان اس شخص کی طرح ہے جو دن بھر روزہ رکھتا ہو اور پوری رات نماز پڑھ کر گزار دیتا ہو

اور اگر وہ علم کا ایک باب حاصل کر لے تو وہ اس کے لئے راہ خدا میں کوہ البقیس کے برابر سونا خرچ

کرنے سے بہتر ہے۔“ (۲)

☆ ”مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ“ ”علم کی راہ میں

گھر سے نکلنے والا جب تک واپس نہ آجائے راہ خدا میں رہتا ہے۔“ (۳)

☆ ”طَالِبُ الْعِلْمِ بَيْنَ الْجُهَالِ كَالْحَيِّ بَيْنَ الْأَمْوَاتِ“ ”جاہلوں کے درمیان

طالب علم ایسا ہی ہے جیسے مردوں کے درمیان زندہ شخص ہوتا ہے۔“ (۴)

☆ ”إِذَا جَاءَ الْمَوْتُ لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَهُوَ عَلَى هَذِهِ الْحَالَةِ مَاتَ وَهُوَ شَهِيدٌ“

”تعلیم کے دوران اگر کسی طالب علم کو موت آجائے تو وہ شہید ہے۔“ (۵)

(۱) تفسیر فخر رازی: ج ۲ ص ۱۸۰

(۲) تفسیر فخر رازی: ج ۲ ص ۱۸۰

(۳) سنن ترمذی: حدیث ۲۶۳۷

(۴) کنز العمال: حدیث ۲۸۷۲۶

(۵) الترغیب والترہیب: ج ۱ ص ۹۷

☆ ”مَنْ طَلَبَ بَاباً مِّنَ الْعِلْمِ لِيُحْيِيَ بِهِ الْإِسْلَامَ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ“ ”جو شخص اسلام کو زندہ کرنے کے لئے علم حاصل کرے تو جنت میں اس کے اور انبیاء کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔“ (۱)

☆ ”طَالِبُ الْعِلْمِ تَبَسُّطُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ أَجْبَحَتْهَا رَضَىٰ بِمَا يَطْلُبُ“ ”طالب علم جو علم حاصل کرتا ہے اس سے خوش ہو کر ملائکہ اپنے پروں کو اس کے پیروں کے نیچے پھیلا دیتے ہیں۔“ (۲)

☆ ”مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللَّهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَىٰ جَنَّاتِ الْجَنَّةِ“ ”جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کسی راستہ پر چلے گا خداوند عالم اس کے ذریعہ اسے جنت کی راہ پر لگا دے گا۔“ (۳)

☆ روایت میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ ایک روز مسجد میں داخل ہوئے اور چاروں طرف ایک نظر ڈالی تو دیکھا بعض لوگ دعا و عبادت اور ذکر الہی میں مشغول ہیں اور کچھ لوگ تعلیم میں سرگرم ہیں تو آپؐ نے فرمایا: ”كَلَّا الْمَجْلِسَيْنِ إِلَىٰ خَيْرٍ أَمَّا هَؤُلَاءِ فَيَسُدُّونَ اللَّهَ وَأَمَّا هَؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُونَ وَيَفْقَهُونَ الْجَاهِلَ هَؤُلَاءِ أَفْضَلُ، بِالتَّعْلِيمِ أُرْسِلْتُ“ ”یہ دونوں ہی لوگ خیر پر ہیں لیکن جو لوگ عبادت خدا اور راز و نیاز میں مشغول ہیں ان سے وہ لوگ افضل ہیں جو تعلیم حاصل کر رہے ہیں یا جاہلوں کو تعلیم دے رہے ہیں کیونکہ مجھے تعلیم دینے کے لئے ہی بھیجا گیا ہے پھر پیغمبر اکرمؐ انہیں لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔“ (۴)

(۱) کنز العمال: حدیث ۲۸۸۴۳

(۲) کنز العمال: حدیث ۲۸۷۴۶

(۳) گزشتہ حوالہ

(۴) سنن ابن ماجہ: حدیث ۲۲۹، کنز العمال: حدیث ۲۸۷۴۱ و ۲۸۸۷۳ معمولی اختلاف کے ساتھ۔

سبق کا خلاصہ:

اسلام علم اور تعلیم کی اہمیت کا بہت زیادہ قائل ہے یہاں تک کہ قرآن مجید نے سب سے پہلے جس نعمت کا تذکرہ کیا ہے وہ نعمت علم ہے اسی طرح اسلام اور معصومین کی نگاہ میں عالم اور طالب علم کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔

سوالات:

۱۔ قرآن مجید میں اہل علم کی جو خصوصیات بیان کئے گئے ہیں انہیں بیان کیجئے اور ان سے متعلق آیات سنائیے؟

۲۔ پیغمبر اکرمؐ نے عالم کا کیا مرتبہ بیان فرمایا ہے؟

۳۔ حدیث پیغمبر اکرمؐ میں کن لوگوں کو جہنم سے آزاد قرار دیا گیا ہے؟

۴۔ حدیث پیغمبر اکرمؐ کے مطابق عابد پر عالم کو برتری کیوں حاصل ہے؟

دوسرا سبق

علم اور عالم کی فضیلت (۲)

۱۔ احادیث اہل بیت میں علم اور عالم کی فضیلت

۱۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ہے: "أَيُّهَا النَّاسُ اْعْلَمُوا أَنَّ كَمَالَ الدِّينِ طَلَبُ الْعِلْمِ وَالْعَمَلُ بِهِ، أَلَا وَ إِنَّ طَلَبَ الْعِلْمِ أَوْجِبُ عَلَيْكُمْ مِنْ طَلَبِ الْمَالِ، إِنَّ الْمَالَ مَفْسُومٌ مَضْمُونٌ لَكُمْ، قَدْ قَسَمَهُ عَادِلٌ بَيْنَكُمْ وَقَدْ ضَمِنَهُ وَ سَيَفِي لَكُمْ وَالْعِلْمُ مَخْزُونٌ عِنْدَ أَهْلِهِ وَقَدْ أَمَرْتُمْ بِطَلَبِهِ مِنْ أَهْلِهِ فَاطْلُبُوهُ" "اے لوگو! یاد رکھو کہ دین کی تکمیل کا راستہ یہ ہے کہ پہلے تعلیم حاصل کرو اور پھر اس پر عمل کرو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تعلیم حاصل کرنا تمہارے لئے مال حاصل کرنے سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ مال تمہارے درمیان تقسیم شدہ ہے اور اس کی ضمانت بھی موجود ہے خدائے عادل نے اس کو تمہارے درمیان خود تقسیم فرمایا ہے اور اسی نے اس کی ضمانت بھی لی ہے اور وہ اسے ضرور وفا کرے گا جبکہ علم کا خزانہ اہل علم کے پاس رکھا گیا ہے اور تمہیں اس کے حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے لہذا اہل علم کے پاس جا کر علم حاصل کرو۔" (۱)

۲۔ اسی طرح مولائے کائنات نے فرمایا: ”الْعِلْمُ أَفْضَلُ مِنَ الْمَالِ بِسَبْعَةٍ“ ”مال کے مقابل علم سات چیزوں کے باعث افضل ہے۔“

۱۔ ”أَنَّهُ مِيرَاثُ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمَالُ مِيرَاثُ الْفِرَاعِنَةِ“ ”علم انبیاء کی میراث ہے جبکہ مال فرعون صفت افراد کی میراث ہے۔“

۲۔ ”الْعِلْمُ لَا يَنْقُصُ بِالْفَقْرِ وَالْمَالُ يَنْقُصُ بِهَا“ ”علم خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا اور مال خرچ کرنے سے کم ہو جاتا ہے۔“

۳۔ ”يَخْتِاجُ الْمَالُ إِلَى الْحَافِظِ وَالْعِلْمُ يَحْفَظُ صَاحِبَهُ“ ”مال کے لئے محافظ کی ضرورت ہے اور علم خود صاحب علم کی حفاظت کرتا ہے۔“

۴۔ ”الْعِلْمُ يَدْخُلُ فِي الْكَفَنِ وَيَبْقَى الْمَالُ“ ”علم آدمی کے کفن میں بھی ساتھ رہتا ہے (بارگاہ الہی میں پیش ہونے کے لائق ہے) جبکہ مال اسی دنیا میں چھوٹ جاتا ہے۔“

۵۔ ”الْمَالُ يَحْضُلُ لِلْمُؤْمِنِ وَالْكَافِرِ وَالْعِلْمُ لَا يَحْضُلُ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ خَاصَّةً“ ”مال مومن اور کافر سب کو مل جاتا ہے لیکن علم صرف مومن کو نصیب ہوتا ہے۔“

۶۔ ”جَمِيعُ النَّاسِ يَخْتِاجُونَ إِلَى صَاحِبِ الْعِلْمِ فِي أَمْرِ دِينِهِمْ وَلَا يَخْتِاجُونَ إِلَى صَاحِبِ الْمَالِ“ ”دین کے معاملات میں تمام لوگوں کو اہل علم کی ضرورت پڑتی ہے لیکن اہل مال کی نہیں۔“

۷۔ ”الْعِلْمُ يَقْوِي الرَّجُلَ عَلَى الْمُرُورِ وَعَلَى الصِّرَاطِ وَالْمَالُ يَمْنَعُهُ“ ”علم انسان کو صراطِ مستقیم سے گزرنے کی طاقت فراہم کرتا ہے جبکہ مال اس سے مانع ہوتا ہے (۱)“

۳۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ”رَأْسُ الْفَضَائِلِ الْعِلْمُ غَايَةُ الْفَضَائِلِ الْعِلْمُ“ ”ہر فضیلت کا سرچشمہ اور ہر فضیلت کی انتہا کا نام علم ہے۔ (۱)“

۴۔ آپؐ ہی کا ارشاد ہے: ”الْعِلْمُ وَرَاثَةُ كَرِيمَةٍ“ ”علم نیک میراث ہے۔“ (۲)

۵۔ آپؐ کا یہ ارشاد بھی ہے: ”الْعِلْمُ حِجَابٌ مِنَ الْآفَاتِ“ ”علم آفتوں سے محفوظ رکھتا

ہے۔“ (۳)

اسی طرح آپؐ نے فرمایا: ”الْعِلْمُ ضَلَالَةُ الْمُؤْمِنِ“ ”علم مومن کی متاع کشدہ ہے۔“ (۴)

۶۔ حضرت امام زین العابدینؑ اسی سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں: ”لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي طَلَبِ الْعِلْمِ لَطَبُّوهُ وَلَوْ يَسْفِكُ الْمُهْجَ وَخَوْضِ اللَّجَجِ، إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَوْحَى إِلَى ذَانِيَالٍ: إِنَّ أُمَّتَ عِبَادِي إِلَى الْجَاهِلِ الْمُسْتَخِفِّ بِحَقِّ أَهْلِ الْعِلْمِ التَّارِكِ لِلْإِفْتِدَاءِ بِهِمْ وَإِنَّ أَحَبَّ عِبِيدِي إِلَى التَّقِيِّ الطَّالِبِ لِلثَّوَابِ الْجَزِيلِ الْإِلَازِمُ لِلْعُلَمَاءِ النَّابِعِ لِلْحُكَمَاءِ الْقَابِلِ عَنِ الْحُكَمَاءِ“ ”اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ تعلیم کے اندر کیا کچھ موجود ہے تو وہ اسے خون جگر بہا کر اور دریاؤں کی تہوں میں غوطہ لگا کر حاصل کرتے۔ خداوند عالم نے جناب دانیالؑ نبی پر یہ وحی نازل فرمائی کہ میرے نزدیک سب سے برا انسان وہ جاہل شخص ہے جو اہل علم کے مرتبہ کو معمولی سمجھے اور ان کی پیروی نہ کرے اور مجھے اپنا وہ بندہ سب سے زیادہ محبوب ہے جو متقی و پرہیزگار اور بے شمار ثواب کا طالب ہو اور مسلسل علماء کے ساتھ رہتا ہو اور حکماء کا تابع اور ان کے احکام پر عمل پیرا ہو۔“ (۵)

(۱) غرر الحکم، ص ۱۶، ۴۱

(۲) نوح البلاء، حکمت ۵

(۳) غرر الحکم، ص ۶۳، ۷۹۴

(۴) بحار الانوار، ج ۱، ص ۱۶۸، باب ۱

(۵) اصول کافی، ج ۱، ص ۳۵

۷۔ امام محمد باقر کا ارشاد ہے: ”مَنْ عَلَّمَ بَابَ هُدًى فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهِ وَلَا يَنْقُصُ أُولَئِكَ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْئاً وَمَنْ عَلَّمَ بَابَ ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ أُوزَارٍ مِنْ عَمَلٍ بِهِ وَلَا يَنْقُصُ أُولَئِكَ مِنْ أُوزَارِهِمْ شَيْئاً“ جو شخص ہدایت کے کسی ایک باب کی تعلیم دے اس کو اس پر عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملتا ہے اور ان کے اجر میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی اور جو شخص گمراہی کی تعلیم دے گا اس کو اس بات پر عمل کرنے والوں کے برابر عذاب ملے گا اور ان کی سزا میں کوئی کمی نہ ہوگی۔“ (۱)

۸۔ آپ ہی کا ارشاد گرامی ہے: ”إِنَّ الَّذِي يُعَلِّمُ الْعِلْمَ مِنْكُمْ لَهُ أَجْرُ الْمُتَعَلِّمِ وَلَهُ الْفَضْلُ عَلَيْهِ، فَتَعَلَّمُوا الْعِلْمَ مِنْ حَمَلَةِ الْعِلْمِ وَعِلْمُوهُ إِخْوَانَكُمْ كَمَا عَلَّمَكُمْوهُ الْعُلَمَاءُ“ جو شخص کسی کو تعلیم دیتا ہے اس کے لئے تعلیم حاصل کرنے والے کا اجر بھی ہے البتہ استاد اس سے افضل ہے لہذا اہل علم سے علم حاصل کر لو اور پھر اپنے بھائیوں کو اسی طرح تعلیم دو جس طرح علماء نے تمہیں تعلیم دی ہے۔“ (۲)

۹۔ ابوبصیر کی روایت ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا: ”مَنْ عَلَّمَ خَيْرًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهِ قُلْتُ: فَإِنْ عَلَّمَهُ غَيْرُهُ يَجْزِي ذَلِكَ لَهُ؟ قَالَ: إِنْ عَلَّمَهُ النَّاسُ كُلَّهُمْ جَزَى لَهُ قُلْتُ: فَإِنْ مَاتَ؟ قَالَ: وَإِنْ مَاتَ“ کسی کا خیر کی تعلیم دینے والے کا اجر اس پر عمل کرنے والے کے برابر ہے! میں نے عرض کی کہ اگر کسی دوسرے کو بھی وہی تعلیم دیدے تب بھی وہی اجر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اگر تمام لوگوں کو تعلیم دیدے تب بھی وہی اجر ملتا رہے گا میں نے پھر عرض کی، اور اگر مر جائے تب بھی آپ نے فرمایا: کہ اگر مر بھی جائے تب بھی وہی اجر ملتا رہے گا۔“ (۳)

(۱) اصول کافی: ج ۱، ص ۳۵

(۲) اصول کافی: ج ۱، ص ۳۵

(۳) اصول کافی: ج ۱، ص ۳۵

۱۰۔ آپ ہی سے روایت ہے: ”مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَمِلَ بِهِ وَعَلَّمَ لِلَّهِ دُعَى فِي مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ عَظِيماً، فَقِيلَ: تَعَلَّمَ لِلَّهِ وَعَمِلَ لِلَّهِ وَعَلَّمَ لِلَّهِ“ جو شخص کسی کا خیر کی تعلیم حاصل کر کے اس پر عمل بھی کرتا ہے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیتا ہے تو آسمانوں پر اس کا بڑا عظیم مرتبہ ہے اور اس کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے خدا کے لئے تعلیم حاصل کی خدا کی خاطر عمل کیا اور اسی کی رضا کے لئے تعلیم دی ہے۔“ (۱)

۵۔ جاہل پر عالم کی فضیلت اور برتری

پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ طاہرینؑ کی روایات میں علم کو عبادت سے اور عالم کو عابد سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیے:

☆ ”الْعِلْمُ أَفْضَلُ مِنَ الْعِبَادَةِ“ ”علم عبادت سے بہتر ہے۔“ (۲)

☆ ”مَنْ خَرَجَ يَطْلُبُ بَاباً مِنْ عِلْمٍ لِيُرِدَّ بِهِ بَاطِلاً إِلَى حَقٍّ أَوْ ضَلَالَةً إِلَى هُدًى كَانَ عَمَلُهُ ذَلِكَ كَعِبَادَةِ مُتَعَبِّدٍ أَرْبَعِينَ عَاماً“ ”جو شخص اس نیت سے علم حاصل کرنے نکلے کہ اس کے ذریعہ باطل کی جگہ حق اور گمراہی کی جگہ ہدایت کو رواج دے گا تو اس کا یہ عمل عابد کی چالیس سالہ عبادت کے برابر ہے۔“ (۳)

☆ ”نَوْمٌ مَعَ عِلْمٍ خَيْرٌ مِنْ صَلَاةٍ مَعَ جَهْلِ“ ”علم کے ساتھ سونا جہالت کے ساتھ نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔“ (۴)

(۱) اصول کافی: ج ۱، ص ۳۵

(۲) کنز العمال حدیث ۳۸۵۷

(۳) کنز العمال حدیث ۳۸۸۳۵

(۴) کنز العمال حدیث ۳۸۷۱۱

☆ "طَلَبُ الْعِلْمِ أَفْضَلُ عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الصَّلَاةِ وَالصَّيَامِ وَالْحَجِّ وَالْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" "علم حاصل کرنا خداوند عالم کے نزدیک نماز، روزہ، حج اور راہ خدا میں جہاد کرنے سے بہتر ہے۔" (۱)

☆ "فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ النُّجُومِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ"

"عالم کو عابد پر وہی فضیلت حاصل ہے جو چودہویں کی چاند کو ستاروں پر ہوتی ہے۔" (۲)

☆ "فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ سَبْعُونَ دَرَجَةً بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ حَضَرُ الْفَرَسِ سَبْعِينَ عَامًا وَ ذَلِكَ لِأَنَّ الشَّيْطَانَ يَضَعُ الْبِدْعَةَ لِلنَّاسِ فَيَبْصُرُهَا الْعَالِمُ فَيُزِيلُهَا وَالْعَابِدُ يَقْبَلُ عَلَى عِبَادَتِهِ" "عالم کا مرتبہ عابد سے ستر درجہ بلند ہے جن میں سے دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ جتنا ایک تیز رفتار گھوڑا ستر سال میں دوڑتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب شیطان لوگوں کے درمیان بدعتیں رائج کرتا ہے تو عالم ان بدعتوں کو دیکھ کر انہیں ختم کر دیتا ہے جبکہ عابد صرف اپنی عبادت میں مشغول رہتا ہے۔" (۳)

☆ "فَقِيهٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنَ أَلْفِ عَابِدٍ" "شیطان کے مقابلہ میں ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔" (۴)

☆ "رُكْعَةٌ مِنْ عَالِمٍ بِاللَّهِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ رُكْعَةٍ مِنْ مُتَجَاهِلٍ بِاللَّهِ" "خدا کی معرفت رکھنے والے عالم کی ایک رکعت جاہل کی ہزار رکعتوں سے بہتر ہے۔" (۵)

امیر المؤمنین حضرت علیؑ کا ارشاد گرامی ہے: "الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَكْمَةِ يَسْمَعُهَا الرَّجُلُ فَيَقُولُ أَوْ يَعْمَلُ بِهَا، خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ" "اگر کوئی شخص کوئی حکمت آمیز بات سنے اور پھر اس کو دوسروں کے سامنے دہرائے یا اس پر عمل کرے تو اس کا یہ عمل ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔" (۱)

حضرت امام محمد باقرؑ کا ارشاد گرامی ہے: "تَذَكُّرُ الْعِلْمِ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ قِيَامِ لَيْلَةٍ" "علمی مذاکرہ میں ایک ساعت گزار دینا پوری رات قیام سے بہتر ہے۔" (۲)

آپ ہی نے یہ بھی فرمایا: "عَالِمٌ يَنْتَفِعُ بِعِلْمِهِ، أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سَبْعِينَ أَلْفِ عَابِدٍ" "جس عالم کے علم سے فائدہ پہنچ رہا ہو وہ ستر ہزار عابدوں سے بہتر ہے۔" (۳)

حضرت امام جعفر صادقؑ کا ارشاد گرامی ہے: "عَالِمٌ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ وَمِنْ أَلْفِ زَاهِدٍ" "ایک عالم ہزار عابد اور ہزار زاہدوں سے بہتر ہے۔" (۴)

و: صحیح تعلیم کا انتخاب

گذشتہ دو سبق کے دوران پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ طاہرینؑ کے اقوال و احادیث کی روشنی میں آپ علم اور عالم کی اہمیت سے بخوبی آگاہ ہو چکے ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا دنیا کے تعلیم یافتہ ہر شخص کی یہی اہمیت ہے اور اس کو بھی دوسروں پر وہی فضیلت حاصل ہے جس کا تذکرہ مذکورہ روایات میں کیا گیا ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ علم حاصل کرنا ایک بہترین کار خیر ہے اور جس علم کی بھی معاشرہ

(۱) بحار الانوار: ج ۱۸، ص ۹۳

(۲) بحار الانوار: ج ۱، ص ۲۰۴، باب ۴

(۳) بحار الانوار: ج ۲، ص ۱۸، باب ۸

(۴) بحار الانوار: ج ۲، ص ۱۹، باب ۸

(۱) کنز العمال: حدیث ۲۸۶۵۵

(۲) بحار الانوار: ج ۱، ص ۱۴۳، باب ۴

(۳) الترغیب والترہیب: ج ۱، ص ۱۰۲، حدیث ۳۶

(۴) احیاء العلوم: کتاب العلم

(۵) کنز العمال: حدیث ۲۸۷۸۶

اور سماج کو ضرورت ہو اسے حاصل کرنا لازم ہے اور ایسے علوم کو اسلام میں واجب کفائی قرار دیا گیا ہے لیکن مذکورہ روایات میں علماء کی جو فضیلت بیان کی گئی ہے وہ فضیلت صرف علماء دین سے مخصوص ہے۔ دلیل کے طور پر مندرجہ ذیل روایات پیش کی جاسکتی ہیں۔

۱۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ”مَوْتُ الْعَالِمِ ثَلَاثَةٌ فِي الْإِسْلَامِ لَا تُسَدُّ مَا اخْتَلَفَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ“ ”عالم کی موت سے اسلام کے اندر ایک ایسا شگاف پیدا ہو جاتا ہے جس کو دن رات کی دائمی گردش بھی نہیں بھر سکتی ہیں۔“ (۱)

۲۔ اسی طرح آپ نے فرمایا ہے: ”وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَعَالِمٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى ابْلِيسَ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ، لِأَنَّ الْعَابِدَ لِنَفْسِهِ وَالْعَالِمَ لِغَيْرِهِ“ ”اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے ایک عالم کا وجود ابلیس کے لئے ہزار عابدوں پر بھاری ہے کیونکہ عابد صرف اپنی فکر میں رہتا ہے اور عالم کو دوسروں کی فکر رہتی ہے۔“ (۲)

۳۔ روایت میں ہے کہ ایک روز پیغمبر اکرم مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ ایک شخص کو گھیرے بیٹھے ہیں آپ نے سوال کیا: یہ کون ہے؟ اصحاب نے عرض کی یہ ”علامہ“ ہے۔ فرمایا: کس چیز کا عالم ہے؟ تو جواب دیا کہ عربوں کے انساب، واقعات اور دور جاہلیت کے اشعار کا عالم ہے تو آپ نے فرمایا: ”ذَاكَ عِلْمٌ لَا يَضُرُّ مَنْ جَهَلَهُ وَلَا يَنْفَعُ مَنْ عِلِمَهُ. ثُمَّ قَالَ: إِنَّمَا الْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ: آيَةٌ مُحْكَمَةٌ أَوْ فَرِيضَةٌ عَادِلَةٌ أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ وَمَا خَلَاهُنَّ فَهُوَ فَضْلٌ“ ”یہ تو ایک ایسا علم ہے کہ اگر کوئی اس سے جاہل ہو تو اس کا کوئی نقصان نہ ہوگا اور جو جانتا ہے اس کو اس سے کوئی فائدہ ہونے والا نہیں ہے علم صرف تین طرح کا ہوتا ہے۔“

آیہ محکمہ (عقائد) یا متعادل فرائض (اخلاقیات) یا پائیدار سنت (علم احکام شریعت) ان کے علاوہ باقی سب اضافی چیزیں ہیں۔

۴۔ امام جعفر صادق کا ارشاد گرامی ہے: ”إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوْرَثُوا دِرْهَمًا وَلَا دِينَارًا وَإِنَّمَا وَرَثُوا أَحَادِيثَ مِنْ أَحَادِيثِهِمْ فَمَنْ أَخَذَ بِشَيْءٍ مِنْهَا فَقَدْ أَخَذَ حَظًّا وَافِرًا فَانْظُرُوا عِلْمَكُمْ هَذَا عَمَّنْ تَأْخُذُونَهُ فَإِنْ فِينَا أَهْلَ الْبَيْتِ فِي كُلِّ خَلْفٍ عُذُو لَا يَنْفَوْنَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْعَالِينَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ وَتَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ“ ”بیشک علماء، انبیاء کے وارث ہیں کیونکہ انبیاء درہم و دینار کو اپنا وارث نہیں بناتے بلکہ ان کے اقوال و گفتار ہی ان کی میراث ہیں لہذا جو شخص ان میں سے کچھ حاصل کر لے گا تو گویا اس کو بہت بڑا حاصل گیا لہذا یہ دھیان رکھو کہ تم اسے کس سے حاصل کر رہے ہو کیونکہ ہم اہل بیت کی ہر نسل میں کچھ نہ کچھ ایسے عادل علماء ضرور پائے جاتے ہیں جو غلو کرنے والوں کی تحریفات، اہل باطل کے اتہامات اور جاہلوں کی تاویلات سے اسلام کو محفوظ رکھتے ہیں۔“ (۱)

تیسرا سبق

استاد اور شاگرد کے مشترکہ فرائض اور آداب (۱)

علم اور تعلیم کی فضیلت سے بخوبی آگاہی کے بعد مناسب ہے کہ تعلیم کے دوران جن آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے ان کو بھی بیان کر دیا جائے چنانچہ شہید ثانیؒ نے ان آداب اور فرائض کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

- ۱۔ استاد اور شاگرد کے مشترکہ آداب و فرائض
- ۲۔ استاد کے خصوصی آداب و فرائض
- ۳۔ شاگرد (طالب علم) کے خصوصی آداب و فرائض

مشترکہ فرائض اور آداب

تعلیم و تدریس کے دوران استاد اور شاگرد کے لئے مندرجہ ذیل چھ چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ خلوص نیت

اسلام نے مسلمان کو زندگی کا ہر نیک کام خلوص نیت اور قرینۃ الی اللہ انجام دینے کی تاکید کی ہے کیونکہ صرف نیت کی بنا پر بڑے سے بڑا عمل معمولی اور حقیر ہو جاتا ہے اور نیت ہی کی تبدیلی سے

سبق کا خلاصہ:

اہل بیتؑ نے علم اور عالم کا عظیم مرتبہ بیان کیا ہے اور مسلمانوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی اتنی تاکید کی ہے کہ اسے مال و دولت حاصل کرنے سے زیادہ واجب قرار دیا ہے۔ اسلام کی نگاہ میں علم کا مرتبہ عبادت اور عالم کا مرتبہ عابد سے زیادہ ہے۔ اسلام نے تمام علوم کے درمیان سب سے زیادہ دینی تعلیم کو اہمیت دی ہے۔

سوالات:

- ۱۔ مولائے کائنات کی نظر میں علم حاصل کرنا دولت کمانے سے زیادہ واجب کیوں ہے؟
- ۲۔ حضرت علیؑ کی نظر میں دولت اور علم کے درمیان کیا فرق پایا جاتا ہے؟
- ۳۔ گذشتہ اسباق میں مذکور کی روایات کی روشنی میں بیان کیجئے کہ عالم کو عابد پر فضیلت کیوں حاصل ہے؟

۴۔ کیا اسلام کی نگاہ میں تمام علوم کی اہمیت ایک جیسی ہے؟

معمولی عمل بجمید عظیم بن جاتا ہے اور اگر نیت واقعاً خالص ہو اور عمل صرف خدا کے لئے ہو تو عمل اور عمل کا اثر ہمیشہ ہمیشہ باقی رہتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ﴾ (۱) ”جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا لیکن جو خداوند عالم کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔“

لہذا قریبہ الی اللہ کوئی کام انجام دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ اللہ کے نزدیک اس عمل کی کیا قدر و قیمت ہے؟ اور اسی سے اس کی جزا کی امید رکھیں اور اگر اس کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے عمل انجام دیا جائے تو چونکہ اس کے علاوہ ہر چیز ایک دن فنا ہونے والی ہے لہذا اس عمل کا اثر اور اجر بھی ختم ہو جائے گا اسی لئے قرآن کریم نے ایسے افراد کو گھانا اٹھانے والوں میں شمار کیا۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا﴾ ☆ ﴿الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾ (۲) ”اے پیغمبر کیا ہم آپ کو ان لوگوں کے بارے میں اطلاع دیں جو اپنے اعمال میں بدترین خسارہ میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش زندگانی دنیا میں بہک گئی ہے اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اچھے اعمال انجام دے رہے ہیں۔“

اسی طرح قرآن مجید نے یہ یاد دہانی کرائی ہے کہ جو لوگ آخرت اور جنت کی دائمی نعمتوں کے خواہشمند ہیں وہ انہیں نصیب ہو جائیں گی لیکن جو لوگ دنیا کی فکر میں رہتے ہیں انہیں آخرت میں کچھ بھی ملنے والا نہیں ہے اور وہاں وہ گھانا اٹھائیں گے۔

سورہ شوریٰ میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ

وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ﴾ (۱)

”جو انسان آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کے لئے اضافہ کر دیتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی کا طلبگار ہے اسے اس میں سے عطا کر دیتے ہیں اور پھر آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔“

دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ

لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا﴾ (۲) ”جو شخص بھی دنیا کا طلبگار ہے ہم اس کے لئے جلد ہی جو چاہتے ہیں دیدیتے ہیں پھر اس کے بعد اس کے لئے جہنم ہے جس میں وہ

ذلت و رسوائی کے ساتھ داخل ہوگا۔“

انسان کے اعمال پر اس کی نیت کے کیا اثرات ہوتے ہیں اس بارے میں پیغمبر اکرمؐ نے یوں

وضاحت فرمائی ہے: ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مِمَّا نَوَىٰ؛ فَمَنْ كَانَ هِجْرَتُهُ

إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ كَانَ هِجْرَتُهُ إِلَىٰ دُنْيَا يُصَيِّهَا أَوْ امْرَأَةٍ

يُنْكِحَهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَىٰ مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ“ (۳) ”تمام اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے لہذا ہر شخص کو اس کی نیت

کے مطابق بدلہ ملے گا جو شخص خدا اور رسول کی طرف قدم بڑھائے گا تو اس کی یہ ہجرت خدا اور رسول کی

جانب لے جائے گی۔ لیکن اگر کوئی دنیا کی طرف آگے بڑھائے گا یا کسی عورت کا خواہشمند ہوگا تو انہیں

حاصل کر لے گا اور اس کی یہ ہجرت اس کی من پسند چیز ہی کی طرف ہوگی (یعنی خدا اور رسول سے اس کا

کوئی تعلق نہ ہوگا)

لہذا خلوص نیت کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ دیگر امور کی طرح تعلیم کے آغاز سے پہلے ہر انسان خدا اور رسول کی خوشنودی کو پیش نظر رکھے تاکہ اس کا یہ عمل خدا اور رسول کے نزدیک مقبول ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کے نامہ اعمال میں درج ہو جائے۔ اسی لئے پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے: ”نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهِ“ مومن کی نیت اور اس کا ارادہ اس کے عمل سے بہتر ہے۔ (۱)

خلوص نیت کیسے حاصل ہوتا ہے؟

دل میں خلوص پیدا کرنے اور نیت کو خدا کے لئے بالکل خالص بنانے کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے دل کو ہر قسم کی گندگی اور برائی سے پاک کر لیں یعنی خدا کے علاوہ کسی کی بھی طرف دل متوجہ نہ ہو یہی خداوند عالم کی خالص عبادت ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد رب العزت ہے: ﴿فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ☆ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ﴾ (۲) ”لہذا آپ مکمل اخلاص کے ساتھ خدا کی عبادت کریں، آگاہ ہو جاؤ کہ خالص بندگی صرف اللہ کے لئے ہے۔“

اسی طرح یہ ارشاد بھی ہے: ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ﴾ (۳) ”اور انہیں صرف اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ خدا کی عبادت کریں اور اس عبادت کو اسی کے لئے خالص رکھیں اور نماز قائم کریں زکات ادا کریں اور یہی سچا اور مستحکم دین ہے۔“

(۱) اصول کافی: ج ۲، ص ۸۴

(۲) سورہ زمر: آیت ۳۲

(۳) سورہ بینہ: آیت ۳

اسی طرح خداوند عالم نے قرب الہی اور سعادت ابدی تک پہنچنے کے لئے توحید اور خلوص نیت کو شرط قرار دیا ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ (۱) ”اور جو شخص بھی اپنے پروردگار کی ملاقات کا مشتاق ہے تو اسے چاہئے کہ عمل صالح انجام دے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔“

لہذا تعلیم کے بارے میں ہر شخص کو اپنے مقصد اور نیت کا خیال رکھنا چاہئے کہ خدا کے علاوہ کوئی اور چیز اس کے مد نظر نہ ہو صرف اور صرف دین خدا کی خدمت کے لئے قدم اٹھائے اور اگر خدا نخواستہ خدا کا خیال دل سے نکل گیا تو پھر اس علم کی کوئی قیمت نہیں ہے بلکہ اس کو سخت عذاب برداشت کرنا پڑے گا۔

جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ”مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُتَنَعَى بِهِ وَجْهَ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرَفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ (۲) ”جس علم سے رضائے خدا حاصل ہوتی ہے اگر کوئی شخص اسے دنیاوی مقاصد کے لئے حاصل کرے تو وہ روز قیامت جنت کی بو بھی نہیں سونگھ سکتا ہے۔“

اسی طرح آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ”مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا لِيُغَيِّرَ اللَّهُ وَارَازَ بِهِ غَيْرَ اللَّهِ فَلْيَتَّبِعْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ“ (۳)

”اگر کوئی شخص غیر خدا کے لئے علم حاصل کرے اور اس کا مقصد خدا کے علاوہ کوئی اور ہو تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔“

(۱) سورہ کہف آیت ۱۱۰

(۲) کنز العمال حدیث ۲۹۰۲۰، منیۃ المرید، ص ۱۳۴

(۳) سنن ترمذی ج ۵ کتاب علم باب ۶

اسی طرح آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا: ”مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُمَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ وَيَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ“ (۱) ”اگر کوئی شخص اس نیت سے علم حاصل کرے کہ اس کے ذریعہ علماء کا مقابلہ کرے گا یا جاہلوں کے سامنے فخر و مباہات کرے گا اور لوگوں کو اپنا گرویدہ بنائے گا تو خداوند عالم اسے جہنم میں ڈال دے گا۔“

ایک دوسری حدیث کے مطابق آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے: ”لَا تَعْلَمُوا الْعِلْمَ لِيُمَارُوا بِهِ السُّفَهَاءَ وَتُجَادِلُوا بِهِ الْعُلَمَاءَ وَلِتَصْرِفُوا بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْكُمْ وَابْتَغُوا بِقَوْلِكُمْ مَا عِنْدَ اللَّهِ فَإِنَّهُ يَدُومُ وَيَبْقَى، وَيَنْفَدُ مَا سِوَاهُ كُونُوا يَتَابِعِ الْحِكْمَةَ، مَصَابِيحَ الْهُدَى، أَخْلَاسَ الْبُيُوتِ، سُرُجَ اللَّيْلِ جَدَدَ الْقُلُوبِ خَلْقَانَ الْفِيَّابِ تُعْرِفُونَ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ وَتُخْفُونَ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ“ (۲) ”اس نیت سے علم حاصل نہ کرو کہ اس کے ذریعہ جاہلوں کے سامنے فخر و مباہات کرو گے یا علماء سے بحث و مباحثہ کرو گے یا اس کے ذریعہ لوگوں کو اپنا گرویدہ بناؤ گے بلکہ اپنی زبان و بیان کے ذریعہ اس چیز کو تلاش کرو جو خداوند عالم کے نزدیک موجود ہے کیونکہ وہی دائمی ہے اور اسی کو بقاء ہے نیز اس کے علاوہ ہر چیز کی فنا یقینی ہے لہذا تم حکمت کے سرچشمے، ہدایت کے چراغ، گھروں کی زینت، تاریک راتوں کے چراغ، زندہ دل اور سادہ لباس کے ساتھ رہو تو چاہے تم زمین میں گناہ ہی کیوں نہ رہے اہل آسمان کے درمیان ضرور مشہور و معروف ہو جاؤ گے۔“

دوسرے مقام پر آپؐ نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِأَرْبَعِ دَخَلَ النَّارَ: لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ لِيَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَوْ يَأْخُذَ بِهِ مِنَ الْأُمَرَاءِ“ (۳)

(۱) کنز العمال: حدیث ۲۹۰۳۶

(۲) سنن داری: ج ۱، منیۃ المرید ص ۱۳۵

(۳) سنن داری: ج ۱، منیۃ المرید ص ۱۳۵

”جو شخص چار چیزوں کے لئے لتعلیم حاصل کرے وہ جہنمی ہے۔“

۱۔ علماء پر فخر و مباہات کرنے کے لئے۔

۲۔ سفیہ اور نادانوں کو دکھانے کی خاطر۔

۳۔ لوگوں کو اپنا گرویدہ بنانے کے لئے۔

۴۔ حکام سے مال و دولت حاصل کرنے کے لئے۔“

آپؐ ہی کا ارشاد گرامی ہے: ”مَا ارْزَادَ عَبْدٌ عِلْمًا فَارْزَادَ فِي الدُّنْيَا رَغْبَةً إِلَّا ارْزَادَ مِنَ اللَّهِ بَعْدًا“ ”علم کی زیادتی کے ساتھ ساتھ اگر کسی بندے کے دل میں دنیا کی رغبت بھی بڑھ جائے تو رغبت دنیا میں جتنا اضافہ ہوتا جائے گا یہ بندہ اسی مقدار میں خداوند عالم سے دور ہوتا جائے گا۔“ (۱)

حضرت علیؓ پیغمبر اکرمؐ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ”مَنْهُوَ مَنْ لَا يَشْبَعَانِ: طَالِبُ دُنْيَا وَطَالِبُ عِلْمٍ فَمَنْ اقْتَصَرَ مِنَ الدُّنْيَا عَلَى مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَهُ سَلِمَ وَمَنْ تَنَاوَلَهَا مِنْ غَيْرِ حِلِّهَا هَلَكَ، إِلَّا أَنْ يُتُوبَ وَيَرْجِعَ وَمَنْ أَخَذَ الْعِلْمَ مِنْ أَهْلِهِ وَعَمِلَ بِهِ نَجَا وَمَنْ أَرَادَ بِهِ الدُّنْيَا فَهِيَ حَظُّهُ“ (۲) ”دو بھوکے ایسے ہیں جو کبھی سیر نہیں ہوتے ایک طالب دنیا اور دوسرے طالب علم چنانچہ جو شخص خدا کی حلال کردہ چیزوں پر اکتفا کر لے وہ محفوظ ہو گیا اور جس نے ناجائز طریقے سے اس کا استعمال کیا وہ ہلاک ہو گیا مگر یہ کہ وہ توبہ کر کے راہ راست پر پلٹ آئے اور جو شخص لائق علماء سے علم حاصل کر کے اس پر عمل کرے وہ نجات یافتہ ہے اور جس کی نظر دنیا پر ہو تو اسے صرف دنیا ہی نصیب ہوگی۔“

(۱) سنن داری: ج ۱، منیۃ المرید ص ۱۳۵

(۲) اصول کافی: ج ۱ ص ۳۶

امام جعفر صادق فرماتے ہیں: ”اِذَا رَأَيْتُمُ الْعَالَمَ مُحِبًّا لِلدُّنْيَا فَاتَّهَمُوهُ عَلَى دِينِكُمْ فَإِنَّ كُلَّ مُحِبٍّ لِمَا يَحُوطُ مَا أَحَبَّ“ (۱) ”جب تم کسی عالم کو دنیا کا گرویدہ دیکھو تو پھر اپنے دین کے بارے میں اس سے بدظن ہو جاؤ کیونکہ جو شخص جس چیز کا عاشق ہوتا ہے اس کے دل و دماغ پر اسی کا احاطہ و غلبہ رہتا ہے“ پھر آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جناب داؤدؑ کی طرف یہ وحی فرمائی ”لَا تَجْعَلْ بَيْنِي وَبَيْنَكَ عَالِمًا مَفْتُونًا بِالْدُّنْيَا فَيُضِدَّكَ عَنْ طَرِيقِ مَحَبَّتِي، فَإِنْ أَوْلَيْتَكَ قُطَاعَ طَرِيقِ عِبَادِي الْمُرِيدِينَ إِنَّ أَذْنِي مَا أَنَا صَانِعٌ بِهِمْ أَنْ أَنْزِعَ حَلَاوَةَ مُنَاجَاتِي مِنْ قُلُوبِهِمْ“ ”دنیا کے فریفتہ عالم کو اپنے اور میرے درمیان ہرگز نہ آنے دینا ورنہ وہ تم کو میری محبت کے راستے سے روک دے گا کیونکہ یہ لوگ وہ راہزن ہیں جو میری طرف آنے والے میرے بندوں کا راستہ روک لیتے ہیں میں ان کے ساتھ سب سے کم جو سلوک کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ان کے دلوں سے اپنی مناجات کی حلاوت اور شیرینی نکال لیتا ہوں۔“ (۲)

اسی طرح امام جعفر صادقؑ نے پیغمبر اکرمؐ سے نقل کیا ہے: ”الْفُقَهَاءُ أَمْنَاءُ الرُّسُلِ مَا لَمْ يَدْخُلُوا فِي الدُّنْيَا. قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا دَخُلُوهُمْ فِي الدُّنْيَا؟ قَالَ: اتِّبَاعُ السُّلْطَانِ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ فَأَحْذَرُوهُمْ عَلَى دِينِكُمْ“ (۳) ”فقہاء اس وقت تک انبیاء کے امین ہیں جب تک وہ فکر دنیا میں نہ پڑ جائیں عرض کیا گیا! یا رسول اللہ دنیا کی فکر میں پڑ جانے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: حکام (بادشاہ) کی پیروی، جب وہ ایسا کرنے لگیں تو پھر ان سے اپنا دین بچا کر رکھو۔“

لہذا علم کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ صرف اور صرف خدا کی خوشنودی کے لئے حاصل کیا جائے اور اسی نیت سے دوسروں کو بھی تعلیم دے تاکہ خدا کی نظر میں مرتبہ بلند ہو جائے اور علم کے دائمی اثرات دیکھنے کو ملیں اور آخرت میں اس کی رحمت کے بحر بیکراں سے فیضیاب ہو سکے۔

سبق کا خلاصہ:

کیونکہ مسلمان کا ہر کام رضائے الہی کے لئے ہوتا ہے لہذا تعلیمی میدان میں بھی استاد اور طالب علم دونوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنی نیت میں خلوص پیدا کریں تاکہ ان کا عمل خداوند عالم کی بارگاہ میں قابل قبول ہو اور ان کی خدمات ہمیشہ باقی رہیں۔

سوالات:

۱۔ قرآن کریم نے کن لوگوں کو سب سے زیادہ گھانا اٹھانے والا کہا ہے؟

۲۔ نیت کو کس طرح خالص بنایا جاسکتا ہے؟

۳۔ پیغمبر اکرمؐ نے کس مقصد سے تعلیم حاصل کرنے کو منع کیا ہے؟

۴۔ امام صادقؑ نے مؤمنین کرام کو کیسے علماء سے ڈرایا ہے؟

۵۔ پیغمبر اکرمؐ کی نگاہ میں کون سے علماء انبیاء کے امین ہیں؟

چوتھا سبق

استاد اور شاگرد کے مشترکہ فرائض اور آداب (۲)

۲۔ علم اور عمل

خلوص نیت کے بعد استاد اور شاگرد کا دوسرا فریضہ یہ ہے کہ جو کچھ تعلیم دے یا علم حاصل کرے پہلے اس پر خود عمل کرے اسی کے مطابق اپنی زندگی گزارے۔ بلکہ اپنی زندگی کو اسی کے سانچے میں ڈھال دے۔

ہر انسان اپنی زندگی میں مختلف اعمال انجام دیتا ہے لہذا اس کی تعلیم کا اصل مقصد اپنے اعمال و کردار کی اصلاح ہونا چاہئے کیونکہ اگر علم اور معرفت کے بغیر کوئی عمل انجام دیا جائے تو گمراہی یقینی ہے جیسا کہ مولائے کائنات کا ارشاد ہے: "إِنَّ الْعَامِلَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَالسَّائِرِ عَلَى غَيْرِ طَرِيقٍ فَلَا يَزِيدُهُ بَعْدَهُ عَنِ الطَّرِيقِ الْوَاضِحِ إِلَّا بُعْدًا، وَالْعَامِلَ بِالْعِلْمِ كَالسَّائِرِ عَلَى الطَّرِيقِ الْوَاضِحِ فَلْيَنْظُرْ نَاطِرًا أَسَائِرَ هُوَ أَمُّ رَاجِعٌ" (۱) "بے عمل عالم ایسا ہی ہے جیسے کوئی غلط راستہ پر چل رہا ہو کہ وہ ہر قدم اپنے اصلی اور واضح راستہ سے دور ہی ہوتا رہتا ہے اور بے عمل عالم اس شخص کی طرح ہے جو بالکل صحیح راستہ پر چل رہا ہو۔ لہذا ہر شخص کو یہ سوچنا چاہئے کہ وہ اس

طرح اپنے سفر کو جاری رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور کہیں واپس تو نہیں پلٹ رہا ہے۔“

مولائے کائنات کے اس قول کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مسلسل اپنا راستہ تبدیل کرتا رہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے گزشتہ راستہ علم و معرفت اور صحیح اطلاع کے بغیر منتخب کیا تھا لیکن جو شخص تمام معلومات کے ساتھ کسی راستہ کا انتخاب کرتا ہے تو پھر اس راستہ سے اس کی واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے اسی لئے آپ نے فرمایا ہے کہ ابھی وقت ہے کہ یہ دیکھ لو کہ تمہاری زندگی کا یہ سفر تمام ضروری معلومات کے ساتھ ہے یا ایسے ہی نکل پڑے ہو کہ جب وقت ہاتھ سے نکل جائے تو یہ سمجھ میں آئے کہ ہم تو اب تک غلط راستہ پر چل رہے تھے اور پھر صحیح راستہ پر چلنے کی کوشش کرو تو کوئی فائدہ حاصل نہ ہو۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ”الْعَامِلُ عَلَى غَيْرِ بَصِيرَةٍ كَالسَّائِرِ عَلَى غَيْرِ الطَّرِيقِ وَلَا يَزِيدُهُ سُرْعَةُ السَّيْرِ مِنَ الطَّرِيقِ إِلَّا بُعْدًا“

”علم اور بصیرت کے بغیر عمل کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے کوئی غلط راستہ پر چلا جا رہا ہو کہ اس کی تیز رفتاری ہر لمحہ اسے اس کے اصلی مقصد سے دور کرتی رہتی ہے۔“ (۱)

بلکہ پیغمبر اکرمؐ نے تو یہاں تک فرمایا کہ: ”مَثَلُ الْعَابِدِ الَّذِي لَا يَتَّقُهُ كَمَثَلِ الَّذِي يَبْنِي بِاللَّيْلِ وَيَهْدِمُ بِالنَّهَارِ“

”جو عابد علم دین حاصل نہ کرے (اور شرعی مسائل نہ جانتا ہو) اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو رات بھر محنت کر کے گھر تعمیر کرتا ہے اور دن میں اس کو مسمار کر دیتا ہے۔“ (۲)

(۱) بحار الانوار: ج ۱، ص ۲۰۶، باب ۵

(۲) کنز العمال: ج ۱۰، ص ۱۷۹، خ ۲۸۹۳

یہ بات بالکل واضح ہے کہ جو شخص تمام رات عبادت کرے اور دن میں حرام و حلال کی اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے حرام کام انجام دے اور لوگوں کے حقوق کو صحیح طریقہ سے ادا نہ کرے تو اس کی پوری رات کی محنت ضائع ہو جائے گی اور ان گناہوں کی وجہ سے اس کا کوئی ثواب باقی نہ رہے گا۔ حضرت علیؑ نے اسی سلسلہ میں فرمایا ہے:

”الْمُعْتَبِدُ عَلَى غَيْرِ فِقْهِ كَحِمَارِ الطَّاحُونَةِ يَدُورُ وَلَا يَبْرَحُ مِنْ مَكَانِهِ“
”دینی شعور و آگہی کے بغیر عبادت کرنے والے شخص کی مثال، کولہو کے تیل کی طرح ہے کہ وہ مسلسل چکر کاٹتا رہتا ہے اور اپنی جگہ سے ذرہ برابر آگے نہیں بڑھتا ہے۔“ (۱)

چنانچہ ایسا شخص چاہے جتنی محنت اور مشقت کر لے وہ روحانی اعتبار سے کوئی کمال حاصل نہیں کر سکتا ہے اور اسے اس سے کوئی فائدہ اور نتیجہ حاصل ہونے والا نہیں ہے کیونکہ وہ اپنی نادانی اور جہالت کی بنا پر اپنے تمام اعمال خراب کر لیتا ہے۔ جیسے کوئی آدمی مسلسل روزہ رکھتا رہے لیکن مسائل سے ناواقفیت کی بنا پر روزہ کو باطل کرنے والی بعض چیزوں سے پرہیز نہ کرے تو بھوک اور پیاس کی زحمت اٹھانے کے علاوہ اسے کچھ نہ ملے گا اور اس کا روزہ قبول نہیں ہوگا۔

اسی لئے حضرت علیؑ نے ایسے لوگوں کو اس کولہو کے تیل سے نسبت دی ہے کہ جسے صبح سویرے کولہو میں باندھ دیا جاتا ہے اور دن بھر وہ اسی کے چاروں طرف چکر کاٹتا رہتا ہے اور شام کو اسے وہاں سے کھول کر اس کی اسی جگہ پر باندھ دیا جاتا ہے جہاں سے صبح کو کھولا گیا تھا۔ لہذا صحیح عمل کے لئے علم بہر حال ضروری ہے۔

(۱) کنز العمال: ج ۱۰، ص ۲۰۸

اور علم ایسا ہونا چاہئے جو دنیا کے ساتھ آخرت کے لئے بھی مفید ہو اسی لئے تعلیم کی راہ میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ جس علم سے زندگی میں کوئی (مادی یا روحانی) فائدہ نہیں ہے اسے ترک کر دے کیونکہ پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ کی ایک دعایہ بھی تھی: ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ“ ”پروردگار میں اس علم سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔“ (۱)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ”لَا خَيْرَ فِي قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَ عَيْنٍ لَا تَذْمَعُ وَ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ“ (۲)

”جس قلب میں خشوع نہ ہو اور جس آنکھ سے آنسو نہ نکلتے ہوں اور جس علم کا کوئی فائدہ نہ ہو اس میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہے۔“

اسی طرح آپؐ نے فرمایا ہے: ”عِلْمٌ لَا يَنْفَعُ كَدُّوْا لَيْنَجْعُ“ ”بے فائدہ علم اس دوا کی طرح ہے جس سے شفا حاصل نہ ہو۔“ (۳)

لہذا اپنی قیمتی عمر اور فکری صلاحیتوں کو ایسے علوم کے لئے خرچ کرنا جو ہمارے لئے خاص فائدہ مند نہیں ہیں اور ان کا جاننا یا نہ جاننا ہمارے لئے برابر ہے ایک فضول کام ہے جس سے گھاٹے کے علاوہ اور کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے۔

(۱) کنز العمال: حدیث ۳۶۰۹

(۲) غرر الحکم: ص ۱۹۱

(۳) غرر الحکم: ص ۴۴

۲۔ دوسرے یہ کہ عمل کرنے کے لئے علم حاصل کیا جائے کیونکہ قرآن مجید نے زبانی جمع خرچ کرنے والے بے عمل افراد کی مذمت کی ہے اور اسے گناہ قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد پروردگار ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ☆ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ (۱)

”اے ایمان والو! آخر ایسی بات کیوں کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے ہو خدا کے نزدیک یہ سخت ناراضگی کا سبب ہے کہ تم وہ بات کہو جس پر عمل نہیں کرتے ہو۔“

ایک اور آیت میں کتاب خدا پر عمل نہ کرنے والے یہودی علماء کو اس گدھے سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی پیٹھ پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہو جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا﴾ (۲)

”ان لوگوں کی مثال جن لوگوں پر توریت کا بار رکھا گیا ہے اس گدھے کی مثال ہے جو کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو۔“

پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ طاہرینؑ کی احادیث میں مختلف طریقوں سے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ عمل کے بغیر علم کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ یہ بھی ایک طرح کی جہالت ہے اور اس کی بنا پر عذاب بھی ہوگا اور انسان جہنم میں ڈال دیا جائے گا جیسا کہ حضرت علیؑ نے پیغمبر اکرمؐ کا یہ قول نقل فرمایا ہے۔

”الْعُلَمَاءُ رَجُلَانِ: رَجُلٌ آخِذٌ بِعِلْمِهِ فَهَذَا نَاجٍ وَ عَالِمٌ تَارِكٌ لِعِلْمِهِ فَهَذَا هَالِكٌ وَ أَنَّ أَهْلَ النَّارِ لَيَتَأَذُّونَ مِنْ رِيحِ الْعَالِمِ التَّارِكِ لِعِلْمِهِ وَ إِنَّ أَشَدَّ أَهْلِ النَّارِ

(۱) سورہ صف: آیت ۲/۳

(۲) سورہ جمعہ: آیت ۵

نَدَامَةً وَحَسْرَةً رَجُلٌ دَعَا عَبْدًا إِلَى اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فَاسْتَجَابَ لَهُ وَقَبِلَ مِنْهُ فَأَطَاعَ اللَّهَ فَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَأَدْخَلَ الدَّاعِيَ النَّارَ بِتَرْكِهِ عِلْمَهُ وَاتِّبَاعِهِ الْهَوَى وَطُولِ الْأَمَلِ، أَمَّا اتِّبَاعُ الْهَوَى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَطُولُ الْأَمَلِ يُنْسِي الْآخِرَةَ“ علماء کی دو قسمیں ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں، یہ نجات یافتہ ہیں لیکن کچھ ایسے ہیں جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتے ایسے افراد ہلاک ہو جائیں گے۔ اور اہل جہنم ایسے بے عمل عالم کی بدبو سے سخت اذیت میں رہیں گے۔ اور اہل جہنم کے درمیان سب سے زیادہ ندامت اور حسرت اس کو ہوگی جس نے کسی کو خدا کی طرف دعوت دی ہوگی اور وہ اس کی بات مان کر اطاعت خدا کر کے جنت میں داخل ہو جائے گا مگر یہ بے عمل عالم اپنی بے عملی اور خواہشات نفس کی پیروی اور لمبی لمبی آرزوؤں کی بنا پر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ کیونکہ خواہشات نفس کی پیروی انسان کو راہ حق سے روک دیتی ہے اور لمبی لمبی آرزوئیں آخرت کا خیال تک انسان کے ذہن سے نکال دیتی ہیں۔“ (۱)

دوسرے مقام پر پیغمبر اکرمؐ نے اپنے علم پر عمل کرنے والے افراد ہی کو عالم قرار دیا ہے آپؐ کا ارشاد گرامی ہے: ”أَلَا وَ إِنَّ الْعَالِمَ مَنْ يَعْمَلُ بِالْعِلْمِ وَإِنْ كَانَ قَلِيلَ الْعَمَلِ“ ”عالم وہی ہے جو اپنے علم پر عمل کرے چاہے اس کا علم کم ہی کیوں نہ ہو۔“ (۲)

حضرت علیؑ نے فرمایا: ”الْعِلْمُ بِالْعَمَلِ“ ”علم کا تعلق عمل سے ہے۔“ (۳) یا دوسرے مقام پر فرمایا: ”مَا عِلْمٌ مَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِعِلْمِهِ“ ”جو اپنے علم پر عمل نہ کرے گویا اس نے علم حاصل ہی نہیں کیا۔“ (۴)

(۱) اصول کافی: ج ۱ کتاب فضل علم

(۲) بحار الانوار: ج ۶ باب ۶۷

(۳) غرر الحکم: ص ۱۵۲

(۴) غرر الحکم: ص ۱۵۳

حضرت عیسیٰؑ سے روایت ہے کہ: ”لَيْسَ بِسَافِعٍ أَنْ تَعْلَمَ مَا لَمْ تَعْمَلْ أَنْ كَثْرَةَ الْعِلْمِ لَا يَزِيدُكَ إِلَّا جَهْلًا إِذَا لَمْ تَعْمَلْ بِهِ“ ”جب تک تم عمل نہ کرو علم حاصل کرنے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ جب تک عمل نہ کیا جائے علم کی زیادتی سے صرف اور صرف جہالت میں ہی اضافہ ہوتا ہے۔“ (۱)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: ”أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عَالِمٌ لَا يَنْتَفِعُ مِنْ عِلْمِهِ بِشَيْءٍ“ (۲)

”تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب اس عالم پر ہوگا جس نے اپنے علم سے خود کوئی فائدہ نہ اٹھایا ہو۔“

اسی طرح آپؑ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”إِنَّ الْعَالِمَ إِذَا لَمْ يَعْمَلْ بِعِلْمِهِ زَلَّتْ مَوْعِظَتُهُ عَنِ الْقُلُوبِ كَمَا يَزِلُّ الْمَطَرُ عَنِ الصَّفَا“ ”اگر کوئی عالم اپنے علم پر خود ہی عمل نہ کرے تو اس کا موعظہ اور نصیحت دلوں سے اسی طرح پھسل جاتے ہیں جس طرح چکنے پتھر کے اوپر سے بارش کا پانی بہہ کر چلا جاتا ہے۔“ (۳)

حضرت علیؑ نے منبر سے خطاب کرتے ہوئے لوگوں سے فرمایا: ”أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا عَلِمْتُمْ فَاعْمَلُوا بِمَا عَلِمْتُمْ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ إِنَّ الْعَالِمَ الْعَامِلَ بغيرِهِ كَالْجَاهِلِ الْحَائِرِ الَّذِي لَا يَسْتَفِيقُ عَنْ جَهْلِهِ بَلْ قَدْ رَأَيْتُ أَنَّ الْحُجَّةَ عَلَيْهِ أَعْظَمُ وَالْحَسْرَةَ أَدْوَمُ عَلَى هَذَا الْعَالِمِ الْمُنْسَلِخِ مِنْ عِلْمِهِ مِنْهَا عَلَى هَذَا الْجَاهِلِ الْمُتَحَيِّرِ فِي جَهْلِهِ وَكِلَاهُمَا حَائِرٌ بَائِرٌ لَا تَرْتَابُوا فَتَشْكُوا وَلَا تَشْكُوا فَتَكْفُرُوا وَلَا تَرَحُّصُوا لِأَنْفُسِكُمْ فَتُدْهِنُوا“

(۱) میزان الحکمة: باب ۲۸۸۸

(۲) بحار الانوار: ج ۲، ص ۳۷

(۳) اصول کافی: ج ۱، ص ۴۴

لَا تُذْهِبُوا فِي الْحَقِّ فَتَحْسِرُوا وَإِنَّ مِنَ الْحَقِّ أَنْ تَفْقَهُوا وَمِنَ الْفَقْهِ أَنْ لَا تَغْتَرُوا وَإِنْ أَنْصَحَكُمْ لِنَفْسِهِ أَطُوعُكُمْ لِرَبِّهِ وَأَغْشَكُمْ لِنَفْسِهِ أَغْصِيكُمْ لِرَبِّهِ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ يَأْمَنْ وَ يَسْتَبْشِرْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ يَحْزَنُ وَيُنْذَمُ“

”اے لوگو! جب تمہیں کوئی بات معلوم ہو جائے تو پھر اس پر عمل کرو شاید اس طرح تم ہدایت پا جاؤ۔ کیونکہ بے عمل عالم اس سرگرداں جاہل کی طرح ہے جو اپنی جہالت سے چھٹکارا نہیں حاصل کرتا ہے بلکہ میرا نظریہ تو یہ ہے کہ اگرچہ یہ دونوں ہی حیران و سرگرداں ہیں لیکن تب بھی بے عمل عالم پر جاہل سے کہیں زیادہ خدا کی حجت عظیم ہے اور اس کی حسرت و پشیمانی دائمی ہے۔ شک و شبہ کو اصلاً اپنے پاس نہ آنے دو، ورنہ اس شک کے وسوسہ میں گرفتار ہو جاؤ گے اور اگر شک میں گرفتار ہو گئے تو کافر ہو جاؤ گے۔ اپنے آپ کو ڈھیل نہ دو ورنہ ست ہو جاؤ گے اور حق کو کمزور اور ست نہ سمجھو ورنہ گھانا اٹھانا پڑے گا کیونکہ ایک حق بات تو یہ بھی ہے کہ عالم بنو اور علم یہ ہے کہ غرور اور دھوکہ سے محفوظ رہو۔ کیونکہ تم لوگوں میں جو شخص سب سے زیادہ خود اپنے آپ کو نصیحت کرنے والا ہے وہ خدا کا سب سے زیادہ اطاعت گزار ہوگا اور جو سب سے زیادہ اپنے نفس کے ساتھ خیانت کرنے والا ہے وہ اپنے رب کا سب سے بڑا نافرمان ہے اور جو شخص خداوند عالم کا اطاعت گزار بندہ ہے وہ اس کی امان میں ہے اور اسے جنت کی بشارت دی جائے گی اور جو شخص خدا کی نافرمانی کرے گا ناامید اور نادم و پشیمان ہوگا۔“ (۱)

جناب مفضل بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق سے سوال کیا کہ آخرت میں نجات پانے والوں کو کس طرح پہچانا جائے؟ یعنی ان کی نشانیاں کیا ہیں؟

تو حضرت نے جواب دیا: ”مَنْ كَانَ فِعْلُهُ لِقَوْلِهِ مُوَافِقًا قَاتٍ لَهُ بِالشَّهَادَةِ“

وَمَنْ لَمْ يَكُنْ فِعْلُهُ لِقَوْلِهِ مُوَافِقًا فَإِنَّمَا ذَلِكَ مُسْتَوْذَعٌ“ (۱)

”یعنی جس شخص کے قول اور فعل میں یکسانیت دکھائی دے تو اس کی نجات کی گواہی دید اور جس شخص کا قول اس کے عمل کا مخالف ہو تو وہ متزلزل ہے“ (اس کی نجات اس کی اصلاح کے مرہون منت ہے)

مختصر یہ کہ پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی متعدد احادیث میں علم اور عمل کو ایک دوسرے کا ساتھی قرار دیا گیا ہے یعنی جہاں علم ہوگا وہاں عمل بھی ہوگا اور اگر خدا نخواستہ عمل نہ پایا جائے تو پھر وہاں سے علم بھی رخصت ہو جاتا ہے جیسا کہ پیغمبر اکرم کا ارشاد گرامی ہے: ”إِنَّ الْعِلْمَ يَهْتَفُ بِالْعَمَلِ فَإِنْ أَجَابَهُ إِلَّا ارْتَحَلَ عَنْهُ“ ”علم عمل کو آواز دیتا ہے چنانچہ اگر عمل اس کا مثبت جواب دیدے تو کیا کہنا ورنہ علم بھی رخصت ہو جاتا ہے۔“ (۲)

حضرت علی کا ارشاد بھی تقریباً اسی کے مانند ہے: ”الْعِلْمُ مَقْرُونٌ بِالْعَمَلِ فَمَنْ عَمِلَ عَمِلَ وَالْعِلْمُ يَهْتَفُ بِالْعَمَلِ فَإِنْ أَجَابَهُ إِلَّا ارْتَحَلَ عَنْهُ“ ”علم اور عمل دونوں جڑواں ہیں لہذا جو علم حاصل کر لیتا ہے وہ اس پر عمل بھی کرتا ہے کیونکہ علم، عمل کو اپنے پاس بلاتا ہے اگر عمل آجائے تو کیا کہنا ورنہ علم بھی اس کے پاس سے رخصت ہو جاتا ہے۔“ (۳)

(۱) اصول کافی: ج ۱، ص ۳۵

(۲) بحار الانوار: ج ۲، ص ۳۳

(۳) بحار الانوار: ج ۲، ص ۳۶

سبق کا خلاصہ:

اسلام کی نگاہ میں صرف اور صرف علم کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے بلکہ تعلیم کا مقصد عالم باعمل بننا ہے اسی بنا پر انسان کی عملی زندگی میں جن علوم کا کوئی زیادہ مصرف اور فائدہ نہیں ہے اسلام نے مسلمانوں کو ایسے علوم سیکھنے سے منع کیا ہے۔

اسی طرح اسلامی روایات میں بغیر علم کے عمل کرنے کو بھی ایک طرح کی سرگردانی اور حیرانی قرار دیا گیا ہے۔

سوالات:

- ۱۔ حضرت علیؑ نے بے عمل عالم کو کس سے تشبیہ دی ہے؟
- ۲۔ پیغمبر اکرمؐ کی نگاہ میں بے عمل عالم کس سے مشابہ ہے؟
- ۳۔ حضرت علیؑ نے نادان عابد کو کس سے تشبیہ دی ہے؟
- ۴۔ قرآن کریم نے بے عمل عالم کو کس سے تشبیہ دی ہے؟
- ۵۔ جن احادیث میں بے عمل عالم کو عذاب سے ڈرایا گیا ہے ان میں سے کوئی ایک حدیث بیان کیجئے؟

۶۔ امام صادقؑ نے کن لوگوں کو جہنم سے نجات یافتہ قرار دیا ہے؟

پانچواں سبق

استاد اور شاگرد کے مشترکہ فرائض (۳)

۳۔ غرور سے پرہیز

جب استاد اور شاگرد اپنی نیت کو خالص بنالیں اور ان کا مقصد قربۃ الی اللہ ہو نیز وہ اپنے دل میں یہ مستحکم ارادہ کر لیں کہ اسی تعلیم کے مطابق اپنی پوری زندگی گذاریں گے تو انہیں اس بات کی طرف بھی متوجہ رہنا چاہئے کہ علم کی لذت اور شیرینی ان کو فریب میں مبتلا نہ کر دے اس لئے کہ انسانی فطرت یہ ہے کہ ہر انسان ترقی اور بلندی کا خواہاں ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں وہ مسلسل کوشش کرتا ہے اسی لئے بلندی اور کمالات کی منزلوں پر پہونچانے والی ہر چیز حاصل کرنے سے لذت اور خوشی محسوس ہوتی ہے لہذا وہ اور زیادہ محنت اور لگن سے کام کرتا ہے لیکن ہر لمحہ اسے یہ دھیان رہنا چاہئے کہ یہ سب کمالات قرب الہی تک پہونچنے کا ذریعہ ہیں کیونکہ واقعی کمالات و فضائل بلکہ کمال مطلق کا مالک و مختار وہی ہے لہذا علم کے ذریعہ اپنے اندر اخلاقی، معنوی اور روحانی کمالات پیدا کر کے اس کی رضا و خوشنودی حاصل کرنا ہی مقصد ہونا چاہئے تاکہ وہ بآسانی قرب الہی کی منزل تک پہونچ سکے۔

کیونکہ علم اور تعلیم ایک ایسا نشہ بھی ہے کہ اگر کوئی آدمی اس میں چور ہو جائے تو وہ آہستہ آہستہ اپنے اصلی مقصد سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور جو علم انسان کو اس کے اصل مقصد سے دور کر دے

اسے علم اخلاق میں ”حجاب“ یعنی پردہ کہتے ہیں کیونکہ وہ انسان اور خدا کے درمیان پردہ بن جاتا ہے اور کیونکہ علم سے انسان کی قدرت و طاقت میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ دنیا و مافیہا کے بارے میں بے شمار معلومات حاصل کر لیتا ہے۔

اور دوسرے یہ کہ روحانی کمالات کے درمیان علم کا ایک عجیب ہی اثر ہے اسی بنا پر پڑھے لکھے لوگ (علماء) بہت جلد غرور و تکبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان کے دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: ”الْعِلْمُ هُوَ الْحِجَابُ الْأَكْبَرُ“ ”علم سب سے بڑا پردہ ہے۔“

دوسری اہم بات یہ ہے کہ جب تعلیم کا اصل علم کے ذریعہ اپنی تربیت اور اپنے نفس کی اصلاح ہے تاکہ انسان خدا تک پہنچ سکے تو اگر کوئی شخص اصلاح نفس کے بجائے غرور و تکبر، خود بینی وغیرہ جیسی برائیوں میں مبتلا ہو جائے اسے ہر روز اپنے علم اور معلومات میں اضافہ کا خیال تو رہے لیکن خدا کے سامنے ذرہ برابر تواضع اور انکساری وغیرہ کا خیال نہ آئے وہ روحانی ترقی اور کمالات حاصل کرنے کے بجائے ہر روز خدا سے دور ہوتا چلا جائے تو ایسے علم کا فائدہ کیا ہے؟

لہذا ہر شخص کا فریضہ ہے کہ علم کو مذکورہ کمالات تک پہنچنے کا زینہ قرار دے تاکہ وہ ہلاکتوں میں گرفتار ہونے سے محفوظ رہے اور ابدی سعادت حاصل کر سکے۔

۴۔ توکل

جو لوگ کسی علمی کام میں مشغول رہتے ہیں جیسے معلم، مدرس، طالب علم، مؤلف، مصنف، محقق وغیرہ ان سب لوگوں کے لئے جہاں اپنے اندر اعتماد نفس پیدا کرنے کے علاوہ اپنے ذہن سے احساس ضعف و ناتوانی نیز احساس کمتری کو نکالنا ضروری ہے اسی طرح ان کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ وہ خدا پر توکل کو اپنا نصب العین قرار دیں کیونکہ علمی کاموں میں سخت محنت و مشقت کی ضرورت ہوتی ہے راحت و آرام کے ذریعہ یہ دولت ہاتھ آنے والی نہیں ہے لہذا اپنے کو ایک سخت جہاد کے لئے تیار

کرنا ضروری ہے اور اپنی محنت و کوشش سے زیادہ خداوند عالم پر توکل اور مکمل بھروسہ ہونا چاہئے کیونکہ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ ”اللہ کے علاوہ کوئی قوت و طاقت نہیں ہے۔“

دوسرے یہ کہ جو لوگ اس طرح کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں عام طور پر ان کی آمدنی کم ہوتی ہے اور وہ آمدنی کی طرف بقدر ضرورت توجہ نہیں دے پاتے جس کی بنا پر وہ مالی پریشانیوں سے دوچار رہتے ہیں اور بسا اوقات دوسروں کے سامنے ہاتھ بھی پھیلا دیتے ہیں جب کہ خداوند عالم نے ان کی روزی کا خود وعدہ کیا ہے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ”إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ تَكْفَّلَ لِطَالِبِ الْعِلْمِ بِرِزْقِهِ خَاصَّةً عَمَّا ضَمِنَهُ لِغَيْرِهِ“ ”پروردگار عالم نے تمام لوگوں سے رزق کا عام وعدہ کرنے کے علاوہ طالب علم کی روزی کی خاص طور پر ضمانت لی ہے۔“ (۱)

لہذا جو افراد بھی علم کی راہ میں قدم رکھیں وہ دوسروں پر اعتماد کے بجائے صرف اور صرف خداوند عالم پر توکل اور بھروسہ رکھیں اور اسی سے روزی طلب کریں اور اپنے علمی کاموں میں مشغول رہیں۔

تیسرے یہ کہ علم کے بلند مقامات تعلیم ہی کے ذریعہ حاصل نہیں ہوتے ہیں کیونکہ علم درحقیقت ایک نور ہے جو خداوند عالم کے قبضہ قدرت میں ہے وہ جسے چاہے دولت علم سے مالا مال کر سکتا ہے جیسا کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے کہ: ”لَيْسَ الْعِلْمُ بِالتَّعْلَمِ إِنَّمَا هُوَ نُورٌ يَقَعُ فِي قَلْبٍ مَنْ يُرِيدُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنْ يَهْدِيَهُ“ ”علم تعلیم حاصل کرنے سے ہاتھ نہیں آتا ہے بلکہ وہ تو ایک ایسا نور ہے کہ خداوند عالم جس کی ہدایت کرنا چاہتا ہے اسے اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔“ (۲)

(۱) کنز العمال: ۲۸۷: ۱، منیۃ المرید ص ۱۶۰

(۲) بحار الانوار: ج ۱، باب ۷، ص ۲۲۳

لہذا علم کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے خداوند عالم سے ہدایت طلب کرتے رہنا چاہئے اور جب اس راہ میں قدم اٹھائے تو اسی پر توکل رہے اور اس بات کا یقین رہے کہ خداوند عالم نے بندوں کی ہدایت کا جو وعدہ کیا ہے وہ اسے ضرور پورا کرے گا۔

۵۔ تقویٰ اور اصلاح نفس

استاد اور طالب علم کے مشترکہ فرائض میں تیسری صفت یہ ذکر کی گئی تھی کہ وہ اپنے علم سے فریب نہ کھائیں ورنہ وہی علم انہیں خدا سے قریب کرنے کے بجائے اس سے دور کر دے گا لہذا اس خطرہ سے محفوظ رہنے کے لئے ان پر ضروری ہے کہ سب سے زیادہ اپنے نفس کی اصلاح اور اس کے تقدس کی جانب متوجہ رہیں اور علم کے سہارے دوسروں کی بہ نسبت جلد از جلد قرب خدا کی منزلیں طے کریں۔

تقویٰ علم کی ایک اور شرط ہے کیونکہ پروردگار عالم نے قرآن مجید میں تقویٰ کو ہدایت کی شرط قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ (۱) ”یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور یہ متقین کے لئے ہدایت ہے۔“

لہذا قرآن مجید کے علوم و معارف سے صرف وہی فیضیاب ہو سکتے ہیں جو واقعتاً متقی و پرہیزگار ہیں دوسرے یہ کہ خداوند عالم نے خود وعدہ فرمایا ہے کہ اگر تم متقی بن جاؤ گے تو خداوند عالم تمہیں دولت علم سے مالا مال کر دے گا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿اتَّقُوا اللَّهَ وَ يَعْلَمْكُمْ اللَّهُ﴾ (۲) ”تم تقویٰ اختیار کرو تا کہ اللہ تم کو علم عطا فرمائے۔“

قرآن میں یہ بھی اعلان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا﴾ (۳)

”ایمان والو! اگر تم تقویٰ الہی اختیار کرو گے تو وہ تمہیں حق و باطل میں تفرقہ کی صلاحیت عطا کر دے گا۔“

”فرقان“ اس چشم بصیرت کو کہا جاتا ہے کہ جس کے پاس یہ نعمت الہی ہو وہ زندگی کے کسی بھی مرحلہ میں حیرانی و سرگردانی اور گمراہی میں مبتلا نہ ہوگا اور اسے حق و باطل کی تمیز میں کسی قسم کی زحمت نہیں ہوتی اور اسے بآسانی اندازہ ہو جاتا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کدھر ہے۔

جب امام جعفر صادق کی حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ علم نور الہی ہے وہ جس دل میں عطا کرنا چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے تو پھر علم کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے بھی خداوند عالم سے ہی دعا کرنا چاہئے جس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان تقویٰ و پرہیزگاری کے ذریعہ اپنے نفس کو پاک و پاکیزہ بنائے اور خداوند عالم سے نزدیک ہو جائے نیز اپنے دل کو بھی اتنا نورانی کر لے کہ اس میں نور الہی جلوہ گلن ہو سکے۔

علمائے کرام، عوام کے لئے نمونہ عمل ہوتے ہیں اور لوگ عموماً ہر کام میں علماء کرام ہی کو اپنا آئیڈیل قرار دیتے ہیں اور ایک بزرگ عالم کے بقول ”عوام ہر کام میں علماء سے ایک زینہ پیچھے رہتے ہیں لہذا اگر علماء صاحبان تقویٰ و ورع ہو گئے تو لوگ مباح کام کو انجام دیں گے اور علماء ہی اگر صرف مباح کاموں پر اکتفا کرنے لگیں تو عوام مشتبا و مکر وہ کام کرنے لگیں گے اور اگر علماء مکر وہ بھی انجام دینے لگیں تو عوام حرام کام کرنے لگیں گے اور اگر خدا نخواستہ لوگ علماء کو حرام کاموں میں مبتلا دیکھ لیں تو پھر وہ کافر ہو جائیں گے“

۶۔ نیک اخلاق

علمائے کرام کے کاندھوں پر کیونکہ عوام کی رہبری اور ہدایت کی ذمہ داری ہے لہذا ان کا اخلاق ایسا ہونا چاہئے کہ لوگ بآسانی ان سے مل سکیں ان سے ملاقات کر سکیں اس کے علاوہ علمائے کرام

(۱) سورہ بقرہ: آیت ۲

(۲) سورہ بقرہ: آیت ۲۸۲

(۳) سورہ انفال: آیت ۲۹

کے لئے تواضع و انکساری اور نیک اخلاق کی بحد ضرورت ہے تاکہ اس کی بنا پر عوام خود بخود متاثر ہو کر ان سے قریب ہو جائیں جیسا کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: ”أَطْلُبُوا الْعِلْمَ وَ تَزَيَّنُوا مَعَهُ الْحِلْمَ وَالْوَقَارَ وَ تَوَاضَعُوا لِمَنْ تُعَلِّمُونَهُ الْعِلْمَ وَ تَوَاضَعُوا لِمَنْ طَلَبْتُمْ مِنْهُ الْعِلْمَ وَلَا تَكُونُوا عُلَمَاءَ جَبَّارِينَ فَيَذْهَبَ بِاطْلَاقِكُمْ بِحَقِّكُمْ“ ”علم حاصل کرو اور علم کے ساتھ خود کو حلم و بردباری سے مزین کرو اور جس کو تعلیم دیا جس سے تعلیم حاصل کرو ان سب کے ساتھ انکساری سے پیش آؤ اور جابر و متکبر علماء کی طرح نہ ہو جاؤ کہ تمہاری حق باتیں تمہارے غلط اعمال کے ساتھ رخصت ہو جائیں۔“ (۱)

پروردگار عالم نے قرآن مجید میں پیغمبر اکرمؐ سے خطاب کر کے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اگر آپ کے اندر نیک اخلاق موجود نہ ہوتا تو آپ کو یہ کامیابی نہ ملتی اور کوئی بھی اسلام قبول نہ کرتا۔ ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾ (۲) ”پیغمبر! یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ آپ ان کے لئے نرم ہیں ورنہ اگر آپ بد مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔“

۷۔ عزت نفس

علماء و طلاب کے کاندھوں پر کیونکہ تبلیغ دین اور ہدایت امت کی عظیم ذمہ داری ہے لہذا معاشی اعتبار سے انھیں لوگوں کے درمیان اس طرح زندگی گزارنا چاہئے کہ وہ ان کے درمیان باعزت رہیں اور کوئی بھی ان پر تحقیر آمیز نگاہ نہ ڈالے اور ان کو مالی امداد کی پیش کش نہ کرے۔ کیونکہ ایسی صورت میں مدد کرنے والے حضرات اپنے کو ان کا محسن اور سرپرست سمجھنے لگتے ہیں اور آہستہ آہستہ

(۱) اصول کافی: ج ۱، ص ۳۶

(۲) سورہ آل عمران: آیت ۱۵۹

علماء بھی انہیں کے احسان مند ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں کی مرضی کے مطابق چلنے لگتے ہیں اور تبلیغ دین اور اصلاح امت کا فریضہ بھول جاتے ہیں۔

لہذا جب خود خداوند عالم نے طالب علم اور علماء کی روزی کا وعدہ کیا ہے تو پھر ان کے لئے یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ اپنے معاشیات میں لوگوں کی امداد پر نگاہیں جمائے رہیں اور اس سے بھی بدتر مرحلہ وہ ہے کہ جب کوئی عالم کسی دربار یا عہدہ دار سے وابستہ ہو جائے تو اسے چاہے اپنا مقصد حاصل ہو یا نہ ہو وہ دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان اٹھائے گا۔ اور لوگوں کی نگاہ میں اس کی کوئی عزت نہ رہ جائے گی۔

البتہ حکومتوں سے وابستہ ہونا اس وقت غلط ہے کہ جب انسان کو عہدہ یا مال و دولت کی لالچ ہو لیکن اگر وہ اس کے ذریعہ اسلام کی حفاظت اور مومنین کرام کی خدمت انجام دے تو یہ بات نہ صرف یہ کہ بری نہیں ہے بلکہ بہترین کار خیر ہے جس کے متعدد نمونے اسلامی تاریخ میں موجود ہیں جیسے علی بن یقطین، محمد بن اسماعیل بن بزیع و نوح بن دراج وغیرہ نے ظالم و جابر حکومتوں میں رہ کر مومنین کی امداد کی ہے اور حتی الامکان ان کے مظالم سے انہیں محفوظ رکھا ہے۔ البتہ یہ بہت نازک اور خطرناک مرحلہ ہے کیونکہ کسی وقت بھی انسان مال و دولت اور عیاشی کا دلدادہ ہو سکتا ہے اور یہ عہدہ یا دولت اس کی دنیا و آخرت کو تباہ و برباد کر سکتے ہیں لہذا ہر عالم کو ایسے حالات میں پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے۔

۸۔ دینی اقدار کی حفاظت

مذکورہ آداب و اخلاقیات کے علاوہ ایک عالم اور طالب عالم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایسی تمام باتوں کا خیال رکھے جو ایک طالب علم یا عالم دین کی پہچان ہیں اور اس کے شایان شان ہیں جیسے نماز جماعت میں شرکت، اول وقت نماز کی ادائیگی، نیک کرداری، لوگوں کے ساتھ حسن سلوک،

حقوق کی ادائیگی، مریضوں کی عیادت، غرباء و مساکین اور مظلوم و ستم رسیدہ افراد کی دلجوئی اور ہر ایک کے ساتھ محبت اور ہمدردی سے پیش آنا۔

اسی طرح صفائی، لباس کی وضع و قطع، چال چلن، انداز گفتگو غرض کہ ہر اعتبار سے محتاط رہنا چاہئے کیونکہ عوام الناس بہت ہی باریک بینی سے ان کی ایک ایک نقل و حرکت پر نگاہ رکھتے ہیں اور کسی ایک عالم کی ذرا سی کوتاہی یا لغزش سے پوری صنف کی آبرو خاک میں مل جاتی ہے۔

مختصر یہ کہ علماء کرام اور طلاب کی نشست و برخاست اور کردار کو اسلامی تعلیمات اور آداب و احکام کا آئینہ دار ہونا چاہئے تاکہ ان کے ہر عمل سے کسی نہ کسی اسلامی حکم کی طرف عوام کی رہنمائی ہوتی رہے۔ اور انہیں دیکھ کر عام افراد خود بخود اسلامی تعلیمات کے گرویدہ اور پابند ہو جائیں۔

سبق کا خلاصہ:

تعلیم کی طرح جس کام سے بھی انسان کو لذت حاصل ہوتی ہے ممکن ہے کہ وہی چیز انسان کو اس کے اصلی مقصد ”قرب خدا“ سے دور کر دے لہذا علماء اور طلاب کو اس کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ تعلیم میں جو جہتیں اور مشکلات ہوتی ہیں ان کے پیش نظر طلاب اور علماء کو خدا پر زیادہ توکل کرنا چاہئے۔

چونکہ علم نور الہی ہے لہذا تزکیہ نفس اور تقویٰ کے ذریعہ علم حاصل کرنے کے مواقع فراہم کرنا ضروری ہیں۔

تبلیغ اور ہدایت کی ذمہ داری کی بناء پر علماء کو اخلاق کا پیکر ہونا چاہئے۔

خداوند عالم پر توکل اور اعتماد نیز خلوص نیت کا تقاضا یہ ہے کہ علماء و طلاب، عزت نفس اور قناعت کے ذریعہ لوگوں کے محتاج بن کر نہ رہیں۔

قول و فعل میں یکسانیت کے لئے ضروری ہے کہ علماء و طلاب ظاہری اعتبار سے بھی دینی اقدار کا خاص خیال رکھیں۔

سوالات:

- ۱۔ پیغمبر اکرمؐ نے علم کو ”حجاب اکبر“ کیوں کہا ہے؟
- ۲۔ دوسروں کے مقابل طلباء کے لئے خدا پر زیادہ توکل کیوں ضروری ہے؟
- ۳۔ تقویٰ علم حاصل کرنے کی ایک اہم شرط کیوں ہے؟
- ۴۔ قرآن کریم کی نظر میں لوگ پیغمبر اکرمؐ کے پاس گرویدہ ہو کر کیوں پہنچ جاتے تھے؟
- ۵۔ مدرس اور شاگرد کے فرائض کو مختصر طور سے بیان کیجئے؟

چھٹا سبق

استاد کے فرائض (۱)

استاد اور شاگرد کے مشترک آداب و فرائض سے آگاہ ہونے کے بعد اب آئندہ دروس میں آپ استاد اور شاگرد کے خصوصی وظائف اور فرائض سے واقفیت حاصل کریں گے۔

شہید ثانیؒ نے ایک استاد اور معلم کے فرائض و آداب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ خود اپنے بارے میں معلم کے فرائض - ۲۔ شاگردوں کے بارے میں معلم کی ذمہ داری۔

۳۔ کلاس میں معلم کے فرائض۔

۱۔ اپنے بارے میں استاد کے فرائض

۱۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد جس شخص کے دل و دماغ میں بھی مدرس اور استاد بننے کا شوق اور جذبہ پایا جاتا ہے اسے سب سے پہلے یہ خیال رکھنا چاہئے کہ جو تعلیم دینا چاہتا ہے اس موضوع کے بارے میں پہلے خود اچھی طرح مہارت حاصل کر لے چنانچہ جب تک اپنے کسی استاد کے سامنے وہ اپنی صلاحیتوں کو خوب نہ پرکھ لے اس طرف قدم آگے نہ بڑھائے۔ ورنہ چادر سے زیادہ پیر پھیلانے سے اسے خود ہی زحمتوں کا سامنا کرنا پڑے گا جیسا کہ رسول اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے:

”الْمُتَشَبِعُ بِمَا لَمْ يُعْطِ كَلَابِسِ ثَوْبِي زُورٌ“ جسے کوئی چیز نہ ملی ہو اس سے متعلق اپنے کو

سیر اور مستغنی ظاہر کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے کوئی نامناسب لباس اپنے اوپر زبردستی چڑھا لے۔“ (۱)

۲۔ اس شخص کو تعلیم دے جو واقعاً اس کا اہل ہو اور علم کو قدر و قیمت کی نگاہ سے دیکھتا ہو ورنہ اس کے علم کی کوئی اہمیت نہ رہے گی۔

گذشتہ علماء اپنے شاگردوں کے گھر جا کر انہیں تعلیم دینے کو اپنی توہین سمجھتے تھے اور اسی لئے شاگردوں کو اپنے گھر بلایا کرتے تھے کیونکہ اگر استاد اپنے شاگرد کے گھر جائے گا تو اس سے شاگرد کی نگاہ میں استاد اور حتیٰ کہ خود اس علم کی کوئی قدر و قیمت نہ رہ جائے گی۔ اسی لئے اسلام میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ علم وہ دولت ہے جس کے لئے سفر اور غریب الوطنی کی مشکلات اور زحمتوں کو برداشت کرنے کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

۳۔ پہلے بھی ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ ہر شخص کو عمل کرنے کی نیت سے علم حاصل کرنا چاہئے لیکن شاگردوں کی بہ نسبت علم پر عمل کرنے کے بارے میں استاد کی ذمہ داری زیادہ ہے کیونکہ اگر استاد خود اپنے علم پر عمل نہ کرے گا تو پھر استاد کی فریضہ کو بخوبی انجام نہیں دے سکتا اور اس کی بے عملی کو دیکھ کر خود اس کے شاگرد ہی اس کی بات نہیں مانیں گے بلکہ وہ آپس میں یہی کہیں گے کہ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو سب سے پہلے ہمارے استاد کو اس پر عمل کرنا چاہئے تھا۔ اسی بات کی طرف قرآن مجید نے ان الفاظ میں توجہ دلائی ہے: ﴿اتَّامُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ﴾ ”کیا تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے کو بھول جاتے ہو؟“ (۲)

(۱) سنن ابن داؤد: کتاب ادب حدیث ۳۹۹۷، منیۃ المرید: ص ۲۱۷

(۲) سورۃ بقرہ: آیت ۸۳

امام جعفر صادق نے آئیہ کریمہ ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ (۱) ”لیکن اللہ سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں صرف صاحبان معرفت (علماء) ہیں“ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: ”مَنْ صَدَّقَ فِعْلُهُ قَوْلَهُ وَمَنْ لَمْ يُصَدِّقْ قَوْلُهُ فِعْلُهُ فَلَيْسَ بِعَالِمٍ“ ”جس کا فعل اس کے قول کے مطابق ہو (وہ واقعی عالم ہے) اور جس کا فعل اس کے قول کی تصدیق نہ کرے وہ عالم نہیں ہے۔“ (۲)

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”قَطَعَ ظَهْرِي اثْنَانِ عَالِمٌ مُتَهْتِكٌ وَجَاهِلٌ مُتَنَسِّكٌ هَذَا يَصُدُّ النَّاسَ عَنْ عِلْمِهِ بِتَهْتِكِهِ وَهَذَا يَصُدُّ النَّاسَ عَنْ نُسُكِهِ بِجَهْلِهِ“ ”دو لوگوں نے میری کمر توڑ کر رکھ دی ہے بے عمل عالم اور نادان مقدس مآب۔ یہ اپنی بے عملی کی وجہ سے لوگوں کو اپنے علم سے دور کرتا ہے اور وہ اپنی جہالت کی بنا پر لوگوں کو عبادت سے روک دیتا ہے۔“ (۳)

لہذا استاد کے کردار میں تضاد نہ ہونا ضروری اور لازم ہے استاد جس بات پر خود عمل کرے اسی کی طرف اپنے شاگردوں کو دعوت دے۔

مثلاً اگر شاگرد استاد کی زبان سے نماز جماعت، مریضوں کی عیادت، تشیع جنازہ، لوگوں سے محبت اور ہمدردی کے فضائل سنیں مگر اسے ایسے مواقع پر نہ دیکھیں یا جن چیزوں سے استاد انہیں روکتا ہے وہی کام کرتے ہوئے شاگرد اسے دیکھ لیں تو ان پر اس کا قطعاً صحیح اثر نہ پڑے گا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ کسی شرعی عذر یا مجبوری کی وجہ سے وہ ان باتوں پر عمل نہ کر سکتا ہو تو اس صورت میں اسے حتیٰ الامکان لوگوں کی نگاہوں سے اور خاص طور سے جن کے لئے وہ نمونہ عمل ہے ان کی نگاہوں سے

(۱) سورۃ فاطر: آیت ۲۸

(۲) اصول کافی: ج ۱، ص ۳۶

(۳) بحار الانوار: ج ۱، ص ۲۰۸

دور رہنا چاہئے۔ کیونکہ شیطان بلا وجہ ان کے اندر اس کے بارے میں برے خیالات پیدا کر سکتا ہے مثلاً شریعت نے مسافر یا مریض وغیرہ کو بھی سب کے سامنے ماہ رمضان میں کھانے سے منع کیا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس طرح روزہ کا تقدس اور عظمت و احترام ختم نہ ہو جائے اور جو بے عمل ہیں یا جن کا ایمان کمزور ہے ان کو روزہ نہ رکھنے کا بہانہ مل جائے گا یا عمل ہونا ان افراد کے لئے زیادہ ضروری ہے جنہیں لوگ اپنے لئے نمونہ عمل قرار دیتے ہیں جیسے علماء یا معلمین و مدرسین وغیرہ لہذا ایسے نازک حالات میں اپنے شاگردوں کے سامنے کوئی بھی ایسا کام نہ کرنا چاہئے جس سے ان کے اوپر انگلی اٹھائی جائے یا بہتان کا خطرہ ہو۔

روایت میں ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ ایک رات اپنی ایک زوجہ کے ہمراہ اپنے گھر تشریف لے جا رہے تھے تو راستہ میں کسی صحابی سے ملاقات ہو گئی تو آپ نے اس سے کہا ”کہ یہ میری فلاں زوجہ ہے“ آپ نے اس جملہ سے اس کے ذہن میں پیدا ہونے والا بے جا فطور، دور کر دیا۔

۳۔ ایک استاد کو اپنے شاگردوں اور عام لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ بااخلاق ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ ان کے لئے نمونہ عمل اور آئیڈیل ہے اور اس کے عمل میں اس کی زبان سے زیادہ تاثیر ہوتی ہے لہذا اس کے اندر تواضع، نیک اخلاق، میل محبت، ہمدردی، نرم دلی وغیرہ اتنی زیادہ ہو کہ دیکھنے والا اسے دوسروں سے بہتر سمجھے اور اس کی باتوں پر شوق کے ساتھ عمل کرے۔

روایت میں ہے کہ ایک دن جناب عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا: کہ تم سے میری ایک خواہش ہے کیا تم اسے مان لو گے؟ تو انہوں نے عرض کی، ضرور فرمائیے بھلا ہم کیوں نہ مانیں گے؟ چنانچہ آپ کھڑے ہوئے اور یکے بعد دیگرے سب کے پیر دھونے لگے۔ انہوں نے روکنا بھی چاہا مگر چونکہ پہلے جناب عیسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کر چکے تھے لہذا اثر مندہ ہونے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکے۔ جب آپ سب کے پیر دھو چکے تو آپ کے حواریوں نے کہا کہ یہ کام تو ہمیں

کرنا چاہئے تھا کہ ہم آپ کے پیر دھوتے تو آپ نے فرمایا: تمام لوگوں کے درمیان عالم دین سب سے زیادہ خدمت کا حقدار ہوتا ہے میں نے اپنے اس طریقہ کار سے تمہاری خدمت کی ہے لہذا تم بھی میرے بعد لوگوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنا پھر آپ نے فرمایا: ”حکمت کا گھر تواضع کے ذریعہ آباد ہوتا ہے نہ کہ تکبر کے ذریعہ جس طرح کہ سبزہ زم زمینوں میں اگتا ہے پتھروں پر نہیں۔“

۵۔ یہ بھی توجہ رہے کہ علم نااہلوں کے ہاتھ میں نہ جانے پائے کیونکہ وہ لوگ صرف اسی لئے علم حاصل کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ اپنے کو اور مضبوط بنالیں اور پھر آسانی کے ساتھ اپنے ظلم و ستم اور گمراہیوں کو مزید بڑھاوا دے سکیں۔

اگرچہ دنیاوی مقاصد کے لئے تعلیم حاصل کرنا بھی صحیح نہیں ہے اور اگر کسی کے دل میں ایسا ارادہ ہو اور اس کے استاد کو اس کی نیت کا پتہ چل جائے تو استاد اس کو اپنے علم سے محروم نہ کرے بلکہ اسے اس کی غلط نیت کی طرف متوجہ کر کے اس کی اصلاح کی کوشش کرتا رہے کیونکہ ایک اچھے معلم کی پہچان یہی ہے کہ اس کے علم اور نیک اخلاق کی بنا پر اس کے شاگرد اور طلباء صحیح راستہ اختیار کر لیں۔ جیسا کہ علماء کرام کی یہی سیرت رہی ہے کہ وہ درس شروع کرنے سے پہلے اپنے شاگردوں کے اخلاقی سدھار پر ضرور توجہ دیتے ہیں اور جب ان کو ہر اعتبار سے پختہ بنا لیتے ہیں تب تعلیمی سلسلہ کا آغاز کرتے ہیں اس کی وجہ سے طلباء شروع سے ہی صحیح راستہ پر لگ جاتے ہیں اور ان کی نیتیں بھی خالص اور پاک ہو جاتی ہیں نیز اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ہر طالب علم کی صحیح یا غلط نیت کا پتہ چل جاتا ہے لہذا اگر کسی کے اندر تعلیمی لیاقت نہ پائی جاتی ہو تو پہلے ہی اس سے معذرت کر لی جائے۔

لہذا استاد کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اپنا علم لائق اور اہل کے ہی حوالہ کرے اور اپنے علم کو سماج

اور معاشرے کی تباہی کا ذریعہ نہ بنے دے اور ہمیشہ شاگردوں کی صحیح تربیت اور خلوص نیت کے لئے کوشاں رہے۔

۶۔ استاد کو تعلیم دینے کے لئے ہمیشہ آمادہ رہنا چاہئے یعنی تعلیم دینے کے سلسلہ میں کسی قسم کے بخل سے کام نہ لینا چاہئے کیونکہ خداوند عالم نے علماء سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ اپنے علم کو کسی سے ہرگز پوشیدہ نہ رکھیں گے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لُبَيِّنْتُهُ لِّلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ﴾ (۱) ”اس موقع کو یاد کرو جب خدا نے جن کو کتاب دی ان سے عہد لیا کہ اسے لوگوں کے لئے بیان کریں گے اور اسے چھپائیں گے نہیں۔“

دوسری آیت میں ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ﴾ (۲) ”جو لوگ ہمارے نازل کئے ہوئے واضح بیانات اور ہدایات کو ہمارے بیان کر دینے کے بعد چھپاتے ہیں ان پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔“

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ”زَكَاةُ الْعِلْمِ أَنْ تُعَلِّمَهُ عِبَادَ اللَّهِ“ ”علم کی زکات یہ ہے کہ ہند گان خدا کو اس کی تعلیم دی جائے۔“ (۳)

حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں: ”قَرَأْتُ فِي كِتَابِ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ اللَّهَ لَمْ يَأْخُذْ عَلَى الْجُهَالِ عَهْدًا بِطَلَبِ الْعِلْمِ حَتَّىٰ أَخَذَ عَلَى الْعُلَمَاءِ عَهْدًا بِبَذْلِ الْعِلْمِ لِلْجُهَالِ لِأَنَّ الْعِلْمَ كَانَ قَبْلَ الْجُهْلِ“ ”میں نے حضرت علی کی کتاب میں پڑھا ہے کہ خداوند عالم نے جاہلوں سے تعلیم حاصل کرنے کا عہد اس وقت تک نہیں لیا جب تک علماء سے جاہلوں کو تعلیم دینے کا عہد

(۱) سورہ آل عمران: آیت ۱۸۷

(۲) سورہ بقرہ: آیت ۱۵۹

(۳) اصول کافی: ج ۱، ص ۴۱

نہیں لے لیا کیونکہ علم، جہل سے پہلے موجود تھا۔ (۱)

۷۔ معلم کا ایک فریضہ یہ بھی ہے کہ حق گوئی سے کام لے تاکہ باطل کی پہچان ہو سکے اور لوگ باسانی حق پر چل سکیں یا کم از کم ان کے اوپر حجت تمام ہو جائے تاکہ آئندہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں حق کے بارے میں صحیح علم نہیں تھا اور کوئی ہمیں صحیح راستہ دکھانے والا نہیں تھا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے اہم فریضہ کو ادا کرنا دراصل علماء کی ذمہ داری ہے کیونکہ عوام کے اوپر تو صرف اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنا وہ جانتے ہیں لیکن علماء اور معلمین کی ذمہ داریوں میں ان کے علم کے اعتبار سے اضافہ ہو جاتا ہے جیسا کہ رسول اکرم کا ارشاد گرامی ہے: ”إِذَا ظَهَرَتْ الْبِدْعُ فِي أُمَّتِي فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهُ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ“ ”جب میری امت کے درمیان بدعتیں سر اُبھارنے لگیں تو علماء کے لئے اپنا علم ظاہر کرنا ضروری ہے اور جو عالم ایسا نہ کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔“ (۲)

اس کی وجہ بھی صاف ظاہر ہے کہ عوام الناس کے دین و ایمان اور عقیدہ و عمل کا کل دار و مدار علماء کے اوپر ہے چنانچہ اگر وہی دین کو صحیح طریقہ سے نہ پہونچائیں اور بدعتوں کا مقابلہ نہ کریں تو لوگ گمراہیوں کا شکار ہو جائیں گے اور ان کا دین تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا۔

لہذا ایک معلم کے اندر اتنی شجاعت اور حق گوئی ہونا ضروری ہے کہ وہ حقائق کو بیان کر سکے اور برے رسم و رواج اور بدعتوں کا مقابلہ کر سکے اور اس بارے میں اس کے اندر کسی طرح کا خوف، جھجک یا لوچ پیدا نہ ہو۔

(۱) اصول کافی: ج ۱، ص ۴۱

(۲) بحار الانوار: ج ۲، باب ۱۳، ص ۷۲

ساتواں سبق

سبق کا خلاصہ:

اپنے اندر تدریس کی صلاحیت پیدا کرنا، قول و فعل کی مطابقت، سچے اور لائق طالب علم کی شناخت، دین کی ترویج میں سخاوت اور شجاعت نیز صاف گوئی سے کام لینا ایک معلم اور استاد کے لئے ضروری اور لازمی چیزیں ہیں۔

استاد کے فرائض (۲)

۲۔ شاگردوں سے متعلق استاد کے فرائض

۱۔ اپنے شاگردوں سے متعلق استاد کا سب سے پہلا فریضہ یہ ہے کہ آہستہ آہستہ انہیں دینی آداب اور اخلاق کی تعلیم دے اور انہیں اس کی اہمیت سے آگاہ کر کے اعلیٰ علمی درجات کے لئے آمادہ کرے۔

بنیادی طور پر ہر چیز کا ایک ظرف ہوتا ہے اور علم کا ظرف پاک و پاکیزہ دل اور عقل سلیم ہے لہذا استاد کے لئے ضروری ہے کہ تعلیم کا آغاز کرنے سے پہلے شاگردوں کو علمی حقائق کا بارگراں اٹھانے کے قابل بنادے تاکہ وہ اس کے ساتھ تواضع اور انکساری سے پیش آئیں اور ہمیشہ سر تسلیم خم کئے رہیں صرف یہی وہ راستہ ہے جس پر چلتے ہوئے طلاب اپنی تعلیم کے ذریعہ ترقی اور کمال کی منزلوں تک پہنچ سکتے ہیں۔

اس کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ ہر استاد اپنے شاگردوں کی نیت کو پاک و پاکیزہ اور خالص بنانے کی کوشش کرے اور انہیں یہ سمجھائے کہ ان کی نظریں صرف نیک اور اعلیٰ مقاصد پر مرکوز ہونا چاہئیں اور صرف اسی راستے سے وہ علم الہی کی برکات سے فیضیاب ہو سکتے ہیں۔

سوالات:

- ۱۔ دوسرے کو تعلیم دینے سے پہلے ایک مدرس کو کس قسم کی تیاری کرنا چاہئے؟
- ۲۔ کیا استاد اپنے ہر شاگرد کو ہر طرح کی تعلیم دے سکتا ہے؟
- ۳۔ امام صادق کی نظر میں عالم کی خصوصیات کیا ہیں؟
- ۴۔ بزرگ علماء، درس شروع کرنے سے پہلے درس اخلاق کیوں دیتے ہیں؟

۲۔ جب استاد کو اپنے شاگردوں کی ذہنی استعداد، خلوص نیت اور ان کی روشن ضمیری کے بارے میں یقین اور اطمینان پیدا ہو جائے تو انہیں علم کی قدر و قیمت اور علم حاصل کرنے کی اہمیت سے آگاہ کرے اور انہیں یہ بھی اچھی طرح سمجھا دے کہ کوئی انسان عالم ہستی کے حقائق سے اسی وقت واقف ہو سکتا ہے جب وہ دونوں پروں کے ساتھ پرواز کرے۔ (۱) علم (۲) تقویٰ اور اس کے ساتھ ساتھ گذشتہ علماء کے تجربات کو بھی اپنے لئے مشعل راہ قرار دینا ضروری ہے تاکہ وہ عالم ملک و ملکوت سے آگاہ ہو سکے اس سے طالب علموں کے شوق تعلیم میں اضافہ ہوگا۔

۳۔ استاد اور شاگرد کے روابط اسلامی تعلیمات کی بنیادوں پر استوار ہونا چاہئیں اور بزرگ علماء کی تاکید کے مطابق ان کے درمیان باپ بیٹے جیسا رشتہ ضروری ہے یعنی استاد اپنے شاگردوں کو بالکل اپنی اولاد کی طرح سمجھے اور ان کے ساتھ اولاد کی طرح برتاؤ کرے اور جو چیزیں اپنی اولاد کے لئے مناسب نہیں سمجھتا ہے وہ چیزیں ان کے لئے بھی ہرگز پسند نہ کرے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے: ”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ“

”تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بعینہ وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔“ (۱)

۴۔ اپنے شاگردوں کو حرام اور برے کاموں سے روکتا رہے البتہ ان کے اوپر کسی قسم کی سختی کرنے کے بجائے نہایت ہوشیاری کے ساتھ دوسرے مختلف طریقوں سے روکنے کی کوشش کرے کیونکہ انہیں براہ راست روکنے سے کبھی کبھی اخلاقی حدود باقی نہیں رہ پاتے۔ سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ محبت آمیز انداز میں نرمی کے ساتھ سمجھائے جیسا کہ خداوند عالم نے جناب موسیٰ اور جناب ہارونؑ کو یہ حکم دیا تھا کہ آپ دونوں حضرات فرعون کے پاس جائیں ”فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لِّئِنَّا“

لَعَلَّهُ يَنْدَكُرُ أَوْ يَخْشَىٰ“ ”اس سے نرمی سے بات کرنا کہ شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا خوفزدہ ہو جائے۔“ (۱)

۵۔ طلاب کے ساتھ غرور و تکبر کے انداز سے پیش نہ آئے۔ بلکہ ہمیشہ متواضع اور باوقار رہے کیونکہ اس سے شاگردوں کے ساتھ اس کا قلبی لگاؤ زیادہ ہوگا اور وہ اس کی شخصیت سے زیادہ متاثر ہونگے اور ان کی تعلیمی حالت بہتر سے بہتر ہوتی چلی جائے گی جیسا کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (۲) ”اور جو صاحبان ایمان آپ کا اتباع کر لیں ان کے لئے اپنے شانوں کو جھکا دیجئے“

لہذا ہر استاد کو اپنے شاگردوں کے لئے رحم و کرم کا پیکر ہونا چاہئے تاکہ وہ ان کے دلوں میں اپنی طرف سے یہ اطمینان پیدا کر سکے کہ استاد صرف ان کی بھلائی چاہتا ہے جس کے بعد وہ ان کے درد دل اور قلبی اخلاص و محبت کو بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

اسی وجہ سے یہ بھی ضروری ہے کہ استاد اپنے تمام شاگردوں کو ان کے نام کے ساتھ پہچانتا ہو اور انہیں بڑے احترام سے پکارے نیز اگر انہیں سے کوئی موجود نہ ہو تو اس کی عدم موجودگی کی وجہ پوچھنے کے ساتھ اس کا حال بھی دریافت کر لے، اس سے ایک تو یہ کہ استاد ہمیشہ کامیاب و کامران رہتا ہے اور دوسرے یہ کہ اس کے شاگردوں کے دلوں میں اس کی محبت اور وقار باقی رہتا ہے۔

۶۔ کوئی بھی علمی نکتہ بیان کرتے وقت اپنے شاگردوں کی علمی سطح کا خیال رکھے، کیونکہ زیادہ دقیق علمی گفتگو یا اس کے برخلاف بہت آسان اور سادہ باتیں بیان کرنے سے بھی ان پر غلط اثر پڑتا ہے لہذا مجمل اور پیچیدہ باتوں سے پرہیز کرے ورنہ طلاب کا حوصلہ پست ہو سکتا ہے۔

اسی طرح جب طالب اس سے کوئی سوال کریں تو جواب میں بھی اسی بات کا خیال رکھے۔ یعنی آسان انداز میں بالکل واضح جواب دے اور اگر جواب کی وضاحت کے لئے پیچیدہ بحثوں کی ضرورت ہو تو فوراً جواب دینے کے بجائے اس کے مناسب وقت کا انتظار کرے ورنہ طالب علم اس کی بھول بھلیاں میں پھنس کر رہ جائے گا جس کے نتیجہ میں وہ غلط راستہ کی طرف بھی بہک سکتا ہے۔

اسی طرح استاد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے علمی بیانات کو منطقی انداز میں بالترتیب اور تسلسل کے ساتھ بیان کرے تاکہ اس کے شاگردوں کو اس کی باتیں سمجھنے میں کسی قسم کی زحمت نہ ہو۔

۷۔ اپنے شاگردوں کے اندر اعتماد بہ نفس اور علمی و عملی میدانوں میں ترقی و کمال کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرنے کی کوشش کرے اور ان میں سوال کرنے نیز اظہار خیال کی ہمت بھی پیدا کر دے اور اگر ان میں سے کوئی معمولی یا فضول سوال کرے یا غلط بات کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرے تو شرح صدر کے ساتھ مسکرا کر اس کا جواب دے کیونکہ طالب علم کا مذاق اڑانے سے اس کا حوصلہ پست ہو جاتا ہے اور وہ دوبارہ سوال نہیں کرتا دوسرے یہ کہ استاد کے ساتھ بھی طالب علم کا رابطہ اور لگاؤ پھیکا پڑ جاتا ہے۔

۸۔ علمی باتوں کو ان کا علمی معیار کم کئے بغیر عام فہم اور آسان انداز میں اس طرح بیان کرے کہ طالب انہیں بآسانی ہضم کر سکیں یہی وجہ ہے کہ جب کوئی استاد کسی بھی علمی مسئلہ کو پیچیدہ اور مجمل انداز سے بیان کرتا ہے تو طالب کو اپنی ذہانت اور حافظہ کے بارے میں شک ہونے لگتا ہے اور وہ اپنی تعلیم کے بارے میں مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

۹۔ طالب کو مسلسل مشق، تحقیق یا سوالات کے جوابات لکھنے کے لئے کہے تاکہ ان کی علمی صلاحیت میں اضافہ کے علاوہ ان کے اندر محنت و مشقت کا جذبہ بھی زیادہ سے زیادہ پروان چڑھ سکے۔

اسی طرح اگر کوئی طالب علم درس میں سوالات یا علمی تنقید کرتا ہے تو اس کی حوصلہ افزائی کی جائے کیونکہ اس سے اس کی علمی صلاحیت میں اضافہ کے علاوہ دوسرے طالب کے اندر بھی آگے بڑھنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

۱۰۔ تمام شاگردوں کے ساتھ ایک جیسا رویہ رکھے یعنی سب کے ساتھ انصاف سے پیش آئے اور کسی کو بلاوجہ دوسروں کے اوپر ترجیح نہ دے کیونکہ ان سب کے حقوق بالکل برابر ہیں۔ البتہ یہ الگ بات ہے کہ بعض طالب بہت زیادہ محنتی اور مخلص ہوتے ہیں اور انہیں ہمیشہ اپنی پڑھائی کی فکر لاحق رہتی ہے اور وہ دوسروں سے ممتاز نظر آتے ہیں ایسے طالب کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے البتہ اس طرح نہیں کہ اس سے ناانصافی اور گروہ بندی کا خطرہ پیدا ہو جائے۔ اگرچہ سب سے بڑی ناانصافی تو یہ ہے کہ استاد اپنے ذہین، محنتی اور لائق طالب علم کو درسی اعتبار سے کمزور اور تعلیم سے دلچسپی نہ رکھنے والے طالب علم کے برابر قرار دیدے اس سے ایک طرف تو محنتی طالب علم کی حوصلہ شکنی ہوگی اور دوسری جانب محنت نہ کرنے والے طالب کو ان کی کوتاہی و لاپرواہی کے لئے مزید سہارا مل جائے گا۔ لہذا استاد اپنے تمام شاگردوں کے لئے یہ بات بالکل واضح کر دے کہ جن طالب کو وہ دوسروں پر فوقیت دیتا ہے یا ان کا احترام اس کی نظر میں زیادہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ تعلیم اور اخلاقی فضائل کے اعتبار سے دوسروں سے بہتر ہیں۔

۱۱۔ ہر استاد اس موضوع کی تدریس کرے جس میں اس کو باقاعدہ مہارت حاصل ہو۔ کیونکہ اگر وہ ایسے موضوعات یا فنون کی تعلیم دینے کی کوشش کرے جس میں اس کے پاس لازمی مہارت یا معلومات نہیں ہیں تو اس سے خود اس کی شخصیت اور عزت پر برا اثر پڑے گا اور اسے اپنے شاگردوں کے سامنے شرمندگی اٹھانا پڑے گی اور اس سے خود اس کے شاگردوں کے گمراہ ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اسی طرح استاد کے لئے یہ بھی ہرگز مناسب نہیں ہے کہ وہ صرف اپنے موضوع یا مضمون کی

تعریف کرے اور بقیہ دوسرے علوم اور موضوعات کو فضول یا بیکار اور کم قیمت ثابت کرنے کی کوشش کرے۔

۱۲۔ استاد اپنے شاگردوں کی علمی صلاحیتوں سے اچھی طرح واقفیت کے بعد ان کی علمی صلاحیتوں کے مطابق مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے اچھے، لائق اور دردمند اساتذہ کی طرف ان کی راہنمائی کرے۔

۱۳۔ جب استاد اپنے شاگردوں کی علمی صلاحیتوں پر اطمینان کرنے لگے تو عملی میدان میں اترنے کے لئے ان کی حوصلہ افزائی کرے تاکہ وہ بھی تدریس، تبلیغ یا خطابت وغیرہ کے ذریعہ دوسروں کی ہدایت کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ استاد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مختلف مقامات پر علمی و دیگر حلقوں میں ان کی شناخت کراوے اور جہاں تک ممکن ہو ان کی تائید اور پشت پناہی بھی کرتا رہے۔

سبق کا خلاصہ:

اسلامی آداب و اخلاق کے مطابق طلاب کی تربیت کرنا، انہیں تقوائے الہی کی طرف دعوت دینا، ان کے ساتھ گہرے روابط اور تعلقات رکھنا، انکساری سے پیش آنا، تحقیق اور محنت و مشقت کرنے کے لئے ان کی حوصلہ افزائی کرنا اور آئندہ کے بارے میں انہیں پر امید بنانا، ان کے درمیان عدالت اور مساوات کا خیال رکھنا نیز ان کی ترقی اور پیش رفت کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا طلباء کے وہ حقوق ہیں جن کی ادائیگی ہر استاد کے لئے ضروری ہے۔

سوالات:

- ۱۔ تعلیم سے پہلے طلباء کی تربیت اور تہذیب نفس کیوں ضروری ہے؟
- ۲۔ استاد اور شاگرد کا رابطہ کیسا ہونا چاہئے؟
- ۳۔ تعلیم کے وقت استاد کو کن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے؟
- ۴۔ طلباء کی علمی صلاحیتوں کے بارے میں ایک استاد کا فریضہ کیا ہے؟
- ۵۔ تعلیمی مراحل کو کامیابی کے ساتھ طے کر لینے کے بعد طلباء سے متعلق ایک استاد کی کیا ذمہ داری ہے؟

جو تیرا ہمسایہ ہے وہ با عزت ہے اور تیری ثنا جلیل و عظیم ہے اور تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔“ (۱)
 پھر کہے: ”بِسْمِ اللَّهِ حَسْبِيَ اللَّهُ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ
 الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ اللَّهُمَّ ثَبِّتْ جَنَانِي وَأَذْرِ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِي“ ”خدا کے نام سے میرے لئے
 اللہ کافی ہے اسی پر میں نے توکل کیا ہے اور خدائے علی و عظیم کے علاوہ کوئی قدرت و طاقت نہیں ہے۔
 بارالہا! میرے دل کو استواری و ثبات عطا فرما اور حق کو میری زبان پر جاری فرما۔ (۲)

۳۔ کلاس میں داخل ہوتے وقت طلب کو سلام کرے اور خوشروئی کا مظاہرہ کرے اور درس
 کے اختتام تک سنجیدگی کو باقی رکھے اور استاد کی نقل و حرکت اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ اسلام کے اعلیٰ اخلاقی
 اقدار کا نمونہ ہونا چاہئے جو باتیں اہل علم کے لئے مناسب نہیں ہیں ان سے پرہیز کرے اور اسی طرح
 ان باتوں سے بھی پرہیز کرے جن کی بنا پر اس کے شاگردوں کو سنجیدگی کے ساتھ درس سننے اور سمجھنے
 میں زحمت ہو۔

اسی طرح استاد کے لئے ضروری ہے کہ کلاس روم میں اسی جگہ بیٹھے، یا اسی جگہ کھڑا ہو جو اس
 کے لئے مخصوص ہے اور اس جگہ سے وہ پورے کلاس پر مکمل تسلط رکھتا ہو اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا
 کہ بچے بھی اچھی طرح سبق کو سمجھ سکیں گے اور کما حقہ اس سے استفادہ کریں گے۔

۴۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيم سے درس کا آغاز کرے اور حمد و ثنائے پروردگار پر درس
 ختم کرے۔ اور اس طریقہ کار کی مسلسل اتنی پابندی کرے کہ صرف درس و تدریس ہی نہیں بلکہ ہر کار خیر
 میں اس کی یہی عادت شاگردوں کے لئے نمونہ عمل بن جائے علماء اخلاق نے ہمیشہ مدرس کے لئے یہ
 تاکید کی ہے کہ درس شروع کرنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے اور اس خلوص کے ساتھ پروردگار عالم

(۱) سنن ابی داؤد: ج ۳ حدیث ۵۰۹۳، منیۃ المرید: ص ۲۰۵

(۲) سنن ابی داؤد: ج ۳ حدیث ۵۰۹۵، منیۃ المرید: ص ۲۰۵

آٹھواں سبق

استاد کے فرائض (۳)

۳۔ کلاس میں استاد کے فرائض

۱۔ ہر استاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ درجہ (کلاس) میں داخل ہونے سے پہلے باقاعدہ
 تیاری کرے اور یہ تیاری صرف درسی اعتبار سے ہی نہ ہو بلکہ اپنے لباس اور بدن کی صفائی کے علاوہ
 سکون و اطمینان کا مظاہرہ کرے اور سنجیدہ و باوقار رہے۔ البتہ اس کا مطلب قیمتی اور شاندار کپڑے پہننا
 ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ صاف ستھرے کپڑے ہونا چاہئیں چاہے وہ معمولی ہی کیوں نہ ہوں مختصر یہ کہ اس کا
 لباس یا رہن سہن اتنا پر وقار ہونا چاہئے کہ دیکھنے والا خود بخود اس کی طرف جذب ہو جائے۔

۲۔ ہر مدرس کے لئے بہتر ہے کہ تدریس کے لئے گھر سے باہر نکلتے وقت خدا کو یاد کرے
 اور پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول یہ دعا پڑھے: ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَضِلَّ أَوْ أُضَلَّ أَوْ
 أَزِلَّ أَوْ أُزَلَّ أَوْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلِمَ أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ، عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ
 وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ“ ”بارالہا میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ لوگوں کو راہ راست سے گمراہ
 کر دوں یا خود گمراہ ہو جاؤں، دوسروں کو متزلزل کر دوں یا خود متزلزل ہو جاؤں خود ظلم کروں
 یا میرے اوپر ظلم کیا جائے، جہالت میں ڈال جاؤں یا مجھے نادانی کے چنگل میں پھنسا دیا جائے خدا یا

سے امداد طلب کرے۔ اس کی بنا پر ایک تو اس کے درس میں تقدس کی فضا قائم ہوگی اور طلباء درس اور استاد کا زیادہ سے زیادہ احترام کریں گے اور ان کو تقدس کی نگاہ سے دیکھیں گے دوسرے یہ کہ رضائے الہی کو پیش نظر رکھنے کی وجہ سے ان کی نیت مزید خالص اور پاک و پاکیزہ ہو جائے گی۔

۵۔ مدرس کا انداز بیان ایسا ہو کہ اس کے شاگردوں کو بھی یہ اطمینان رہے کہ ان باتوں پر اسے بھی یقین ہے ورنہ وہ بھی ان باتوں پر کوئی دھیان نہ دیں گے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ استاد درس پڑھاتے وقت مکمل متانت اور سنجیدگی سے کام لے اور ہر قسم کی ہنسی و مذاق سے پرہیز کرے۔

البتہ یہ واضح رہے کہ سبق پڑھاتے وقت سنجیدہ رہنا نرمی اور خوش مزاجی کے منافی نہیں ہے کیونکہ سنجیدگی کا مطلب تیور بدلے رہنا یا ترش روئی کا مظاہرہ کرنا اور سخت رویہ رکھنا ہرگز نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ شاگردوں کی ذہنی تکان دور کرنے کے لئے تھوڑا بہت ہنسی و مذاق بھی ضروری ہے۔

۶۔ استاد اور مدرس صحیح طریقہ تعلیم سے بھی واقف ہو یعنی طریقہ تعلیم سے متعلق کتابوں میں بچوں کو پڑھانے اور درس دینے کے جو مختلف طریقے سکھائے گئے ہیں ان میں سے اپنے مناسب حال طریقہ کار کو اپنائے جیسے درس کا موضوع اور شاگردوں کی علمی استعداد وغیرہ کو پیش نظر رکھے اور پہلے دن اپنے شاگردوں کے سامنے اپنے طریقہ تعلیم کی وضاحت کر دے اسی طرح موضوع کی اہمیت اور فائدہ پر بھی کافی و شافی روشنی ڈالے تاکہ ان کے دلوں میں اس مضمون کا مزید شوق پیدا ہو جائے اور وہ اس کی باتوں کو اور زیادہ غور سے سنیں۔

۷۔ لمبی لمبی اور تھکا دینے والی بحثوں سے پرہیز کرے کیونکہ لمبی بحث اور وقت کی زیادتی کی وجہ سے شاگرد درس سننے وقت کوئی توجہ نہیں دیتے ہیں۔

استاد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اہم نکات میں اتنی جلد بازی نہ کرے کہ اس کے

شاگرد اس کی بات سمجھ ہی نہ پائیں اور وہ آگے بڑھ جائے لہذا انہیں اتنا موقع ضرور دے کہ وہ بآسانی تمام مطالب ذہن نشین کر سکیں۔

بہر حال یہ طے ہے کہ بات جتنی مختصر اور مفید ہوگی اتنا ہی زیادہ ذہن نشین رہے گی جیسا کہ سننے والے پر احادیث معصومین اسی لئے جلد اثر انداز ہوتی ہیں کہ وہ نہایت مختصر اور مفید ہیں۔

۸۔ نصاب تعلیم، طریقہ تعلیم، کلاس کا وقت اور موضوعات کی ترتیب بھی شاگردوں کی مصلحت کے مطابق ہو اور ایسا طریقہ کار اپنائے جس سے شاگردوں پر کم سے کم بوجھ پڑے اور وہ زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔ اسی طرح استاد کی آواز نہ اتنی بلند ہو کہ سننے والوں کو پریشانی ہو جائے اور نہ ہی اتنی آہستہ ہو کہ انہیں سننے میں زحمت کا سامنا کرنا پڑے۔

۹۔ حتی الامکان کلاس میں شور نہ ہونے دے کیونکہ اس سے ایک طرف تو استاد اور درس کی توجہ ہوتی ہے اور دوسری جانب یہی شور شرابہ بسا اوقات خطرناک صورت اختیار کر لیتا ہے اور اس سے بچوں کی ذہنیت خراب ہو جاتی ہے۔

۱۰۔ بچوں کو کلاس کا نظم و ضبط باقی رکھنے کے علاوہ کلاس کے احترام کی طرف بھی متوجہ کرتا رہے اور ان کے اندر اخلاقی اور سماجی فرائض کے بارے میں احساس ذمہ داری پیدا کرے اور انہیں ایسا بنانے کی کوشش کرے کہ وہ گھر، سماج یا کسی دوسری جگہ ہر طرح ذمہ داری کو اپنے کاندھوں پر اٹھا سکیں۔

۱۱۔ سوالات کا جواب دیتے وقت بہت ہی کھلے دل اور اپنائیت کا مظاہرہ کرے نیز سوالات کو بغور سنے کیونکہ بعض شاگرد مختلف مقاصد کے تحت سوال کرتے ہیں مثلاً کچھ استاد کی قوت تحمل کا امتحان لیتے ہیں جب کہ کچھ درس کا موضوع تبدیل کرنے یا اظہار قابلیت کے لئے سوال کر لیتے ہیں لہذا استاد کو ہر اعتبار سے چوکنا رہنا چاہئے اور نہایت متانت کے ساتھ ان کا جواب دینا چاہئے تاکہ

سوال کرنے والے کے لئے کسی غلط استفادہ کا امکان باقی نہ رہ جائے۔

۱۲۔ استاد کا ایک اور اہم فریضہ یہ ہے کہ جو چیز اسے معلوم نہیں ہے اس کا مبہم یا گول مول جواب دینے کے بجائے صاف صاف یہ کہہ دے کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کوئی عیب نہیں ہے جیسا کہ مولائے کائنات نے فرمایا ہے: ”إِذَا سُئِلْتُمْ عَنْ مَا لَا تَعْلَمُونَ فَأَهْرُبُوا، قَالُوا وَكَيْفَ الْهَرَبُ، قَالَ: تَقُولُونَ: اللَّهُ أَعْلَمُ“ ”جب تم سے ایسا سوال کر لیا جائے جس کا جواب تمہیں معلوم نہ ہو تو فرار کرو! سوال کیا گیا کہ کیسے فرار کریں فرمایا: یہ کہو: کہ خدا بہتر جانتا ہے۔“ (۱)

امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے: ”مَا عَلِمْتُمْ فَقُولُوا وَمَا لَمْ تَعْلَمُوا فَقُولُوا: اللَّهُ أَعْلَمُ. إِنَّ الرَّجُلَ يُسْرِعُ بِالْآيَةِ مِنَ الْقُرْآنِ يَخْرُجُ فِيهَا أَبْعَدُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ“ ”جو کچھ تمہیں معلوم ہے اسے بیان کر دو اور جو کچھ نہیں جانتے ہو تو کہہ دو کہ اللہ بہتر جانتا ہے یقیناً اگر کوئی شخص قرآن مجید کی کسی آیت میں جلد بازی کا شکار ہو جائے (غلط جواب دیدے) تو اس کی بنا پر وہ زمین و آسمان کے فاصلہ سے زیادہ پستی میں چلا جاتا ہے۔“ (۲)

بعض لوگوں کا یہ خیال خام ہے کہ ”مجھے معلوم نہیں“ کہنے میں ہماری توہین ہوتی ہے اور اس سے شاگردوں کے درمیان ہماری سبکی ہوتی ہے ہماری شان و منزلت پر اثر پڑتا ہے جب کہ معاملہ برعکس ہے۔ کیونکہ جب شاگرد یہ دیکھتے ہیں کہ استاد کو جو نہیں معلوم ہوتا ہے وہ اس کا اعتراف کر لیتا ہے تو اس پر ان کا اعتماد اور زیادہ بڑھ جاتا ہے کہ وہ جو بات بھی کہتا ہے وہ یقیناً علمی اور مستحکم ہے اور اس کے ساتھ وہ اس بات کو اس کے تقویٰ اور صاف گوئی کی علامت قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ ہر شخص کا علم محدود ہے اور وہ ہر سوال کا جواب نہیں دے سکتا لہذا بروستی تصنع اور ریاکاری

(۱) سنن داری: ج ۱، ص ۲۱۵

(۲) اصول کافی: ج ۲، ص ۳۲

کی ضرورت نہیں ہے کہ ہر سوال کا جواب ضرور دیا جائے ورنہ طلب یہی سمجھیں گے کہ اسے کچھ معلوم نہیں ہے بلکہ یہ تو کسی ثبوت اور دلیل کے بغیر اپنی طرف سے ہی جواب دیتے رہتے ہیں۔

۱۳۔ درس ختم کرنے سے پہلے پورے درس کو ایک بار ترتیب وار بیان کر دے اور اہم نکات کو دوبارہ بیان کرے درس کا نتیجہ بھی ضرور بیان کرے اگر کوئی پہلو چھوٹ گیا ہے یا ناقص بیان کیا ہے اسے پورا کر دے اور کوئی بھی موضوع بچوں کے ذہن میں ناقص نہ رہنے دے اس طرح احتمالی نقائص کو دور کرتے وقت استاد تمام درس کو ایک بار ضرور دہرا دے تاکہ اگر طلب نے کوئی بات غلط سمجھ لی ہے تو اسی وقت اس کی اصلاح ہو جائے اور اسی طرح اگر کوئی غلطی ہو جائے تو شہامت اور جوانمردی کے ساتھ اس کا اعتراف کرے اور شاگردوں سے معذرت طلب کرے کیونکہ امانت داری اور تواضع کا تقاضا یہی ہے کہ غلطی کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اس کے لئے معذرت بھی کی جائے اور جو استاد اپنے شاگردوں سے معذرت کر لیتا ہے ان کے دلوں میں اس کی محبت اور زیادہ بڑھ جایا کرتی ہے۔

۱۴۔ گذشتہ علماء ایک استاد اور مدرس کے لئے یہ تاکید بھی فرماتے تھے کہ استاد درس کے خاتمہ پر اپنے شاگردوں کو نصیحت ضرور کرے تاکہ ان کے نفس کا تزکیہ اور باطن کی طہارت ہو سکے۔ کیونکہ علم صرف پاک و پاکیزہ دل میں ہی باقی رہتا ہے۔

۱۵۔ درس کے آخر میں تھوڑا وقت بچائے تاکہ اگر کسی کو کچھ سوال کرنا ہو تو وہ دریافت کر سکے۔ اور فوراً کلاس سے باہر نہ جائے اسی طرح اگر کوئی شاگرد درس ختم ہونے کے بعد باہر جانا چاہتا ہے تو اسے نہ روکے۔

۱۶۔ بہتر یہی ہے کہ حمد و ثنائے الہی اور دعا پر درس تمام کرے اس سلسلہ میں پیغمبر اکرمؐ کی ایک دعا نقل ہوئی ہے: ”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا مَا أَخْطَأْنَا وَمَا تَعَمَّدْنَا وَمَا أَسْرَزْنَا وَمَا أَغْلَنَّا وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنَّا أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ“

”بارالہا! ہم سے جو عہد مخفی طور پر یا علانیہ غلطی ہو گئی ہے اور جو کچھ تو جانتا ہے اسے معاف فرما دے تو ہی سب سے مقدم اور تو ہی سب سے مؤخر ہے تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔“ (۱)

سبق کا خلاصہ:

بدن اور لباس کی صفائی کا خیال، تدریس کے لئے باہر نکلتے وقت دعا، کلاس میں داخل ہونے سے پہلے سلام، درس کو خدا کے نام سے شروع کرنا اور حمد و ثنائے الہی پر تمام کرنا، یہ سب تدریس کے آداب ہیں۔

صحیح طریقہ تعلیم کا استعمال، طولانی اور تھکا دینے والی باتوں سے پرہیز، شاگردوں کی مصلحت کا خیال، کلاس کے نظم و ضبط پر قابو اپنی علمی ناتوانی کا اقرار، سوالات کا جواب دینے میں وسعت قلب کا مظاہرہ، درس کے آخر میں تمام باتوں کا خلاصہ، اور درس کا نتیجہ بیان کرنا بھی استاد کے وظائف میں شامل ہے۔

سوالات:

۱۔ درس سے پہلے استاد کے لئے کن آداب کی پابندی ضروری ہے؟

۲۔ شاگردوں کو کلاس میں بحث و مباحثہ سے روکنا کیوں ضروری ہے؟

۳۔ جو باتیں نہیں جانتا ہے ان کا جواب دینے کے بارے میں استاد کو کیا کرنا چاہئے؟

۴۔ سبق شروع کرنے اور ختم کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

نواں سبق

طلاب کے فرائض اور ذمہ داریاں (۱)

جیسا کہ گذشتہ دروس میں آپ یہ جان چکے ہیں کہ استاد کے فرائض تین طرح کے ہوتے ہیں اسی طرح شاگردوں کے فرائض کی بھی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ طلاب کے فرائض خود اپنے سلسلے میں۔

۲۔ طلاب کے فرائض استاد کے بارے میں۔

۳۔ کلاس میں طلاب کے فرائض۔

واضح رہے کہ جو طلاب دارالاقامہ (ہاسٹل) میں یا کسی اور جگہ ایک ساتھ رہتے ہیں ان کے بھی کچھ آداب ہیں لیکن فی الحال ہم طلاب کے عام فرائض اور آئندہ درس میں کلاس اور استاد کے بارے میں ان کے فرائض کا تذکرہ کریں گے آخر میں ہاسٹل سے متعلق فرائض کا تذکرہ کیا جائے گا۔

۱۔ اپنے بارے میں طالب علم کے فرائض اور ذمہ داریاں

ہر طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ تعلیم کا آغاز کرنے سے پہلے اپنے کو تعلیم کے لئے اچھی طرح آمادہ کرے یعنی اپنے نفس اور دل کو بالکل صاف ستھرا بنالے۔ دل کو پاک و صاف بنانا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی کسان کھیت میں بیج بونے سے پہلے زمین کو صاف کر کے کاشت کے لئے

آمادہ کرتا ہے اسی طرح علوم الہیہ حاصل کرنے سے پہلے دل کو کینہ اور گناہ وغیرہ سے پاک و صاف کرنا ضروری ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ”إِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا أُضْلِحَتْ صَلَاحُ الْجَسَدِ كُلُّهُ وَإِذَا فَسِدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ“ ”جسم کے اندر گوشت کا ایک ٹوٹھرا ہے اگر وہ صحیح و سالم رہے تو پورا جسم صحیح و سالم رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو جسم بھی خراب ہو جاتا ہے۔“ ”وہ دل“ ہے۔ (۱)

علماء اخلاق نے حافظہ کی تقویت کے لئے تقویٰ اختیار کرنے اور گناہوں سے پرہیز کرنے کی تاکید کی ہے کیونکہ روحانی بیماریاں علوم الہیہ کے دروازہ کو بند کر دیتی ہیں لہذا مناسب یہی ہے کہ طلاب کرام حتی الامکان اپنے نفوس، ارواح اور دلوں کو ہر قسم کے گناہ اور برائیوں سے محفوظ رکھیں۔

۲۔ زندگی کا بہترین دور جو تعلیم کے لئے سب سے اچھا وقت ہے اسے بالکل ضائع نہ کریں کیونکہ اس دور میں انسانی جسم کی تمام صلاحیتیں اور قوتیں اپنے عروج پر رہتی ہیں اور معمولی سی محنت سے بہت زیادہ استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ نیز یہ کہ دوسری ذمہ داریاں بھی اتنی زیادہ نہیں ہوتی ہیں جن سے ذہن پر زیادہ بوجھ پڑنے کا امکان ہو۔ پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے: ”مَثَلُ الَّذِي يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ فِي صِغَرِهِ كَالنَّقْشِ عَلَى الْحَجَرِ وَمَثَلُ الَّذِي يَتَعَلَّمُ فِي الْكِبَرِ كَالَّذِي يَكْتُبُ عَلَى الْمَاءِ“ ”جو شخص بچپن میں تعلیم حاصل کرتا ہے تو وہ علم پتھر کی لکیر کی طرح باقی رہتا ہے اور جو شخص بڑھاپے میں تعلیم حاصل کرتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے پانی کے اوپر کوئی تحریر بنادی جائے۔“ (۲)

واضح رہے کہ انسان کی عمر میں جس قدر اضافہ ہوتا رہتا ہے اس کی جسمانی توانائیاں اسی طرح کم ہوتی جاتی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ﴾ (۱) ”اور ہم جسے طویل عمر دیتے ہیں اسے خلقت میں بچپن کی طرف واپس کر دیتے ہیں۔“ مختصر یہ کہ تعلیم کے مواقع روز بروز کم ہوتے جاتے ہیں اور تعلیم کو جاری رکھنا روز بروز دشوار ہوتا چلا جاتا ہے البتہ یہ یاد رہے کہ اگر انسان اپنی کمسنی میں اچھی طرح علم حاصل کر لے تو اس کی علمی اور روحانی صلاحیتیں اس کی جسمانی قوتوں کی جگہ لے لیتی ہیں اور اس طرح وہ بڑھاپے میں بھی اپنے علم میں اضافہ کر سکتا ہے۔ لہذا بچپن سے ہی تعلیم کا آغاز کرنا چاہئے البتہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اگر انسان کی عمر زیادہ ہو جائے تو وہ تعلیم حاصل نہ کرے بلکہ تاریخ میں ”سکاکی“ جیسے افراد موجود ہیں جنہوں نے چالیس سال کے سن میں تعلیم کا آغاز کیا اور اپنی محنت اور انتھک کوششوں کے نتیجہ میں اسلام کے مشہور و معروف علماء کے درمیان اپنا ایک مقام بنایا۔

۳۔ حتی الامکان ایسی مصروفیتوں اور مشغولیتوں سے دور رہیں جن سے ان کی تعلیم پر غلط اثر پڑتا ہے اور ان کی فکر دوسری طرف لگ جاتی ہے کیونکہ اگر انسان کے ذہن پر کھانے، پینے اور کپڑے، گھر، تفریح یا کام کاج، آمدنی اور اخراجات جیسے افکار غالب رہیں تو پھر علمی مسائل کے بارے میں سوچنے کا امکان باقی نہیں رہ جاتا ہے۔ کیونکہ تعلیم کے لئے صبر و حوصلہ اور مسلسل جہاد نفس کی ضرورت ہوتی ہے اور وقتی لذتوں سے چشم پوشی کرنا پڑتی ہے لہذا دنیاوی آسائش و آرام اور اس کی رنگینیوں کی موجودگی میں تعلیم کا جذبہ بالکل سرد پڑ جاتا ہے۔

۴۔ اپنے دوستوں یا دیگر متعلقین سے اپنے روابط کے بارے میں از سر نو غور کریں اور ایسے دوستوں کا انتخاب کریں جو علم دوست ہوں کیونکہ جو دوست الہابی اور وقت ضائع کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔

(۱) صحیح بخاری: ج ۱ کتاب الایمان، مدیۃ المرید: ص ۲۲۳، بحار الانوار: ج ۵۸ ص ۲۳

(۲) الجامع الغفر: ج ۲ حرف میم، مدیۃ المرید: ص ۲۲۵

ان کی دوستی سے پڑھنے والے بچوں پر بھی غلط اثر پڑتا ہے۔ اور ایسے دوست انہیں بھی ترقی اور کامیابی کی راہ پر نہیں چلنے دیتے ہیں۔

۵۔ حوصلہ اور ہمت کو بہت بلند رکھئے تاکہ اس کے اندر اعلیٰ علمی مدارج تک پہنچنے کا جذبہ باقی رہے اس صورت میں عزم محکم اور پختہ ارادہ کے ساتھ اپنی تعلیم کو آگے بڑھائے گا لیکن اگر وہ کسی معمولی درجہ پر قناعت کر لے اور اس کو اپنے لئے کافی سمجھنے لگے تو پھر وہ یقیناً ترقی کی مزید منزلیں طے نہیں کر سکتا ہے۔

۶۔ علمی باتوں کے بارے میں اس کے اندر لگن اور شوق ہونا چاہئے۔ اور جہاں کہیں بھی کوئی علمی بات نظر آئے اس کے بارے میں کسی قسم کی تساہلی سے کام نہیں لینا چاہئے۔
۷۔ تعلیم حاصل کرتے وقت عقل و منطق کو معیار قرار دے اور صحیح طریقہ سے تعلیم حاصل کرے اور جب تک ابتدائی و مقدماتی درجے طے نہ کر لے عمیق اور پیچیدہ مطالب کی طرف قدم نہ بڑھائے کیونکہ بنیاد مضبوط کئے بغیر بڑی بڑی کتابوں میں مشغول ہونا ایک غلط طریقہ کار ہے جس سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے۔

۲۔ استاد سے متعلق طلباء کے فرائض

۱۔ استاد کے بارے میں طلباء کا سب سے پہلا فریضہ یہ ہے کہ نیک اور صالح استاد کا انتخاب کریں کیونکہ ان کی فکری اور روحانی تعلیم و تربیت میں استاد کا بنیادی کردار ہوتا ہے لہذا استاد کے اندر دو چیزوں کا وجود نہایت ضروری ہے۔ ۱۔ نیک اور صالح ہو، تاکہ اس کے شاگردوں پر اس کی رفتار و گفتار کا مثبت اثر ہو سکے۔ ۲۔ علمی، فکری اور تہذیبی اعتبار سے بالکل پختہ اور تجربہ کار ہو۔

۲۔ استاد کو اپنے باپ کی طرح بلکہ اس سے بھی برتر سمجھنا چاہئے کیونکہ والدین بچہ کی جسمانی نشوونما کرتے ہیں لیکن استاد اس کی روحانی تربیت کرتا ہے اسی بارے میں امام زین العابدینؑ نے فرمایا

ہے: ”وَحَقُّ سَائِسِكَ بِالْعِلْمِ، التَّعْظِيمُ لَهُ وَالتَّوْقِيرُ لِمَجْلِسِهِ وَحُسْنُ الْإِسْتِمَاعِ إِلَيْهِ وَالْإِقْبَالُ عَلَيْهِ وَلَا تَرْفَعَ عَلَيْهِ صَوْتَكَ وَلَا تُجِيبَ أَحَدًا يَسْأَلُهُ عَنْ شَيْءٍ حَتَّى يَكُونَ هُوَ الَّذِي يُجِيبُ وَلَا تُحَدِّثَ فِي مَجْلِسِهِ أَحَدًا وَلَا تَغْتَابَ عِنْدَهُ أَحَدًا وَأَنْ تَدْفَعَ عَنْهُ إِذَا ذَكَرَ عِنْدَكَ بِسُوءٍ وَأَنْ تَسْتُرَ عُيُوبَهُ وَتُظْهِرَ مَنَاقِبَهُ وَلَا تُجَالِسَ لَهُ عَدُوًّا وَلَا تُعَادِيَ لَهُ وَلِيًّا فَإِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ شَهِدْتَ لَكَ مَلَائِكَةُ اللَّهِ جَلَّ وَعَزَّ بِأَنَّكَ قَصَدْتَهُ وَتَعَلَّمْتَ عِلْمَهُ لِلَّهِ جَلَّ اسْمُهُ لَا لِلنَّاسِ۔“ (۱)

”جس نے بھی علم و معرفت کی طرف تمہاری رہنمائی کی ہے اس کا حق یہ ہے کہ اس کا احترام کرو اس کی بارگاہ کو محترم سمجھو اور اس کی باتوں کو بغور سنو اسی کی جانب اپنا رخ رکھو، اپنی آواز کو اس کی آواز پر بلند نہ کرو، اگر کوئی اس سے سوال کرے تو تم جواب نہ دو بلکہ اسے جواب دینے دو، کسی کے سامنے اس کی غیبت نہ کرو اور اگر کوئی تمہارے سامنے اس کی برائی کرے تو اس کا دفاع کرو۔ اس کے عیوب کو چھپاؤ اور اچھائیوں کو ظاہر کرو، اس کے دشمنوں کے ہم نشین نہ بنو، اس کے دوستوں سے دشمنی نہ کرنا۔ اگر تم اس پر عمل کر لو گے تو خداوند عالم کے فرشتے تمہارے لئے اس بات کی گواہی دیں گے کہ تم نے اس کا حق ادا کر دیا ہے اور اس سے خدا کے لئے تعلیم حاصل کی ہے نہ کہ لوگوں کو دکھانے کے لئے۔“

۳۔ اپنے استاد کے سامنے تواضع اور انکساری سے پیش آئے۔ کیونکہ ہر عالم کے سامنے تواضع ضروری ہے لہذا جو شخص عالم بھی ہو اور استاد بھی ہو وہ تواضع کا زیادہ حقدار ہے اور دوسرے یہ کہ تواضع تعلیم کی بنیادی شرط بھی ہے تکبر اور غرور کے ساتھ علم حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔

جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے: ”تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَتَعَلَّمُوا لِلْعِلْمِ السَّكِينَةَ وَالْوَقَارَ وَتَوَاضَعُوا لِمَنْ تَعَلَّمُونَ مِنْهُ“ ”علم حاصل کرو اور پھر علم کے لئے سنجیدگی اور وقار کا درس حاصل کرو اور جس سے علم حاصل کرو اس کے ساتھ تواضع اور انکساری سے پیش آؤ۔“ (۱)

۴۔ طالب علم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی رائے پر اپنے استاد کی رائے کو ترجیح دے اور کسی بھی مسئلہ میں اپنے استاد کو جاہل اور نادان نہ سمجھے اور جہاں تک ممکن ہو اپنی بات کو غلط سمجھے اور استاد کے نظریہ کو صحیح قرار دے اس سے ایک جانب تو استاد کا احترام باقی رہتا ہے اور دوسری جانب اس موضوع کے بہت سارے مبہم گوشے واضح اور آشکار ہو جاتے ہیں۔

اور اگر بالفرض استاد کی بات غلط بھی ہو تب بھی اس کو دوسرے طالب کے سامنے بیان نہ کرے جیسا کہ نہ جانے ایسے کتنے علماء گزرے ہیں جن کا نظریہ ان کے استاد کے نظریہ کے بالکل برعکس تھا مگر جب تک ان کے اساتذہ زندہ رہے انہوں نے صرف ان کے احترام میں اپنا نظریہ ظاہر نہیں کیا۔

۵۔ یہ بات بھی آداب میں شامل ہے کہ اپنے استاد کا تذکرہ ہمیشہ عزت و احترام کے ساتھ کیا جائے، اور اسے انہیں القاب وغیرہ سے پکارا جائے جو ان کے شایان شان ہیں اسی طرح اپنی کسی کتاب، مضمون، یا خط وغیرہ میں بھی استاد کے شایان شان الفاظ استعمال کئے جائیں۔

۶۔ شاگردوں کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے استاد کی زحمات کے قدر داں ہوں اور حتی الامکان اس کی پریشانیوں میں اس کا ساتھ دیں اور اگر وہ اس دنیا سے چلا جائے تو اس کے لئے دعائے خیر کریں اور اس سے وفاداری اور اس کی قدر دانی کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس کی سیرت و اخلاق کے سانچے میں ڈھال لیں اور اسی کے مطابق زندگی گزاریں۔

۷۔ درس کے علاوہ دوسری جگہوں پر بھی ضروری ہے کہ استاد کے لئے بہترین جگہ محفوظ رکھیں اور جب تک استاد موجود رہے اس کے سامنے باادب رہیں یعنی نشست و برخاست اس کی باتیں سننے اور اس سے بات کرنے کا طریقہ بھی مؤدبانہ ہونا چاہئے۔

۸۔ اس بات پر توجہ رکھنا بھی ضروری ہے کہ استاد کے جوش و جذبہ اور شوق و ولولہ کا تعلق دراصل طالب کے جوش اور جذبہ نیز ان کے ذوق و شوق سے مربوط ہوتا ہے۔ لہذا تمام طالب حتی الامکان ایسی تعلیمی فضا قائم رکھیں جس سے استاد کو ان کی دلچسپیوں کا احساس رہے اور ہر اس بات سے پرہیز کرنا چاہئے جس سے استاد کے دل کو ٹھیس پہونچے اور اس کی حوصلہ شکنی ہو اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب شاگرد استاد کی باتوں کو توجہ کے ساتھ سنیں اور جو کچھ مشق وغیرہ لکھنے کے لئے دے اس کو مکمل کر کے دکھاتے رہیں۔

۹۔ استاد کی زبانی یا عملی لغزشوں سے چشم پوشی کرنا چاہئے کیونکہ استاد بہر حال معصوم نہیں ہے اور اس سے بھی غلطی ہو سکتی ہے لہذا اس کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کریں جس کی بنا پر اسے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے مثلاً اگر اس کے کپڑے صحیح نہیں ہیں یا بٹن کھلا ہے یا غلط بند کر لیا ہے تو اسے خاموشی سے اور سلیقہ کے ساتھ متوجہ کرنا چاہئے تاکہ دوسروں کو احساس نہ ہونے پائے اور استاد کا احترام بھی باقی رہے۔

۱۰۔ حتی الامکان اس کو زحمت نہیں دینا چاہئے اور صرف مناسب اوقات میں ہی استاد سے ملاقات کرنا چاہئے اور آرام یا گھریلو کاموں کے وقت اس کے گھر جا کر اسے پریشان نہ کرنا چاہئے۔

سبق کا خلاصہ:

تعلیم کے لئے تیاری، جوانی کی فرصت سے استفادہ، غیر ضروری فکری مصروفیتوں سے پرہیز، اچھے لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست، بلند ہمتی، اعلیٰ مقصد پر نظر، تعلیم کا شوق، مطالعہ کے صحیح طریقہ کا انتخاب، یہ سب وہ چیزیں ہیں جن کی جانب طالب علم کو تعلیم کا آغاز کرنے سے پہلے دھیان دینا چاہئے۔

بہترین استاد کا انتخاب، استاد کے پدرانہ نقوش پر توجہ، اس کے سامنے تواضع و انکساری، اور اس کا شکریہ ادا کرنا بھی استاد کے بارے میں شاگردوں کے اہم فرائض ہیں۔

سوالات:

- ۱۔ علم حاصل کرنے کی تیاری کس طرح کی جائے؟
- ۲۔ تعلیم کے لئے سب سے زیادہ مناسب وقت کونسا ہے؟
- ۳۔ تعلیم کے دوران کن باتوں سے پرہیز ضروری ہے؟
- ۴۔ استاد کا انتخاب کرتے وقت کن خصوصیات کا خیال رکھنا چاہئے؟
- ۵۔ شاگرد کے اوپر استاد کے کیا حقوق ہیں؟
- ۶۔ استاد کے بارے میں شاگرد کے اخلاقی فرائض کیا ہیں؟

دسواں سبق

طلاب کے فرائض اور ذمہ داریاں (۲)

۳۔ کلاس میں طلاب کے فرائض اور ذمہ داریاں

۱۔ علماء اسلام کی جانب سے طلاب کے لئے سب سے پہلی نصیحت یہ ہے کہ قرأت و حفظ قرآن کے لئے زیادہ سے زیادہ سعی و کوشش کریں کیونکہ قرآن مجید تمام اسلامی علوم و معارف کا سرچشمہ ہے لہذا اس سے واقفیت کے بغیر ہر علم ابتر اور ناقص ہے۔ دوسرے یہ کہ حفظ و قرأت قرآن مجید ہر اعتبار سے بابرکت ہے اور اس سے انسان کے قلب و روح کے اندر شادابی پیدا ہو جاتی ہے جس سے تعلیم میں آسانیاں پیدا ہوتی ہیں۔

۲۔ طالب علم اپنی صلاحیتوں کو اچھی طرح پرکھ لے اور اپنے ذہن اور حافظہ پر ضرورت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے البتہ یہ واضح رہے کہ جب انسان تعلیم کی راہ میں آگے قدم اٹھاتا ہے تو اس کے سامنے علم کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں اور اس کی توانائیوں اور صلاحیتوں میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

۳۔ مطالعہ کرنے یا سبق یاد کرنے کا صحیح طریقہ اپنائے اور کسی چیز کو ذہن اور حافظہ کے سپرد کرنے سے پہلے اس کی صحت یا ضعف کے بارے میں اطمینان پیدا کر لے کیونکہ جو بات ذہن میں

غلط طریقہ سے بیٹھ جاتی ہے اس کی اصلاح نہایت دشوار بلکہ بسا اوقات ناممکن ہو جاتی ہے۔

۳۔ طالب علم کا ایک نظام الاوقات (ٹائم ٹیبل) ہونا ضروری ہے جس کے مطابق وہ پورے دن پابندی کے ساتھ اپنے تمام تعلیمی امور انجام دے سکے۔ اور وقت کو اس طرح تقسیم کرے کہ اس میں کسی قسم کی افراط یا تفریط نہ ہو اور ایسا بھی نہ ہو کہ ایک دم کسی کام کے پیچھے پڑ جائے اور دوسرے کام کو بالکل نظر انداز کر دے بلکہ تمام چیزوں کو مناسب مقدار میں انجام دیتا رہے۔

۵۔ تعلیم کے لئے صبح سویرے کا وقت منتخب کرے کیونکہ یہی وقت تعلیم کے لئے سب سے بہتر ہوتا ہے جس میں انسان جسمانی اور ذہنی اعتبار سے تروتازہ اور شاداب رہتا ہے اور اس وقت کی تھنڈی اور تازہ ہوا بھی دلنشین ہوتی ہے۔

۶۔ درس کی مکمل تیاری کے ساتھ کلاس میں جائے جسمانی اور ذہنی مختصر ورزش، جسم اور لباس کی صفائی، اور وضو کرنے سے انسان کے اندر تازگی پیدا ہوتی ہے اسی طرح درسی ضروریات کی چیزیں جیسے کتاب، قلم، کاپی وغیرہ بھی ساتھ رکھے نیز درس سے پہلے اس درس کا مطالعہ بھی ضرور کرنا چاہئے۔

۷۔ درس شروع ہونے کے بعد استاد کے بیانات کو بغور سننے اور ہر مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرے اور اگر کہیں کوئی قابل اعتراض بات نظر آئے تو استاد سے دریافت کر لے۔ اور یہ خیال نہ کرے کہ غور سے سن لینا ہی کافی ہے بلکہ سننے کے ساتھ اس کا خلاصہ لکھنا اور دہراتے رہنا بھی نہایت ضروری ہے۔

۸۔ کسی اہم عذر کے بغیر غیر حاضر نہیں ہونا چاہئے کیونکہ بعض علمی مسائل ایسے ہوتے ہیں جو مسلسل کئی دن تک بیان ہوتے ہیں لہذا اگر اس دوران کسی ایک دن درس سے غائب ہو جائے تو آئندہ درس سمجھنا بہت مشکل ہے اور اسی طرح وہ پورا موضوع ہی اس کے لئے ناقص رہ

جائے گا۔

۹۔ درجہ میں داخل ہونے سے پہلے سب کو سلام کرے اور اگر استاد درجہ میں موجود ہو تو اس کے احترام کی بنا پر اسے خاص طور سے الگ سے سلام کرے اور اگر استاد بعد میں کلاس کے اندر آئے تو سب اس کے احترام میں کھڑے ہو جائیں، سلام کریں اور اس کے بیٹھنے کے بعد یا اس کی اجازت سے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھیں۔

۱۰۔ کلاس میں کسی بہتر جگہ پر نہ بیٹھے مگر یہ کہ وہاں بیٹھنے کے لئے مجبور ہو بلکہ جو جگہ تواضع اور انکساری کے مطابق نیز درس سننے کے لئے مناسب ہو وہاں بیٹھے اور کلاس کے گوشے یا کونے میں یا ستون کے پیچھے نہ بیٹھے کیونکہ ان امور کی وجہ سے درس اور استاد کی طرف سے بے توجہی پیدا ہوتی ہے۔

۱۱۔ آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرنا چاہئے لہذا جن باتوں سے دوسروں کو پریشانی ہوتی ہے جیسے استاد یا تختہ سیاہ کو دیکھنے میں زحمت ہوتی ہے تو ان سے پرہیز کیا جائے اور اس کا آسان راستہ یہ ہے کہ جن بچوں کا قد زیادہ ہے وہ کلاس کے پیچھے والی صف میں بیٹھیں تاکہ چھوٹے قد والے بآسانی تختہ سیاہ کو دیکھ سکیں یا اسی طرح جن کی نگاہ کمزور ہے انہیں بھی آگے بیٹھنا چاہئے اور جب کوئی طالب علم سوال کرے تو دوسرے طلباء کو اس کی باری کا خیال رکھنا چاہئے اور کسی کو بھی دوسرے کا وقت نہیں لینا چاہئے۔

۱۲۔ اپنے درمیان ایک دوسرے کے آداب کا خیال رکھنا چاہئے اور کسی کی توہین یا استہزا نہ کرنا چاہئے۔ ایک دوسرے کی بات کا ثنا، ایک دوسرے پر جملے کننا، کسی کا نیا نام (جس میں اس کی کسر شان ہو) رکھنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے، کسی کے بیٹھنے کے لئے جگہ تنگ نہ کریں، درسیات میں ایک دوسرے کی مدد کرنا چاہئے یعنی جو بچے ذہین ہیں وہ کمزور بچوں کی مدد کریں۔

ہوسٹل میں رہنے کے آداب

اسی سبق کے آغاز میں ہم نے یہ اشارہ کیا تھا کہ جو طالب دار الاقامہ (ہوسٹل) میں رہتے ہیں ان کی ذمہ داریاں کچھ اور زیادہ ہیں جن میں سے بعض اہم ذمہ داریوں کا یہاں تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

۱۔ ہر اسکول یا مدرسہ کسی خاص مقصد کے تحت قائم کیا جاتا ہے اور اسی مقصد کے مطابق اس میں تعلیم دی جاتی ہے چنانچہ بانی اور منظمین کی نیتیں بھی مختلف ہوتی ہیں کچھ لوگ واقعا ایسے دردمند ہوتے ہیں جو اپنے یہاں اچھے اور متدین علماء کی تربیت کرنا چاہتے ہیں جبکہ بعض اسکولوں میں بچوں کو گمراہ اور منحرف کرنے کے لئے اور انہیں غلط راستے پر لگانے کی تعلیم دی جاتی ہے لہذا ہر اسکول یا مدرسہ میں داخلہ لینے سے پہلے وہاں کے حالات کا باقاعدہ جائزہ لے لیا جائے تاکہ بعد میں افسوس نہ ہو۔

بعض محیر حضرات حصول برکت یا ایصال ثواب کے لئے اسکول یا مدرسہ تعمیر کراتے ہیں اور وہ طالب کی دعائے خیر کے منتظر رہتے ہیں لہذا انہیں بھی ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہئے۔

۲۔ دار الاقامہ کے قواعد و ضوابط کی مکمل پابندی کرنا چاہئے اگرچہ یہ قوانین بسا اوقات بعض طالب کے مزاج اور خواہش کے مطابق نہیں ہوتے لیکن اگر یہی طے ہو جائے کہ ہر طالب علم اپنی من مانی کرے گا اور اپنے کو قوانین کا پابند نہ بنائے گا تو پھر کسی کے لئے بھی وہاں رہنا ممکن نہ رہ جائے گا۔

۳۔ مدرسہ اور دار الاقامہ کی صفائی کا خیال رکھنا اور اس کے قوانین کی پابندی تمام طالب کا فریضہ ہے لہذا اس قسم کے ماحول میں تساہلی یا بے اعتنائی کی بنا پر اپنی بعض ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں کوتاہی نہ کریں اور انہیں ایک دوسرے کے اوپر ٹالنے کی کوشش نہ کریں اسی طرح جو کام سب مل کر

انجام دیتے ہیں (جیسے پورے ہوسٹل کی صفائی) ان میں بھی سب کو مشترکہ طور پر بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔

۴۔ ہوسٹل کے اندر موجود ہر طالب علم کا ایک حق ہے اس حق کا احترام ضروری ہے اس کی پڑھائی، مطالعہ یا آرام وغیرہ کے دوران کسی کو رخنہ اندازی کا حق نہیں ہے لہذا ہر ایک کو دوسرے کے حق کا خیال رکھنا چاہئے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ، بالکل سکے بھائیوں کی طرح رہنا چاہئے۔

۵۔ ہر طالب علم کو دوسروں کے لئے نمونہ عمل ہونا چاہئے۔ لہذا جوڑ کے اخلاقی یا تعلیمی لحاظ سے کمزور ہوں یا دوسرے کی پڑھائی وغیرہ میں رخنہ انداز ہوتے ہوں ان سے حتی الامکان دور رہنا چاہئے نیز ان آداب کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے جن کا تذکرہ ہم ”دوستوں کے انتخاب“ کے تحت پہلے ہی کر چکے ہیں۔

۶۔ ہوسٹل کے طالب کو آپس میں گھل مل کر رہنا چاہئے اور ایک دوسرے کے حالات سے باخبر رہنا چاہئے اور وقتاً فوقتاً ایک دوسرے کے کمرے میں جا کر اپنے دوستوں کی مزاج پرسی کرتے رہنا چاہئے تاکہ اگر کوئی غیر حاضر ہو تو اس کی وجہ معلوم ہو سکے اور اگر اسے کوئی پریشانی یا زحمت میں مبتلا ہے تو بروقت اس کی مدد ہو سکے۔ البتہ یہ دھیان رہے کہ آرام یا پڑھائی کے اوقات میں کسی کے پاس جانے یا وہاں زیادہ دیر تک ٹھہرنے سے پرہیز ضروری ہے۔

۷۔ ہو سکتا ہے کہ ایک ہوسٹل میں مختلف علاقوں، ملکوں، رنگ و نسل یا متعدد مزاج کے افراد رہتے ہوں لہذا بہت ممکن ہے کہ ان کے عادات و اطوار، تہذیب و تمدن ایک دوسرے سے میل نہ کھاتے ہوں لہذا ہر ایک کو دوسرے کی طرف سے حد سے زیادہ توقعات وابستہ نہیں کرنا چاہئے۔ اور ایسے مسائل کو سرسری طور سے درگزر کر دینا چاہئے۔ اور حتی الامکان چشم پوشی سے کام لینا چاہئے۔ کیونکہ عفو و چشم پوشی ہی انسان کی شرافت و بلندی کی دلیل ہے البتہ اگر کوئی شخص کسی گناہ یا غلطی کا مرتکب ہو رہا

ہو تو اسے محبت کے ساتھ سمجھا دینا چاہئے۔

۸۔ ہوٹل سے باہر جانے اور واپس آنے نیز سونے اور جاگنے کے اوقات کی پابندی کے علاوہ یہ خیال بھی رکھنا چاہئے کہ ہوٹل کے نظام الاوقات میں خلل نہ پڑنے پائے اسی طرح راستوں یا زمین پر سامان وغیرہ نہ رکھیں جس سے دوسروں کو زحمت کا سامنا کرنا پڑے۔

سبق کا خلاصہ:

ہر طالب علم کو اپنی تعلیم کے دوران ایک منظم پروگرام کے مطابق عمل کرنا چاہئے اور اپنے ٹائم ٹیبل کو اس طرح منظم کرنا چاہئے کہ وہ اپنے وقت سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکے۔

کلاس میں ایسی جگہ بیٹھے جس سے استاد کی بے احترامی نہ ہو اور دوسرے طالب کو بھی کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

ہوٹل کے قوانین کی پابندی، صفائی کا خیال رکھنا، دوسروں کے حقوق کی رعایت کرنا اور ان کی تعلیم یا آرام میں رخنہ اندازی نہ کرنا ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل کر رہنا بھی ہوٹل کے آداب میں شامل ہیں۔

سوالات:

- ۱۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور اسے حفظ کرنے سے طالب علم کو کیا فائدہ پہونچتا ہے؟
- ۲۔ کلاس اور مطالعہ کے وقت طالب علم کو کن آداب کا خیال رکھنا چاہئے؟
- ۳۔ درس پڑھنے اور مطالعہ کرنے کا سب سے اچھا وقت کونسا ہے؟
- ۴۔ کلاس میں داخل ہوتے وقت طالب علم کے لئے کن آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے؟
- ۵۔ اپنی تعلیم کے لئے کس اسکول یا مدرسہ کا انتخاب کرنا چاہئے؟

گیارہواں سبق

شادی

شادی بیاہ کر کے اپنا گھربانا ہر قوم و قبیلے میں زمانہ قدیم سے ہی رائج ہے اور یہ کسی خاص قوم یا ملک و ملت کا شیوہ نہیں ہے بلکہ یہ وہ سنت ہے جو تاریخ بشریت کے قدم بہ قدم چلی آرہی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا تعلق انسان کی فطرت اور خواہشات سے ہے۔ البتہ اس مقام پر اہم مسئلہ یہ ہے کہ دنیا کی مختلف اقوام کے درمیان اس کی کیا اہمیت ہے؟ اور وہ اسے کس زاویہ نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ان کے یہاں اس سلسلہ میں کیا کیا رسم و رواج پائے جاتے ہیں؟

گھر خاندان، شوہر اور بیوی یا والدین اور اولاد کے ایک دوسرے پر حقوق سے متعلق جو نظام اور قانون بنایا گیا ہے اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ آئندہ اسباق میں آپ شادی بیاہ کی اہمیت اور قدر و قیمت نیز زوجہ و شوہر کے حقوق وغیرہ کے بارے میں اسلامی نکتہ نظر سے واقفیت حاصل کریں گے۔

شادی کی اہمیت:

اسلام میں شادی کو ایک منفرد اہمیت حاصل ہے اور شادی کو انسانی ترقی اور اس کے رشد و کمال کا ایک اہم سبب قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ اسلامی اعتبار سے شادی مستحب مؤکدہ ہے مگر اس کے بارے میں جو تاکیدات وارد ہوئی ہیں ان کی بنا پر شادی کے بارے میں واجب کا گمان ہوتا ہے۔

مزید وضاحت کے لئے آپ مندرجہ ذیل آیات اور روایات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ (۱) ”اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارا جوڑا تمہیں میں سے پیدا کیا ہے تاکہ تمہیں اس سے سکون حاصل ہو اور پھر تمہارے درمیان محبت قرار دی ہے کہ اس میں صاحبان فکر کے لئے بہت سی نشانیاں پائی جاتی ہیں۔“

۲۔ ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ...﴾ (۲) ”اور اپنے غیر شادی شدہ افراد..... کے نکاح کا اہتمام کرو۔“

۳۔ پیغمبر اکرمؐ کے مندرجہ ذیل ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

☆ ”النِّكَاحُ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي“ ”نکاح میری سنت ہے لہذا جس نے میری سنت سے روگردانی اختیار کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔“ (۲)

☆ ”مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي وَإِنَّ مِنْ سُنَّتِي النِّكَاحُ فَمَنْ أَحْبَبَنِي فَلْيَتَسَنَّ بِسُنَّتِي“ ”جو میری سنت سے روگردانی اختیار کرے وہ مجھ سے نہیں ہے اور میری ایک سنت نکاح بھی ہے لہذا جو شخص بھی مجھ سے محبت رکھتا ہے اسے میری سنت اختیار کرنا چاہئے۔“ (۳)

☆ ”مَنْ تَرَكَ التَّزْوِيجَ مَخَافَةَ الْعِيْلَةِ فَلَيْسَ مِنَّا“ (۵) ”جو گھر کیلئے اخراجات اور غربت کے خوف سے شادی نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

(۱) سورہ روم: آیت ۲۱

(۲) سورہ نور: آیت ۳۲

(۳) بحار الانوار: ج ۱۰ ص ۲۲۰

(۴) صحیح بخاری:

اسی سلسلہ میں آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”مَنْ تَرَكَ التَّزْوِيجَ مَخَافَةَ الْعِيْلَةِ فَقَدْ أَسَاءَ اللَّهُ الظَّنَّ“ (۱) جو غربت کے خوف سے شادی نہ کرے گویا وہ خداوند عالم سے بدظن ہے۔

☆ ”خَيْرُ أُمَّتِي الْمُتَاهِلُونَ وَشِرَارُ أُمَّتِي الْعَزَابُ“ ”میری امت کے بہترین افراد شادی شدہ حضرات ہیں اور بدترین افراد غیر شادی شدہ۔“ (۲)

آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”شِرَارُكُمْ عُزَابُكُمْ، رَكْعَتَانِ مِنْ مُتَاهِلٍ خَيْرٌ مِنْ سَبْعِينَ رَكْعَةً مِنْ غَيْرِ مُتَاهِلٍ“ ”تمہارے سب سے بدتر لوگ غیر شادی شدہ افراد ہیں اور شادی شدہ کی دو رکعت نماز غیر شادی شدہ کی ۷۰ رکعتوں سے بہتر ہیں۔“ (۳)

☆ ”شِرَارُ مَوْتَاكُمْ الْعَزَابُ“ ”تمہارے سب سے برے مردے بغیر شادی کئے مرنے والے ہیں۔“ (۴)

☆ ”الْمُتَزَوِّجُ النَّائِمُ أَفْضَلُ عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْعَزِيبِ“ ”کوئی شادی شدہ سو رہا ہو تو وہ خداوند عالم کی نظر میں غیر شادی شدہ شب زندہ دار اور روزہ دار سے بہتر ہے۔“ (۵)

☆ ”مَا بُنِيَ فِي الْإِسْلَامِ بِنَاءً أَحَبُّ إِلَيَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَأَعَزُّ مِنَ التَّزْوِيجِ“ ”اسلام میں ایسی کوئی عمارت تعمیر نہیں کی گئی جو خداوند عالم کی نظر میں شادی سے زیادہ محبوب اور عزیز ہو۔“ (۶)

(۱) اصول کافی: ج ۵ ص ۳۳۰

(۲) بحار الانوار: ج ۱۰ ص ۱۰۳، المستدرک: ج ۱ ص ۱۵۶

(۳) کنز العمال: حدیث ۴۴۳۸

(۴) بحار الانوار: ج ۱۰ ص ۲۲۰

(۵) بحار الانوار: ج ۱۰ ص ۲۲۱، باب ۱

(۶) المستدرک: ج ۱ ص ۱۵۲

☆ ”مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدْ أَحْرَزَ نِصْفَ دِينِهِ فَلْيَتَّقِ اللَّهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي“
 ”جو رشتہ ازدواج سے منسلک ہو گیا اس نے اپنا نصف دین محفوظ کر لیا پس اسے چاہئے کہ بقیہ دین کے بارے میں خداوند عالم سے ڈرتا رہے۔“ (۱)

☆ ”أَيُّمَا شَابٍ تَزَوَّجَ مِنْ حَدَاثَةٍ سِنِيهِ عَجَّ شَيْطَانُهُ: يَا وَيْلَهُ! عَصَمَ مِنِّي دِينَهُ“
 ”جو ان اگر آغاز جوانی میں ہی شادی کر لے تو شیطان چیخ مار کر کہتا ہے کہ ہائے افسوس! اس نے اپنے دین کو مجھ سے محفوظ کر لیا۔“ (۲)

☆ ”مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدْ أُعْطِيَ نِصْفَ الْعِبَادَةِ“ ”جس نے شادی رچالی ہے اسے آدھی عبادت کی دولت مل گئی۔“ (۳)

☆ ”مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَلْقَى اللَّهَ طَاهِرًا مُطَهَّرًا فَلْيَلْبِقْهُ بَرُوجًا“ ”جو شخص یہ چاہتا ہے کہ خداوند عالم سے پاک و پاکیزہ صورت میں ملاقات کرے تو اپنی بیوی کو ساتھ لیکر خدا سے ملاقات کرے۔“ (۴)

شادی کے فوائد

آیات و روایات کی روشنی میں شادی کی اہمیت جاننے کے بعد ہم اب اس کے مفید اثرات اور نتائج بیان کر رہے ہیں۔

علمائے کرام نے آیات و روایات سے استفادہ کر کے اس کے کچھ فوائد ذکر کئے ہیں جن کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے:

(۱) بحار الانوار: ج ۱۰۰، ص ۲۱۹، باب ۱

(۲) کنز العمال: ج ۳۳، ص ۳۳۱

(۳) بحار الانوار: ج ۱۰۰، ص ۲۲۰، باب ۱

(۴) بحار الانوار: ج ۱۰۰، ص ۲۲۱، باب ۱

۱۔ شادی کا سب سے پہلا فائدہ یہ ہے کہ اسی کی وجہ سے نسل انسانی باقی ہے اور بشریت کا سلسلہ جاری و ساری ہے خداوند عالم نے ہر مرد و عورت کے اندر جنسی خواہش ضرور رکھی ہے تاکہ وہ اس کا جائز استعمال کر کے نسل کو آگے بڑھا سکیں۔ چنانچہ ہر انسان (مرد و عورت) کی یہ آرزو ضرور ہوتی ہے کہ ان کی گود بھی دولتِ اولاد سے آباد رہے جس سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون حاصل ہو سکے جیسا کہ قرآن مجید میں یہ دعا موجود ہے ﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ﴾ (۱) اور وہ لوگ برابر یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ ”خدا یا ہمیں ہماری ازواج اور اولاد کی طرف سے خنکی چشم عطا فرما۔“

اسی طرح شادی کے بعد انسان کے اندر اولاد کی رغبت اور اپنی نسل کی حفاظت کی خواہش اور زیادہ ہو جاتی ہے جیسا کہ قرآن مجید نے جنابِ زکریا کی تمنا کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ﴿وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ﴾ ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ﴾ (۲) ”اور زکریا کو یاد کرو کہ جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ پروردگار مجھے اکیلا نہ چھوڑ دینا کہ تو تمام وارثوں سے بہتر وارث ہے تو ہم نے ان کی دعا کو قبول بھی کر لیا اور انہیں یحییٰ جیسا فرزند عطا کر دیا۔“

اس تمنا اور آرزو کی تفصیل سورہٴ مریم میں اس طرح بیان کی گئی ہے: ﴿ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدُہُ زَكَرِيَّا﴾ ﴿إِذْ نَادَىٰ رَبُّہُ نِدَاءً خَفِيًّا﴾ ﴿قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾ ﴿وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا﴾ (۳)

(۱) سورہٴ فرقان: آیت ۷۴

(۲) سورہٴ انبیاء: آیت ۹۰، ۸۹

(۳) سورہٴ مریم: آیت ۵/۲

”کہا کہ پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں ہیں اور میرا سر بڑھاپے کی آگ سے بھڑک اٹھا ہے اور میں تجھے پکارنے سے کبھی محروم نہیں رہا ہوں اور مجھے اپنے بعد اپنے خاندان والوں سے خطرہ ہے اور میری بیوی بانجھ ہے تو اب مجھے ایک والی اور وارث عطا فرمادے۔“

اور پروردگار عالم نے جناب زکریا کو جناب یحییٰ کی ولادت کی بشارت دی تاکہ ان کی نسل کے ساتھ ساتھ رسالت الہیہ کا سلسلہ بھی ہمیشہ باقی رہے۔

۲۔ شادی سے انسان کے اندر حیاء اور عفت اور تقویٰ کا پہلو مستحکم ہو جاتا ہے اور وہ آسانی سے شیطان کے وسوسوں سے نجات پا جاتا ہے۔ کیونکہ روایات کے مطابق شیطان کے دواہم راستے ہیں جن سے شیطان ہر انسان کو بہ آسانی اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ ایک غصہ، دوسرے شہوت۔ حضرت علیؑ نے اسی سلسلہ میں فرمایا ہے: ”لَيْسَ لِلْبَيْتِ وَهَقُّ أَكْثَرُ مِنَ الْغَضَبِ وَالنِّسَاءِ“ (۱) ”شیطان کے پاس غصہ اور عورت سے مضبوط کوئی اور رستی نہیں ہے۔“

امام صادقؑ فرماتے ہیں: ”لَيْسَ لِلْبَيْتِ جُنْدٌ أَشَدُّ مِنَ النِّسَاءِ وَالْغَضَبِ“ (۲) ”بلیس کے پاس عورت اور غصہ سے زیادہ طاقتور کوئی لشکر نہیں ہے۔“ (۳)

اگر ہم ان دونوں طاقتوں یعنی غصہ اور شہوت کا موازنہ کریں تو وہاں بھی شہوت کی طاقت زیادہ دکھائی دے گی۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ شہوت اور جنسی خواہش ہر انسان کے اندر کسی نہ کسی مقدار میں ضرور پائی جاتی ہے اور اس کی تسکین کے ذرائع بھی موجود ہیں۔

لیکن غصہ کا اظہار ہر ایک کے لئے ممکن نہیں ہو پاتا ہے۔ نہ جانے کتنے لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں کبھی غصہ آتا ہی نہیں مگر ان کے یہاں جنسی شہوت پائی جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ شہوت

(۱) غرر الحکم: ج ۳، ص ۳۰۸

(۲) بحار الانوار: ج ۷، ص ۲۳۶، باب ۲۳

ہی شیطان کا سب سے بڑا ہتھکنڈہ ہے جس سے وہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شریعت نے کسی مرد کو نامحرم عورت کے ساتھ تنہا رہنے سے منع کیا ہے کیونکہ ایسی صورت میں ان کے ساتھ شیطان شریک ہو جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ شادی کے بعد ہر انسان شیطانی خیالات اور وسوسوں سے کسی حد تک محفوظ ہو جاتا ہے کیونکہ جائز طریقہ سے اس کی جنسی خواہشات کی تسکین ہو جاتی ہے اور اس طرح اس پر شیطانی ہتھکنڈے زیادہ کارگر ثابت نہیں ہوتے جیسا کہ روایات میں ہے کہ ”مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدْ أَحْرَزَ نِصْفَ دِينِهِ“ ”جس نے شادی کر لی اس نے اپنا آدھا دین محفوظ کر لیا۔“

۳۔ زندگی میں سکون و اطمینان بھی شادی کا ایک فائدہ ہے۔ کیونکہ انسان تنہا رہ کر ملول اور افسردہ رہتا ہے افسردگی دور کرنے کے لئے کسی ہم نشین اور ساتھی کی ضرورت ہوتی ہے جو ہر وقت اس کا غمخوار بن سکے اور شادی کے ذریعہ اس کی یہ ضرورت بآسانی پوری ہو جاتی ہے اور انسان دردتہائی اور احساس غربت جیسی مشکلات پر قابو پا لیتا ہے کیونکہ چاہے مرد ہو یا عورت ان میں سے ہر ایک کو ایسا شریک حیات مل جاتا ہے جو اس کے حزن و ملال اور خوشیوں میں شریک ہو کر اس کی زندگی کا بوجھ ہلکا کر سکے اور جیسا کہ ہم نے درس کے شروع میں یہ آئیہ کریمہ کا تذکرہ کیا ہے جس میں خدا نے شادی کو اپنی نشانی قرار دیا گیا ہے کیونکہ شادی کے ساتھ شوہر اور بیوی کے درمیان بے پناہ قربت و محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

۴۔ زندگی کے مختلف مراحل میں ہر انسان کو دوسروں کی امداد کی ضرورت پڑتی ہے جس کا ایک آسان راستہ شادی ہے کیونکہ کوئی بھی انسان تنہا ہر مرحلہ سر نہیں کر سکتا ہے لہذا شادی کے ذریعہ میاں، بیوی کے درمیان تعاون اور اشتراک کے راستے کھل جاتے ہیں اور ان کے درمیان زندگی کے مختلف امور کی تقسیم ہو جاتی ہے مثلاً مرد صبح سے لیکر شام تک دوڑ دھوپ کر کے اپنے گھر لوٹتا

ہے تو گھر کو سرسبز و شاداب لہلہاتے ہوئے سبزے کی طرح پاتا ہے زوجہ گرم جوشی سے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کرتی ہے اور اس کے سامنے اس کے من پسند کھانے پیش کرتی ہے اور بستر وغیرہ بچھا کر اس کے آرام کا انتظام کرتی ہے اور ان سب سے آگے بڑھ کر اسے ایک ایسا منوس ویاور مل جاتا ہے جس سے وہ مختلف قسم کی باتیں کر سکتا ہے اپنا رنج و غم اس سے بیان کر کے اپنا بوجھ ہلکا کر سکتا ہے اور یہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ مل کر اپنے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کر سکتا ہے۔

آدمی کو اس سے بھی سبق حاصل کرنا چاہئے کہ خدا نے شادی کرنے والوں کو غنی بنانے کا وعدہ کیا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نہ جانے کتنے فقیر اور پریشان حال لوگ تھے شادی کے بعد جن کے لئے برکتوں کے دروازے کھلتے چلے گئے۔

۵۔ انسانی تکامل کی منزل کمال تک پہنچنے کے لئے شادی ایک اہم ترین ذریعہ ہے کیونکہ اخلاقی بلندیاں حاصل کرنے کے لئے انسان جو بھی ارادہ کرتا ہے اس میں شادی کے بعد ہی پختگی اور استحکام حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ ازدواجی زندگی کے بعد انسان کے اوپر بے شمار ذمہ داریوں کے ساتھ سینکڑوں قسم کی مشکلات بھی سامنے آتی ہیں جس سے اس کی صلاحیتیں ابھر کر سامنے آتی ہیں اور وہ محنت و مشقت اور صبر و تحمل کا عادی بن جاتا ہے جیسا کہ حدیث پیغمبر اکرمؐ میں ہے: ”الْكَافُ فِي نَفَقَةٍ عِيَالِهِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ“ ”اپنے اہل و عیال کے لئے محنت و مشقت کرنے والا راہ خدا میں جہاد کرنے والے مجاہد کی طرح ہے۔“ (۱)

علماء اخلاق فرماتے ہیں کہ پروردگار عالم نے نہ مرد کو کامل بنا کر پیدا کیا ہے اور نہ ہی عورت کو! بلکہ ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا آدھا حصہ ہے اور دونوں سے مل کر ہی اس کی تکمیل ہوتی ہے اور یہ تکمیل شادی اور شادی کے بعد کامیاب گھریلو تعلقات اور ازدواجی زندگی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

سبق کا خلاصہ:

اسلام نے شادی خانہ آبادی کو ایک فطری راستہ قرار دیا ہے جو سکون و اطمینان، انس و محبت اور طہارت نفس کا ذریعہ بھی ہے اس ضرورت کا احساس ہر مرد اور ہر عورت کے اندر ضرور پایا جاتا ہے۔ شادی کر لینے سے انسان کا آدھا دین محفوظ ہو جاتا ہے۔

سوالات:

- ۱۔ قرآن کریم نے شادی کو خداوند عالم کی نشانی کیوں قرار دیا ہے؟
- ۲۔ پیغمبر اکرمؐ نے غیر شادی شدہ لوگوں کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟
- ۳۔ مختصر طور پر شادی کے فوائد بیان کیجئے؟
- ۴۔ شیطان کا کونسا ہتھکنڈ اسب سے زیادہ خطرناک ہے؟ حضرت علیؑ کی حدیث کی روشنی میں بیان کیجئے؟
- ۵۔ پیغمبر اکرمؐ کی کوئی حدیث بیان فرمائیے جس میں اہل و عیال کے لئے محنت کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہو؟

سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ”زَوْجُهَا“ اس کے شوہر کا حق ہے۔ (۱)

۲۔ بیوی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شوہر کے ساتھ بالکل گھل مل جائے (ایک جان دو قالب کی مصداق بن جائے) اور دو باتوں میں اس کا مکمل ساتھ نبھائے:

الف: ممکن ہے شوہر اور بیوی کی تربیت مختلف ماحول میں ہوئی ہو اور ان کے اخلاقیات ایک دوسرے سے بالکل الگ ہوں اور دونوں اپنے پرانے کردار پر باقی رہیں تو ان کے درمیان کسی قسم کا سمجھوتہ ناممکن ہے۔

لہذا عورت کے لئے ضروری ہے کہ اپنے شوہر کے عادات و اطوار کے مطابق ڈھال لے اور اس کی بری عادتوں اور بد اخلاقیوں پر صبر کرے۔ جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے: ”مَنْ صَبَرَتْ عَلَى سُوءِ خُلُقِ زَوْجِهَا أُعْطَاهَا اللَّهُ مِثْلَ ثَوَابِ آسِيَةِ بِنْتِ مُزَاحِمٍ“ (۲) ”جو عورت اپنے شوہر کی بد اخلاقیوں پر صبر کرے تو خداوند عالم اسے آسیہ بنت مزاحم کے برابر ثواب عطا کرے گا۔“

امام محمد باقرؑ سے منقول ہے: ”إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ كَتَبَ عَلَى الرِّجَالِ الْجِهَادَ وَعَلَى النِّسَاءِ الْجِهَادَ فَجِهَادُ الرَّجُلِ أَنْ يَبْذُلَ مَالَهُ وَدَمَهُ حَتَّى يُقْتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَجِهَادُ الْمَرْأَةِ أَنْ تَصْبِرَ عَلَى مَا تَرَى مِنْ أَذَى زَوْجِهَا وَغَيْرَتِهِ“ (۳)

”پروردگار عالم نے مردوں کے اوپر بھی جہاد واجب کیا ہے اور عورتوں پر بھی جہاد واجب کیا ہے، چنانچہ مرد کا جہاد یہ ہے کہ راہ خدا میں اپنے مال اور خون کی اس طرح بازی لگا دے کہ اسی راہ میں قتل ہو جائے اور عورت کا جہاد یہ ہے کہ شوہر کی وجہ سے اسے جن پریشانیوں کا

(۱) مکارم الاخلاق: ص ۲۱۴

(۲) مکارم الاخلاق: ص ۲۱۴

(۳) مکارم الاخلاق: ص ۲۱۵

سامنا کرنا پڑتا ہے ان کے اوپر صبر کرے۔“

آپؐ ہی سے یہ بھی روایت ہے: ”جِهَادُ الْمَرْأَةِ حُسْنُ التَّبَعْلِ“ ”عورت کا جہاد اچھی شوہر داری کرنا ہے۔“ (۱)

ب: شوہر کا ہاتھ بٹانا اور ہر مشکل مرحلے میں اس کا ساتھ دینا نہ یہ کہ وہ شوہر کے لئے درد سر بن جائے اور ہر قدم پر اس کے مسائل میں مزید اضافہ کر دے۔

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ”أَيُّمَا امْرَأَةٍ لَمْ تَرْفُقْ بِزَوْجِهَا وَحَمَلَتْهُ عَلَى مَا لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ وَمَا لَا يَطِيقُ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهَا حَسَنَةٌ وَتَلْقَى اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهَا غَضَبَانٌ“ (۲) ”جو عورت بھی اپنے شوہر کے ساتھ نرم رویہ نہ رکھے اور اس سے ایسے مطالبات کرے جو اس کی قدرت و طاقت سے باہر ہوں تو اس کی کوئی نیکی قبول نہیں ہوگی اور جب وہ خدا کی بارگاہ میں پہنچے گی تو وہ اس سے ناراض رہے گا۔“

آنحضرتؐ ہی سے یہ بھی مروی ہے: ”أَيُّمَا امْرَأَةٍ آذَتْ زَوْجَهَا بِلِسَانِهَا لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ مِنْهَا صَرْفًا وَلَا عَدْلًا وَلَا حَسَنَةً مِنْ عَمَلِهَا حَتَّى تُرْضِيَهُ وَإِنْ صَامَتْ نَهَارَهَا وَقَامَتْ لَيْلَهَا وَأَعْتَقَتْ الرِّقَابَ وَحَمَلَتْ عَلَى جِيَادِ الْخَيْلِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَكَانَتْ أَوَّلُ مَنْ يَرِدُ النَّارَ“ (۳) ”جو عورت بھی اپنی زبان سے اپنے شوہر کو ستائے خداوند عالم اس کا کوئی کار خیر قبول نہیں کرے گا جب تک وہ اپنے شوہر کو راضی نہ کر لے۔ چاہے وہ مسلسل دنوں میں روزے رکھے اور راتوں کو نمازیں پڑھتی رہے غلاموں کو آزاد کرتی رہے اور راہ خدا میں جہاد کے لئے لشکر پہ لشکر بھیجتی رہے تب بھی سب سے پہلے جہنم میں داخل ہوگی۔“

(۱) مکارم الاخلاق: ص ۲۱۵

۳۔ زوجہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ شوہر کے لئے زینت و آرائش کرے اور عطر لگائے جیسا کہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَا يَبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ...﴾ (۱) اور اپنی زینت کو اپنے شوہر، باپ، دادا، شوہر کے باپ دادا، اپنی اولاد، اپنے شوہر کی اولاد اپنے بھائی اور بھائیوں کی اولاد اور بہنوں کی اولاد.... ان سب کے علاوہ کسی پر ظاہر نہ کریں۔“

آیہ کریمہ میں نامحرموں کے سامنے زینت کے اظہار سے واضح طور پر منع کیا گیا ہے اور آیت میں جن لوگوں کا تذکرہ ہے ان کے سامنے اگرچہ زینت کا اظہار جائز ہے مگر شوہر کے لئے زینت کرنا واجب ہے۔

امام جعفر صادق سے مروی ہے: ”أَيُّمَا امْرَأَةٍ تَطَيَّبَتْ لِغَيْرِ زَوْجِهَا لَمْ يَقْبَلْ مِنْهَا صَلَاةٌ حَتَّى تَغْتَسِلَ مِنْ طَيِّبِهَا كَغُسْلِهَا مِنْ جَنَابَتِهَا“ (۲) ”جو عورت اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کے لئے خوشبو استعمال کرے اس کی نماز اس وقت تک قبول نہ ہوگی جب تک وہ غسل کر کے اس خوشبو کو اسی طرح نہ دھو ڈالے جس طرح وہ غسل جنابت کرتی ہے۔“

۴۔ زوجہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے جیسا کہ حدیث نبوی میں آیا ہے: ”أَيُّمَا امْرَأَةٍ خَرَجَتْ مِنْ بَيْتِهَا بِغَيْرِ إِذْنِ زَوْجِهَا فَلَا نَفَقَةَ لَهَا حَتَّى تَرْجِعَ“ (۳) ”جو عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جائے تو جب تک وہ گھر میں واپس نہ آجائے نفقہ کی حقدار نہیں ہے۔“

(۱) سورہ نور: آیت ۳۱

(۲) مکارم الاخلاق: ص ۲۱۵

(۳) مکارم الاخلاق: ص ۲۱۵

امام جعفر صادق کا ارشاد گرامی ہے: ”أَيُّمَا امْرَأَةٍ وَضَعَتْ ثَوْبَهَا فِي غَيْرِ مَنْزِلِ زَوْجِهَا وَبَغِيرِ إِذْنِهِ لَمْ تَزَلْ فِي لَعْنَةِ اللَّهِ إِلَى أَنْ تَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهَا“ (۱) ”جو عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے گھر کے علاوہ کسی دوسرے کے گھر میں اپنے کپڑے (مقع، برقع) اتارے تو جب تک وہ شوہر کے گھر واپس نہ آجائے مسلسل لعنت الہی میں گرفتار رہے گی۔“

شوہر کی گردن پر زوجہ کے حقوق

اسلام نے مرد کے اوپر بھی زوجہ کے کچھ حقوق واجب قرار دئے ہیں جن میں سے کچھ مادی حقوق ہیں اور کچھ روحانی اور اخلاقی۔

پیغمبر اسلام کا ارشاد گرامی ہے: ”أَوْصَانِي جَبْرَيْلُ بِالْمَرْأَةِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي طَلَاقُهَا إِلَّا مِنْ فَاحِشَةٍ مُبَيَّنَةٍ“ (۲) ”مجھے جبریل نے عورتوں کے بارے میں اتنی تاکید کی ہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ جب تک وہ کھلے عام بدکاری نہ کرنے لگیں انھیں طلاق نہیں دی جاسکتی ہے۔“

مرد پر مندرجہ ذیل امور لازم ہیں:

۱۔ عورت کا نفقہ: یعنی زندگی کے تمام اخراجات ادا کرنا ضروری ہیں اسی سلسلہ میں امام صادق کا ارشاد ہے: ”يَشْبَعُ بَطْنُهَا وَيَكْسُو جِثَّتُهَا وَإِنْ جَهِلَتْ غَفَرَ لَهَا“ ”اے شکم سیر کرے اس کے لئے لباس مہیا کرے اور اگر اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو اسے معاف کر دے۔“ (۳)

(۱) مکارم الاخلاق: ص ۲۱۵

(۲) مکارم الاخلاق: ص ۲۱۶

(۳) مکارم الاخلاق: ص ۲۱۶

۲۔ حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں: ”وَأَمَّا حَقُّ الزَّوْجَةِ فَإِنْ تَعْلَمَ أَنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَهَا لَكَ سَكَنًا وَأُنْسًا فَتَعْلَمَ أَنَّ ذَلِكَ نِعْمَةٌ مِنَ اللَّهِ عَلَيْكَ فَتُكْرِمُهَا وَتَرْفُقُ بِهَا وَإِنْ كَانَ حَقُّكَ عَلَيْهَا أَوْ جُبُ فَإِنَّ لَهَا عَلَيْكَ أَنْ تَرْحَمَهَا لِأَنَّهَا أَسِيرَتُكَ وَتُطْعِمُهَا وَتَكْسُوهَا وَإِذَا جَهَلْتَ عَفْوَتْ عَنْهَا“ ”تمہاری زوجہ کا تمہارے اوپر یہ حق ہے کہ تمہیں یہ احساس رہے کہ خداوند عالم نے اس کو تمہارے لئے وجہ سکون اور انس کا ذریعہ قرار دیا ہے لہذا یہ دھیان رہے کہ وہ تمہارے پاس خداوند عالم کی ایک نعمت ہے چنانچہ اس کا احترام کرو، اس کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ اگرچہ تمہارا حق اس کی گردن پر واجب تر ہے لیکن تمہارے اوپر بھی اس کا حق ہے کہ اس کے ساتھ مہر و محبت سے پیش آؤ کیونکہ وہ تمہاری اسیر ہے اور اس کے لئے کھانے اور کپڑے کا انتظام کرو۔ اور اگر نادانستہ اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو اسے معاف کر دینا۔“ (۱)

۳۔ ہمیشہ مہر و محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آئے پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے: ”قَوْلُ الرَّجُلِ لِلْمَرْأَةِ إِنِّي أُحِبُّكَ لَا يَذْهَبُ مِنْ قَلْبِهَا أَبَدًا“ ”شوہر کا اپنی زوجہ سے صرف یہ کہنا کہ مجھے تم سے محبت ہے کبھی بھی اس کے دل سے نہیں مٹ سکتا ہے۔“ (۲)

اسی طرح آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”مَنْ صَبَرَ عَلَى سُوءِ خُلُقِ امْرَأَتِهِ أَعْطَاهُ اللَّهُ مِنَ الْأَجْرِ مَا أُعْطِيَ أَيُّوبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى بَلَائِهِ“ ”جو شخص بیوی کی بد اخلاقی پر صبر کرے خداوند عالم اس کو اتنا ہی اجر عطا کرے گا جتنا جناب ایوبؑ کے امتحان پر ان کو عطا فرمایا تھا۔“ (۳)

(۱) بحار الانوار: ج ۷۱ باب ۴

(۲) وسائل الشیعة: ج ۲۰ ص ۲۳، باب ۳

(۳) مدارم الاخلاق: ۲۱۳

امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے: ”إِنَّ الْمَرْءَ يَحْتَاجُ فِي مَنْزِلِهِ وَعِيَالِهِ إِلَى ثَلَاثِ خَلَالٍ يَسْتَطْلِفُهَا وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي طَبْعِهِ ذَلِكَ: مُعَاشَرَةً جَمِيلَةً وَسَعَةً بِتَقْدِيرٍ وَغَيْرَةً بِتَحْصُنٍ“ ”ہر انسان کو اپنے گھر اور اہل خاندان کے درمیان تین خصلتوں کی ضرورت ہوتی ہے چاہے وہ اس کے مزاج کے مطابق نہ ہوں۔ نیک اور اچھی ہم نشینی، بقدر ضرورت آسائش زندگی اور غیرت کے ساتھ عفت۔“ (۱)

آپؐ ہی سے یہ بھی منقول ہے: ”لَا عَنَى بِالزَّوْجِ عَنْ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ زَوْجَتِهِ وَهِيَ: الْأُموافقةُ لِيَجْتَلِبَ بِهَا مُوافَقَتَهَا وَمَحَبَّتَهَا وَهَوَاهَا وَحُسْنُ خُلُقِهِ مَعَهَا وَاسْتِعْمَالُهُ اسْتِمَالَةً قَلْبِيًّا بِالْهَيْئَةِ الْحَسَنَةِ فِي عَيْنِهَا وَتَوْسِيعَتِهِ عَلَيْهَا“ ”ہر شوہر کے لئے اپنی زوجہ کے ساتھ حسن معاشرت کے لئے تین چیزیں درکار ہوتی ہیں۔ ۱۔ اس کی موافقت تاکہ اس طرح سے اس کی محبت اور آرزوؤں کو اپنی طرف موڑ سکے، ۲۔ دوسرے حسن اخلاق اور زوجہ کے سامنے اچھی شکل و صورت اور انداز سے پیش آنا۔ ۳۔ زندگی میں سہولت و آسانیاں فراہم کرنا۔“ (۲)

۴۔ زوجہ پر ظلم و تشدد اور سختی سے پرہیز کرے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ”خَيْرُ الرِّجَالِ مَنْ أَمَتِيَ الَّذِينَ لَا يَتَطَاوَلُونَ عَلَى أَهْلِيهِمْ وَيَحْتُونُ عَلَيْهِمْ وَلَا يَظْلِمُونَ لَهُمْ“ ”میری امت کے سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنے گھر والوں پر سختی نہیں کرتے ہیں اور لطف و محبت سے پیش آتے ہیں اور نہ ان پر ظلم کرتے ہیں۔“ پھر آپؐ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾

(۱) بحار الانوار: ج ۷۵ ص ۲۳۵ باب ۲۳

(۲) تحف العقول: ص ۳۲۲

”عورتوں کے حاکم اور نگران ہیں ان فضیلتوں کی بنا پر جو خدا نے بعض کو بعض پر دی ہے۔“ (۱)
 اسی طرح حدیث نبوی میں ہے کہ اگر شوہر اپنی زوجہ کے اوپر ظلم کرے گا تو اس کا کوئی کار خیر قبول نہ ہوگا جیسا کہ ارشاد ہے: ”وَكَذَلِكَ الرَّجُلُ إِذَا كَانَ لَهَا ظُلْمًا“ اور یہی حال مرد کا بھی ہے (اس کا کوئی عمل قبول نہ ہوگا) جبکہ وہ زوجہ پر ظلم کرے۔“ (۲)

سبق کا خلاصہ:

اسلامی نظام میں شوہر اور زوجہ کے حقوق بھی ایک دوسرے پر بالکل واضح اور معین ہیں۔
 زوجہ شوہر ان حقوق کی رعایت کریں اور اپنے کاموں کو تقسیم کر لیں تو بآسانی پرسکون زندگی گزار سکتے ہیں اور اس ثواب و اجر کے بھی مستحق ہو سکتے ہیں جس کی طرف قرآن کریم یا روایات معصومینؑ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

سوالات:

- ۱۔ عورت کے ذمہ شوہر کے کیا حقوق ہیں؟
- ۲۔ پیغمبر اکرمؐ کی حدیث میں کن عورتوں کو جہنم کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے؟
- ۳۔ روایات کی روشنی میں عورت کا جہاد کیا ہے؟
- ۴۔ پیغمبر اکرمؐ نے کن لوگوں کو اپنی امت کا سب سے بہترین آدمی قرار دیا ہے؟

(۱) مکارم الاخلاق: ص ۲۱۷

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ: ص ۱۵

تیرہواں سبق

محنت و مشقت کی قدر و قیمت

شریعت اسلامیہ میں کام کاج کے بھی کچھ آداب معین ہیں لیکن ان آداب کے بارے میں کسی قسم کی گفتگو سے پہلے اس سوال کا جواب تلاش کرنا ضروری ہے کہ اسلام کی نگاہ میں کام کی کوئی قدر و قیمت ہے یا نہیں؟ اور اگر اس کا جواب مثبت ہے تو پھر اس کے حدود کیا ہیں؟ اس سبق میں اسی سوال کا جواب پیش کیا جائے گا اور اس کے بعد آئندہ سبق میں کام کے آداب تفصیل کے ساتھ بیان کئے جائیں گے۔

محنت و مشقت سے متعلق ہمیں دو قسم کی آیات و روایات نظر آتی ہیں

بعض آیات و روایات کے مطابق کسب معاش اور رزق حلال کے لئے جدوجہد لائق تحسین ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾ (۱) اور ہم نے دن کو وقت معاش قرار دیا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے: ﴿وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَاشًا قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ﴾ (۲) ”اور تمہارے لئے اس میں سامان زندگی قرار دئے ہیں مگر تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔“

(۱) سورہ نبا: آیت ۱۱

(۲) سورہ اعراف: آیت ۱۰

روایت میں ہے کہ ایک روز پیغمبر اکرمؐ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک مقام سے گذرے تو دیکھا کہ ایک تندرست و توانا جوان بڑی جفاکشی کے ساتھ کام میں مشغول ہے تو اصحاب نے کہا: ”افسوس! کاش یہ اپنی طاقت راہ خدا میں استعمال کرتا“ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: ”لَا تَقُولُوا هَذَا، فَإِنَّهُ إِنْ كَانَ يَسْعَى عَلَى نَفْسِهِ لِيُكْفِلَهَا عَنِ الْمَسْأَلَةِ وَيُغْنِيَهَا عَنِ النَّاسِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَإِنْ كَانَ يَسْعَى عَلَى أَبْوَيْنِ ضَعِيفَيْنِ أَوْ ذُرِّيَّةٍ ضِعَافٍ لِيُغْنِيَهُمْ وَيُكْفِيَهُمْ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَإِنْ كَانَ يَسْعَى تَفَاخُرًا وَتَكَاثُرًا فَهُوَ فِي سَبِيلِ الشَّيْطَانِ“ ”ایسا مت کہو! کیونکہ اگر وہ اس لئے کام کر رہا ہے تاکہ اسے کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلا نا پڑے اور لوگوں سے بے نیاز رہے تو یہ راہ خدا میں سعی کر رہا ہے اور اگر وہ اپنے ناتواں بوڑھے ماں باپ اور معصوم بچوں کے اخراجات برداشت کرنے کے لئے یہ کام کر رہا ہے تو یہ بھی راہ خدا کے لئے ہے ہاں لیکن اگر یہ فخر و مباہات اور مالدار ہونے کی نیت رکھتا ہے تو پھر یہ شیطان کے راستے پر چل رہا ہے۔“ (۱)

امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے حجۃ الوداع میں یہ ارشاد فرمایا: ”أَلَا إِنَّ الرُّوحَ الْأَمِينَ نَفْسٌ فِي رَوْحِي إِنَّهُ لَا تَمُوتُ نَفْسٌ حَتَّى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا فَاتَّقُوا اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ وَأَجْمَلُوا فِي الطَّلَبِ وَلَا تَحْمِلَنَّكُمْ اسْتِطَاءُ شَيْءٍ مِنَ الرِّزْقِ أَنْ تَطْلُبُوهُ بِشَيْءٍ مِنْ مَعْصِيَةِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَسَمَ الْأَرْزَاقَ بَيْنَ خَلْقِهِ حَلَالًا وَلَمْ يُقَسِّمْهَا حَرَامًا فَمَنْ اتَّقَى اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ وَصَبَرَ آتَاهُ اللَّهُ بِرِزْقِهِ مِنْ حِلِّهِ وَمَنْ هَتَكَ حِجَابَ السِّرِّ وَعَجَّلَ فَأَخَذَ مِنْ غَيْرِ حِلِّهِ قَصَبَ بِهِ مِنْ رِزْقِهِ الْحَلَالِ وَخَوَسِبَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“

مذکورہ آیات کریمہ میں پروردگار عالم نے بندوں پر اپنے احسان اور کرم کا تذکرہ کیا ہے کہ اس نے ہمارے لئے کام کاج اور طلب معاش کی خاطر دنوں کو روشن بنایا اور اس کے علاوہ ہمیں زمین کا مالک و مختار بھی بنا دیا ہے تاکہ بآسانی اپنے لئے رزق فراہم کر سکیں۔

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ”مِنَ الذُّنُوبِ ذُنُوبٌ لَا يَكْفِرُهَا إِلَّا اللَّهُ فِي طَلَبِ الْمَعِيشَةِ“ ”کچھ گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ، کام کاج کی زحمت اور پریشانی کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں بن سکتی ہے۔“ (۱)

آپؐ ہی کا ارشاد ہے: ”التَّاجِرُ الصَّدُوقُ يُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ“ ”سچا تاجر روز قیامت صدیقین اور شہداء کے ساتھ محشور کیا جائے گا۔“ (۲)

آپؐ ہی کا ارشاد ہے: ”مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا تَعَفُّفًا عَنِ الْمَسْأَلَةِ وَتَوْسِيعًا عَلَى عِيَالِهِ وَتَعَطُّفًا عَلَى جَارِهِ لَقِيَ اللَّهَ وَوَجْهُهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ“ ”جو شخص کسی کے سامنے دست سوال پھیلانے سے پرہیز، اہل و عیال کے راحت و آرام اور اپنے پڑوسیوں پر رحم و کرم کے لئے حلال روزی کمائے تو پروردگار عالم سے اس عالم میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند چمک رہا ہوگا۔“ (۳) اسی بارے میں آپؐ نے فرمایا ہے: ”الْأَسْوَاقُ مَوَائِدُ اللَّهِ فَمَنْ أَتَاهَا أَصَابَ مِنْهَا“ ”بازار خداوند عالم کے (نعمتوں سے بھرے) دسترخوان ہیں لہذا جو وہاں جائے گا ان سے مستفید ہوگا۔“ (۴)

(۱) احیاء علوم الدین: کتاب آداب کسب و معاش

(۲) سنن ترمذی: ج ۵

(۳) اصول کافی: ج ۵، مستدرک: ج ۱۳ ص ۵۵

(۴) احیاء علوم الدین: کتاب آداب کسب و معاش

”یاد رکھنا کہ جبرئیل امین نے مجھے یہ الہام کیا ہے کہ کسی شخص کو اس وقت تک موت نہ آئے گی جب تک اس کا رزق مکمل نہ ہو جائے۔ لہذا تقویٰ اختیار کرو اور روزی کی تلاش کے معاملہ میں اعتدال سے کام لو۔ اور کسی بھی مقام پر روزی پہنچنے میں دیر کا یہ انجام نہ ہونے پائے کہ تم خدا کی نافرمانی میں مبتلا ہو جاؤ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کے درمیان رزق کو حلال طریقوں سے تقسیم فرمایا ہے نہ کہ حرام راستوں سے لہذا جو شخص تقویٰ اختیار کرے گا اور صبر سے کام لے گا خداوند عالم اسے حلال روزی عطا کرے گا اور جو شخص پردوں کو چاک کر کے، اور جلد بازی سے کام لیکر حرام ذرائع میں پڑ جائے گا تو خداوند عالم اسی مقدار میں اس کا حلال رزق کم کر دے گا اور روز قیامت اس سے حساب بھی لے گا۔“ (۱)

محمد بن منکدر کا بیان ہے کہ ایک روز میں مدینہ کے اطراف میں نکلا، دو پہر کا وقت تھا اور گرمی بہت زیادہ تھی میں نے دیکھا کہ امام محمد باقرؑ اپنے کھیت میں کام کر رہے ہیں میں نے دل میں سوچا آج ان کو اچھی طرح نصیحت کروں گا لہذا ان کے پاس گیا اور کہا، خدا آپ کا بھلا کرے قریش کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ (اور سن رسیدہ) شخص اس برستی ہوئی آگ میں بھی فکر دنیا میں پڑا ہوا ہے؟ کیا آپ کو خوف خدا نہیں ہے کہ اگر اسی حالت میں آپ کو موت آجائے تو کیا ہوگا؟

امام نے اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کرتے ہوئے فرمایا: ”وَاللّٰهِ لَوْ جَانَنِي الْمَوْتُ عَلَىٰ هَذَا الْحَالِ جَانَنِي وَأَنَا فِي طَاعَةٍ مِّنْ طَاعَاتِ اللّٰهِ أَكْفَىٰ بِهَا نَفْسِي عَنْكَ وَعَنِ النَّاسِ وَإِنَّمَا أَخَافُ الْمَوْتَ إِذَا جَانَنِي وَأَنَا عَلَىٰ مَعْصِيَةٍ“ ”خدا کی قسم اگر مجھے اس وقت موت آجائے تو مجھے اطاعت خدا کے دوران موت آئے گی کیونکہ اس کام کے ذریعہ میں تم سے اور دوسرے تمام لوگوں سے خود کو بے نیاز کر رہا ہوں۔ بلکہ مجھے تو موت کا خوف تب ہوگا کہ جب گناہ کے عالم میں مجھے موت آئے۔“

تو ابن منکدر نے سر ہلا کر کہا، خدا آپ پر رحمت نازل کرے اے ابو جعفر میں نے سوچا تھا کہ میں آپ کو نصیحت کروں آپ نے تو مجھے ہی نصیحت فرمادی۔ (۱)

امام جعفر صادقؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ”إِذَا كَانَ الرَّجُلُ مُغْسِرًا فَعَمَلٌ بِقَدَرِ مَا يَقُوْتُ نَفْسَهُ وَأَهْلَهُ لَا يَطْلُبُ حَرَامًا فَهُوَ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ“ اگر کوئی شخص تنگدستی میں مبتلا ہو اور وہ اپنے اہل و عیال کے ضروریات پورا کرنے کے لئے کوئی کام کاج کرے اور حرام راستوں سے نہ کمائے تو وہ راہ خدا میں جہاد کرنے والے مجاہد کی طرح ہے۔ (۲)

اسی طرح آپؑ نے فرمایا ہے: ”الْكَادُّ عَلَىٰ عِيَالِهِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ“ ”اپنے گھر والوں کے لئے محنت و مشقت کرنے والا، مجاہد راہ خدا کی مانند ہے۔“ (۳)

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ”مَلْعُونٌ مِّنْ أَلْقَىٰ كُلَّهُ عَلَى النَّاسِ“ ”وہ شخص ملعون ہے جو اپنی تمام چیزوں کا بوجھ دوسروں کے اوپر ڈال دے۔“ (۴)

ان آیات و روایات کے برخلاف بعض دیگر روایات میں کسب معاش کے لئے جدوجہد کو غیر مستحسن قرار دیا گیا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ”مَا أُوحِيَ إِلَيَّ أَنْ أَجْمَعَ الْمَالَ وَكُنْ مِنَ التَّاجِرِينَ وَلَكِنْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنْ سَبَّحَ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ“ ”مجھ پر یہ وحی نہیں کی گئی ہے کہ مال و دولت جمع کروں اور تاجر بن جاؤں بلکہ مجھ پر تو یہ وحی ہوئی ہے کہ اپنے

(۱) اصول کافی: ج ۵، ص ۷۳

(۲) اصول کافی: ج ۵، ص ۸۸

(۳) گزشتہ حوالہ

(۴) اصول کافی: ج ۵، ص ۷۲

رب کی تسبیح کروں اور سجدہ گزاروں میں رہوں اور جب تک منزل یقین تک نہ پہنچ جاؤں اپنے پروردگار کی عبادت کرتا رہوں۔ (۱)

اس بارے میں آپ کے یہ ارشادات بھی ملاحظہ فرمائیں:

☆ "اُكْثِرُوا الْاِسْتِغْفَارَ فَإِنَّهُ يَجْلِبُ الرِّزْقَ" زیادہ سے زیادہ استغفار کرو کیونکہ اس

سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔ (۲)

☆ "إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَوْحَىٰ إِلَىٰ دَاوُدَ مَنۢ انْقَطَعَ إِلَيَّ كَفَيْتُهُ" خداوند عالم نے جناب

داؤد کی طرف یہ وحی فرمائی کہ جو (ہر ایک سے الگ ہو کر) میرا ہوجائے گا میں اسے بے نیاز کر دوں گا۔ (۳)

☆ "إِنَّ اللَّهَ يُعْطِي الدُّنْيَا بِعَمَلِ الْآخِرَةِ وَلَا يُعْطِي الْآخِرَةَ بِعَمَلِ الدُّنْيَا"

خداوند عالم آخرت کے لئے کئے جانے والے عمل کے بدلے دنیا دیتا ہے مگر دنیاوی عمل کے بدلے

آخرت نہیں دیتا۔ (۴)

امیر المومنین کا ارشاد ہے: "الرِّزْقُ رِزْقَانِ: طَالِبٌ وَمَطْلُوبٌ فَمَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا طَلَبَهُ

الْمَوْتُ حَتَّىٰ يَخْرُجَ مِنْهَا وَمَنْ طَلَبَ الْآخِرَةَ طَلَبَتُهُ الدُّنْيَا حَتَّىٰ يَسْتَوْفِيَ رِزْقَهُ مِنْهَا" رزق کی

دو قسمیں ہیں ایک تلاش کرنے والا اور دوسرا جسے تلاش کیا جائے لہذا جو شخص دنیا کا طالب ہے موت اس

کی طالب ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اس دنیا سے باہر نکل جائے اور جو شخص آخرت کا خواہشمند ہے اسے

دنیا رو کر رکھے گی یہاں تک کہ وہ اپنا پورا رزق حاصل کر لے۔ (۵)

(۱) بحار الانوار: ج ۶۹ ص ۳۷ باب ۹۴

(۲) بحار الانوار: ج ۱۰۰ ص ۳۱ باب ۲

(۳) بحار الانوار: ج ۱۰۰ ص ۳۲ باب ۲

(۴) بحار الانوار: ج ۱۰۰ ص ۲۵ باب ۲

(۵) بحار الانوار: ج ۱۰۰ ص ۳۸، باب ۲

ان روایات سے بعض حضرات کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ جب استغفار اور توبہ سے روزی میں اضافہ ہوتا ہے تو پھر کام کاج اور محنت و مشقت کی کیا ضرورت ہے؟ لہذا کاروبار دنیا اور تجارت کو خیر باد کہہ کر صرف دعا اور عبادت میں ہی مشغول رہنا چاہئے۔ یا جب پیغمبر اکرمؐ نے یہ فرمایا ہے: "إِنَّ اللَّهَ يُعْطِي الدُّنْيَا بِعَمَلِ الْآخِرَةِ" خداوند عالم آخرت کے عمل کے بدلے دنیا عطا کر دیتا ہے تو پھر ہم عبادت ہی کیوں نہ کرتے رہیں رزق کی ذمہ داری تو خداوند عالم نے لے ہی رکھی ہے۔

جبکہ ہم اگر گزشتہ آیات و روایات کو دیکھتے ہیں تو ان سے یہ بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام

نے اپنے اور گھر والوں کے اخراجات کے لئے کام کاج اور محنت و مشقت کرنے کی بیکدر تائید کی ہے

البتہ اگر کوئی شخص قضاوت یا اسی جیسا کوئی کام کرے تو وہ اپنے اخراجات بیت المال سے لے سکتا ہے

مگر اس کے باوجود بھی بہتر یہی ہے کہ وہاں بھی اپنے ذاتی کاروبار سے استفادہ کرے جیسا کہ امام

جعفر صادقؑ نے مولائے کائنات سے نقل فرمایا ہے: "أَوْحَىٰ اللَّهُ إِلَىٰ دَاوُدَ، إِنَّكَ نِعْمَ الْعَبْدُ

لَوْلَا أَنَّكَ تَأْكُلُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ وَلَا تَعْمَلُ بِيَدِكَ شَيْئًا. قَالَ: فَبِكَيْ دَاوُدَ أَرْبَعِينَ

صَبَاحًا، فَأَوْحَىٰ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى الْحَدِيدِ أَنْ لِنَ لِعَبْدِي دَاوُدَ: فَلَا لَنَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ

الْحَدِيدُ وَكَانَ يَعْمَلُ كُلَّ يَوْمٍ دِرْعًا فَيَسْعِيهَا بِأَلْفِ دِرْهَمٍ، فَعَمَلَ ثَلَاثَ مِائَةٍ وَسِتِّينَ

دِرْعًا فَبَاعَهَا بِثَلَاثِ مِائَةٍ وَسِتِّينَ أَلْفًا وَاسْتَعْنَىٰ عَنْ بَيْتِ الْمَالِ" "خداوند عالم نے جناب

داؤدؑ کو یہ وحی فرمائی کہ تم میرے سب سے اچھے بندے ہو مگر یہ کہ تم بیت المال سے اپنا خرچ چلاتے

ہو اور اپنے ہاتھوں کی کمائی نہیں کھاتے جناب داؤد چالیس دن تک روتے رہے تو خداوند عالم نے

لوہے کی طرف یہ وحی فرمائی کہ میرے بندے کے لئے نرم ہو جا، چنانچہ جب خداوند عالم نے ان کے

لئے لوہے کو نرم کر دیا تو وہ روزانہ اس سے ایک زرہ بنا لیتے تھے اور اسے ایک ہزار درہم میں فروخت

کر دیتے تھے چنانچہ انہوں نے ۳۶۰ زرہیں بنائیں اور انہیں تین لاکھ ساٹھ ہزار درہم میں فروخت کیا

اور بیت المال سے بے نیاز ہو گئے۔ (۱)

یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ اپنی دینی اور سماجی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ باغات اور کھیتوں میں کام بھی کیا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کام کاج اور محنت و مشقت کرنا کوئی بری چیز نہیں ہے بلکہ اسلام کی نظر میں یہ بات قابل مذمت ہے کہ:

۱۔ انسان مال و دولت کا حد سے زیادہ دلدادہ ہو جائے اور حد اعتدال کو خیر باد کہہ دے، اسی لئے پیغمبر اکرمؐ نے یہ حکم دیا ہے کہ ”مال و دولت طلب کرنے میں اعتدال کا خیال رکھو“ آپ نے اس بارے میں مزید یہ بھی فرمایا ہے: ”إِنَّ أَفْضَلَ النَّاسِ عَبْدٌ أَخَذَ مِنَ الدُّنْيَا الْكَفَافَ“ ”سب سے بہترین انسان وہ ہے جو دنیا سے صرف بقدر ضرورت مال لے۔“ (۲)

۲۔ مال و دولت اور ذخیرہ اندوزی کا اتنا دلدادہ نہ ہو جائے کہ اس کی تمام فکر اسی طرف رہے اور آخرت کا خیال بھی نہ پیدا ہو جیسا کہ قرآن مجید بندگان خدا کی یہ صفت بیان کرتا ہے: ﴿رَجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ (۳) ”وہ مرد جنہیں کاروبار، یادگیری خرید و فروخت ذکر خدا سے غافل نہیں کر سکتی۔“

امام جعفر صادقؑ نے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں فرمایا: ”كُنَّا نُوا أَصْحَابَ تِجَارَةٍ فَإِذَا خَضَرَتِ الصَّلَاةُ تَرَكُوا التِّجَارَةَ وَانْطَلَقُوا إِلَى الصَّلَاةِ وَهُمْ أَكْثَرُ أَجْرًا مِمَّنْ لَا يَتَجَرُّ“ ”اس سے مراد وہ تاجر حضرات ہیں جو نماز کا وقت ہوتے ہی کاروبار چھوڑ کر نماز کے لئے چلے جاتے ہیں اور ان کا اجر ان لوگوں سے بھی زیادہ ہے جو تجارت نہیں کرتے ہیں۔“ (۴)

(۱) اصول کافی: ج ۵ ص ۷۷

(۲) بحار الانوار: ج ۱۰۰ ص ۲۷ باب ۲

(۳) سورہ نور: آیت ۳۷

(۴) اصول کافی: ج ۵، بحار الانوار: ج ۶۳ ص ۷۷

روایت ہے کہ جب یہ آئیہ کریمہؐ ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (۱) ”اور جو بھی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے“ نازل ہوئی تو بعض لوگوں نے اپنے دروازے بند کر لئے اور عبادت میں مشغول ہو گئے اور یہ کہنے لگے کہ خداوند عالم نے ہمارے رزق کی ذمہ داری لے لی ہے لہذا ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ جب اس کی اطلاع پیغمبر اکرمؐ کو ہوئی تو آپ نے ان سے کہلوا یا: ”مَا حَمَلَكُمْ عَلَىٰ مَا صَنَعْتُمْ“ ”یہ تم لوگوں نے کیا شروع کر دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یا رسول اللہ خداوند عالم نے ہمارے رزق کی ذمہ داری لے لی ہے لہذا ہم اس کی عبادت کر رہے ہیں آپ نے فرمایا: ”إِنَّهُ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ لَمْ يَسْتَجِبْ لَهُ، عَلَيْكُمْ بِالطَّلَبِ“ ”جو شخص بھی ایسا کرے گا اس کی دعا قبول نہ ہوگی، جاؤ کام کاج کے ذریعہ اپنی روزی کماؤ۔“ (۲)

(۱) سورہ طلاق: آیت ۲

(۲) اصول کافی: ج ۵ ص ۸۴

چودھواں سبق

کسب معاش اور تجارت کے آداب

ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اسلام محنت و مشقت اور کام کرنے والے کی مدح و ثنا کرتا ہے اور اس نے کام کاج کو راہ خدا میں جہاد کے برابر قرار دیا ہے۔ لہذا مناسب اور بہتر ہے کہ اس کے آداب اور بنیادی اصولوں سے بھی واقفیت حاصل کر لی جائے۔ کیونکہ جب ہم کام کے آداب اور صحیح طور طریقوں سے آگاہ ہو جائیں گے تو پھر کسی حرام کام یا گناہ میں مبتلا نہ ہونگے۔ اور اسی طرح ہمیں خود بخود رزق حلال کے راستے معلوم ہو جائیں گے اور یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ خداوند عالم ہم سے اس بارے میں کیا چاہتا ہے۔ اب آپ مختصر آداب ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ مسائل تجارت سے واقفیت

سب سے پہلے تجارت کے شرعی احکام سے واقفیت ضروری ہے کیونکہ بعض چیزوں کی خرید و فروخت اور کچھ کاروبار یا معاملات ایسے ہیں جنہیں شریعت نے حرام قرار دیا ہے، اور خریداریا بیچنے والے کے بھی کچھ حقوق ہیں جنکا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

مولائے کائنات فرماتے ہیں: "مَنْ اتَّجَرَ بِغَيْرِ فِقْهِ ارْتَضَمَ فِي الرِّبَا" (۱) "جو شخص

سبق کا خلاصہ:

اسلام نے کسب معاش، کام کاج اور محنت و مشقت کرنے کی نہ صرف یہ کہ ستائش کی ہے بلکہ اس کے لئے بیحد تاکید بھی فرمائی ہے اور محنت و مشقت کو راہ خدا میں جہاد کے برابر قرار دیا ہے چنانچہ جو لوگ اپنے اہل و عیال کے لئے محنت و مشقت کرتے ہیں انہیں روز قیامت بہترین ثواب ملے گا۔

سوالات:

- ۱۔ اسلام میں کسب معاش کی کیا قدر و قیمت ہے؟
- ۲۔ حجۃ الوداع میں پیغمبر اکرمؐ نے جو خطبہ دیا تھا اس سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟
- ۳۔ روزی کمانے میں اعتدال اختیار کرنے کے معنی کیا ہیں؟ مختصر وضاحت کیجئے؟
- ۴۔ روزی کے سلسلہ میں تقویٰ کا کردار کیا ہے؟

مسائل فقہ کا علم حاصل کئے بغیر تجارت کرے گا وہ سود میں مبتلا ہو جائے گا۔“

آپ سے یہ بھی منقول ہے: ”مَنْ اتَّجَرَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ارْتَضَمَ فِي الرِّبَا، ثُمَّ ارْتَضَمَ فَلَا يَقْعُدَنَّ فِي السُّوقِ إِلَّا مَنْ يَعْقِلُ الشَّرَاءَ وَالْبَيْعَ“ ”جو شخص علم حاصل کئے بغیر تجارت کرے گا وہ سود کے دلدل میں پھنس کر رہ جائے گا لہذا بازار میں اس کے علاوہ اور کوئی ہرگز نہ بیٹھے جو خرید و فروخت کی باریکیوں کو اچھی طرح جانتا ہو۔“ (۱)

جناب اسبق بن نباتہ کا بیان ہے کہ میں نے مولائے کائنات کو منبر سے یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ ”يَا مَعْشَرَ التَّجَارِ الْفَقْهُ ثُمَّ الْمُتَجَرُّ، الْفَقْهُ ثُمَّ الْمُتَجَرُّ وَاللَّهُ لِلرِّبَا فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ أَخْفَى مِنْ ذَيْبِ النَّمْلِ عَلَى الصَّفَا، صُونُوا أَمْوَالَكُمْ بِالصَّدَقَةِ، التَّاجِرُ فَاجِرٌ وَالْفَاجِرُ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ أَخَذَ الْحَقَّ وَأَعْطَى الْحَقَّ“ اے تجارت پیشہ لوگو! پہلے علم فقہ پھر تجارت پہلے علم فقہ پھر تجارت۔ خدا کی قسم اس امت میں ربا کے امکانات اتنے مخفی ہیں جیسے پتھر پر چیونٹی چلتی ہے۔ اپنے اموال کو صدقہ کے ذریعہ محفوظ رکھو، تاجر فاجر ہے اور فاجر کا انجام جہنم ہے سوائے ان افراد کے جو صرف اپنا حق وصول کریں اور حق ہی کے مطابق ادا کریں۔ (۲)

ان روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ فقہی کتابوں میں کاروبار اور تجارت کے جو مسائل ہیں بازار میں داخل ہونے سے پہلے ان مسائل سے واقفیت بے حد ضروری ہے۔

۲۔ ذخیرہ اندوزی سے پرہیز

تاجروں کی ایک بری اور خطرناک عادت یہ ہے کہ وہ روزمرہ کی ضروریات کا سامان کافی مقدار میں خرید کر اسے ذخیرہ (اسٹاک) کر لیتے ہیں اور جب بھاؤ بہت چڑھ جاتا ہے اور لوگوں کو اس کی ضرورت ہوتی ہے

تو ان کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر اسے کئی گنا مہنگا فروخت کرتے ہیں تاکہ خوب نفع حاصل کر سکیں۔ یہ ذخیرہ اندوزی (احتکار) عوام الناس پر ظلم اور ان کے ساتھ زیادتی ہے اسی لئے پیغمبر اکرمؐ نے شدت کے ساتھ ذخیرہ اندوزی کی مذمت کرتے ہوئے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ آپؐ کا ارشاد ہے: ”مَنْ احْتَكَرَ الطَّعَامَ اَرْبَعِينَ يَوْمًا فَقَدْ بَرَّئَ مِنَ اللَّهِ وَبَرَّئَ اللَّهُ مِنْهُ“ ”جو شخص چالیس دن تک اشیاء خورد و نوش کا احتکار (ذخیرہ) کئے رہے اور فروخت نہ کرے وہ اللہ سے دور ہے اور اللہ اس سے بری اور دور ہے۔“ (۱)

مولائے کائنات نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ احْتَكَرَ الطَّعَامَ اَرْبَعِينَ يَوْمًا قَسَىٰ قَلْبُهُ“ (۲) جو شخص چالیس دن تک مال ذخیرہ کر کے رکھے (اور فروخت نہ کرے) تو وہ قسوی القلب ہو جاتا ہے۔ اسی کے برعکس اگر کوئی شخص اپنے پاس موجود مال کو لوگوں کی ضرورت کے وقت بازار کی قیمت پر فروخت کر دے تو پیغمبر اکرمؐ نے اس کی تعریف فرمائی ہے: ”مَنْ جَلَبَ طَعَامًا فَبَاعَهُ بِسَعْرِ يَوْمِهِ فَكَانَ تَصَدَّقَ بِهِ“ ”اگر کسی کے پاس کچھ اشیاء خورد و نوش موجود ہوں (اور لوگوں کو اس کی ضرورت ہو) اور وہ اسے بازار کے بھاؤ کے مطابق فروخت کر دے تو گویا اس نے صدقہ دیدیا ہے۔“ (۳)

لہذا تمام صاحبان ایمان تاجروں کے لئے ضروری ہے کہ احتکار سے پرہیز کریں۔ اس سلسلہ میں یہ واقعہ منقول ہے کہ بصرہ میں کسی تاجر کا ایک نمائندہ رہتا تھا جس کے پاس وہ تاجر اپنا مال بھیج دیتا تھا اور وہ اسے منڈی میں فروخت کر دیتا تھا ایک دن اس نے ایک کشتی میں بھر کر اناج بھیجا اور یہ پیغام بھیج دیا کہ جس دن مال ملے اسی دن موجودہ بھاؤ میں فروخت کر دینا۔ جب وہ مال وہاں پہنچا تو اس کے نمائندہ کے بعض دوستوں نے اسے یہ مشورہ دیا کہ چند دن کے لئے یہ مال روک لو تو تمہارا دو گنا فائدہ ہو جائے گا، اس ایجنٹ کی سمجھ میں بھی یہ بات آ گئی اور اس نے مال بیچنے میں ایک

(۱) احیاء علوم الدین: کتاب آداب کسب و معاشرت

(۲) احیاء علوم الدین: کتاب آداب کسب و معاشرت

دن کی تاخیر کر دی جس سے اسے کئی گنا فائدہ ہوا اور اس نے پوری تفصیل سے اصل تاجر کو باخبر کیا تو اس تاجر کو اپنے ایجنٹ کی اس حرکت پر بیچدافسوں ہوا اور اس نے اس کو لکھا کہ میرے لئے معمولی فائدہ ہی کافی تھا کہ اس سے میرا دین بھی صحیح و سالم رہتا، بھلا ایسے نفع سے کیا فائدہ جس سے انسان کا دین تباہ و برباد ہو جائے؟ تم نے اپنی اس حرکت سے میرے اور خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے لہذا خدا کی بارگاہ میں توبہ کرو اور تمہارے پاس جو کچھ مال ہے وہ سب بصرہ کے فقیروں اور پریشان حال لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو شاید پروردگار عالم اس طرح ہمارے گناہوں کو معاف کر دے۔ (۱)

۳۔ دعا

پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ کی نصیحتوں میں اس بات کا تذکرہ موجود ہے کہ جب کوئی شخص کسی کام یا بازار کا ارادہ کرے تو خداوند عالم کو یاد رکھے یعنی اپنے ہر کام کو اللہ کے نام سے شروع کرے اور ہمیشہ اللہ کی مرضی پر نظر رکھے اور کسی معاملہ میں خدا سے غافل نہ رہے۔ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ”مَنْ ذَكَرَ اللَّهَ فِي السُّوقِ مُخْلِصًا عِنْدَ غَفْلَةِ النَّاسِ وَشَغْلِهِمْ بِمَا فِيهِ، كَتَبَ اللَّهُ لَهُ أَلْفَ حَسَنَةٍ وَيَغْفِرُ اللَّهُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَغْفِرَةً لَمْ تَخْطُرْ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ“ ”جو شخص بازار میں پروردگار عالم کو خلوص کے ساتھ اس وقت یاد کرے جب دوسرے لوگ یاد خدا سے غافل ہوں تو خداوند عالم اس کے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھ دیتا ہے اور روز قیامت اسے ایسی مغفرت عطا فرمائے گا جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتی ہے۔ (۲)

(۱) احیاء علوم الدین: کتاب آداب کسب و معاشرت

(۲) بحار الانوار: ج ۱۰۰ ص ۱۰۲ باب ۱

امام محمد باقرؑ کی دعاؤں میں ہے کہ بازار کا رخ کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھے: ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِهَا وَخَيْرِ أَهْلِهَا“ (۱) اور جب کاروبار کے لئے بیٹھ جائے تو یہ دعا پڑھے: ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ. حَلَالًا طَيِّبًا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أَظْلِمَ أَوْ أَظْلَمَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ صَفْقَةٍ خَاسِرَةٍ وَيَمِينٍ كَاذِبَةٍ“ ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ بارالہا میں تیرے فضل و کرم کے سہارے حلال اور پاکیزہ روزی کا سوال کرتا ہوں اور تیری ذات کی اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں کسی کے اوپر ظلم کروں یا میرے اوپر ظلم کیا جائے اور میں ہر قسم کے گھائے اور جھوٹی قسم سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“ (۲)

ایک مومن تاجر کی سب سے بہترین خوبی یہ ہے کہ دنیاوی معاملات اور کاروبار وغیرہ اسے اس کے واجبات اور یاد الہی سے غافل نہ کریں جیسا کہ ہم نے گذشتہ درس میں بھی اشارہ کیا ہے کہ جو لوگ کاروبار اور معاملات کے باوجود یاد خدا سے غافل نہیں ہوتے پروردگار ان کے رزق میں برکت عطا فرماتا ہے۔

۴۔ قسم سے پرہیز

اسلام کی نگاہ میں صرف خرید و فروخت کرتے وقت اپنے سامنے والے کو مطمئن کرنے کے لئے قسم کھانا ہی قابل مذمت نہیں ہے بلکہ زندگی کے تمام مراحل اور معاملات میں شریعت نے قسم کھانے سے قی الامکان پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے اور صرف بہت ہی اہم مواقع پر اس کی اجازت دی ہے جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً لِأَيْمَانِكُمْ﴾ (۳) ”خبردار خدا کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔“

(۲۱) اصول کافی: ج ۵ ص ۱۵۵

(۳) سورہ بقرہ: آیت ۲۲۳

اس میں نمی پائی آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا آسمان کی وجہ سے (بارش کی نمی) ہے تو آپ نے فرمایا: کہ ان کو قریب کیوں نہیں رکھا تا کہ لوگ اچھی طرح دیکھ سکیں۔

پھر آپ نے فرمایا: ”مَنْ عَشَّنَا لَيْسَ مِنَّا“ ”جو ہمارے ساتھ ملاوٹ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“ (۱)

۶۔ انصاف

خرید و فروخت کرتے وقت انصاف سے کام لینا بھی آداب تجارت میں شامل ہے انصاف کا مطلب یہ ہے کہ عدالت سے کام لے یعنی اگر خریدار کو اس جنس کی ضرورت ہو تو اپنے فائدے کی خاطر اسے اس کی صحیح قیمت سے زیادہ پر فروخت نہ کرے اسی طرح اگر خریدار یہ دیکھے کہ بیچنے والا اس وقت بیچنے کے لئے مجبور ہے تو اس کو بہت کم قیمت ادا نہ کرے مختصر یہ کہ خریدار یا بیچنے والوں میں سے اگر کوئی بھی دوسرے کی چیز کم قیمت میں خریدے گا یا زیادہ قیمت میں فروخت کرے گا تو یہ اس پر ظلم ہے اور اسے اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔

تاریخ میں ہے کہ امام صادقؑ نے ایک دن اپنے غلام مصادف کو ایک ہزار دینار دئے اور فرمایا اس سے کچھ سامان خرید کر مصر لے جاؤ (کیونکہ میرے اہل و عیال میں اضافہ ہو گیا ہے) اس نے حسب حکم سامان خریدا اور دوسرے تاجروں کے ساتھ وہاں سے چلا گیا جب یہ لوگ مصر کے قریب پہنچے تو وہاں سے واپس آنے والے ایک قافلہ سے ملاقات ہوئی اور ان سے وہاں کے بازار کا حال پوچھا تو انہیں یہ معلوم ہوا کہ اس وقت مصر میں وہ مال موجود نہیں ہے جو ہم لیکر آئے ہیں لہذا انہوں نے مل کر یہ قسم کھائی کہ سب لوگ اپنا مال دو گنی قیمت پر بیچیں گے۔ چنانچہ انہیں دو گنا فائدہ ہوا اور پھر جب وہ سب مدینہ واپس آئے تو مصادف امامؑ کی خدمت میں آئے اور دو تھیلیوں

اسی بنا پر دنیاوی معاملات خاص طور سے خرید و فروخت جیسی معمولی چیزوں کے لئے قسم کھانے کی مذمت کی گئی ہے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ”مَنْ بَاعَ وَاشْتَرَى فَلْيَحْفَظْ خُمْسَ خِصَالٍ وَإِلَّا فَلَا يَبِيعَنَّ وَلَا يَشْتَرِيَنَّ: الرَّبَا وَالْحَلْفُ وَكَيْتَمَانُ الْعَيْبِ وَالْحَمْدُ إِذَا بَاعَ وَالذَّمُّ إِذَا اشْتَرَى“ (۱) ”جو شخص خرید و فروخت کرنا چاہے وہ اپنے کو پانچ چیزوں سے بچا کر رکھے ورنہ خرید و فروخت ہی نہ کرے، سود، قسم، عیب چھپانا، بیچتے وقت چیز کی تعریف، اور خریدتے وقت اس کی مذمت۔“

امام موسیٰ کاظمؑ کا ارشاد گرامی ہے: ”ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَيْهِنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَدُهُمْ رَجُلٌ اتَّخَذَ اللَّهُ بَصَاعَةً لَا يَبِيعُ إِلَّا بِبَيْعٍ وَلَا يَشْتَرِي إِلَّا بِبَيْعٍ...“ ”تین افراد کی طرف خداوند عالم روز قیامت نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا ان میں سے ایک وہ ہے جس نے خداوند عالم کو اپنا سرمایہ سمجھ لیا ہے کہ نہ قسم کھائے بغیر کوئی چیز فروخت کرتا ہے اور نہ کوئی چیز قسم کے بغیر خریدتا ہے۔“ (۲)

گذشتہ روایات میں جس قسم کی مذمت کی گئی ہے وہ سچی قسم ہے لیکن اگر قسم جھوٹی ہو تو وہ تو گناہ کبیرہ ہے جس سے اسلام نے اور شدت کے ساتھ منع کیا ہے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی آپ نے ملاحظہ فرمایا جس میں آپ نے جنس کی تعریف کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۔ برائیوں کا تذکرہ

تجارت کے آداب میں یہ بھی ہے کہ انسان جس چیز کو فروخت کرنا چاہتا ہے اس کے عیوب نہ چھپائے اور جو شخص ایسا کرے گا تو وہ فریب دہی کا ذمہ دار ہوگا جسے شریعت نے حرام قرار دیا ہے اور اس پر سخت مواخذہ کیا جائے گا پیغمبر اکرمؐ کی سیرت طیبہ میں نقل ہوا ہے کہ ایک شخص بازار میں گندم بیچ رہا تھا آپ وہاں سے گزرے تو وہ آپ کو اچھا محسوس ہوا جب آپ نے اسے ہاتھ لگا کر دیکھا تو

(۱) بحار الانوار: ج ۱۰۰، ص ۹۵ باب ۱

(۲) اصول کافی: ج ۵، ص ۱۶۲

میں بھرے ہوئے دو ہزار دینار امام کی خدمت میں پیش کر دئے اور عرض کی میری جان آپ پر قربان اس میں سے آدھا اصل مال ہے اور آدھا فائدہ ہے آپ نے فرمایا: کہ یہ تو بہت زیادہ ہے تو مصادف نے پورا قصہ بیان کر دیا یہ ماجرا سننے کے بعد آپ نے فرمایا: ”سُبْحَانَ اللَّهِ تَحَالِفُونَ بِاللَّهِ عَلَى قَوْمٍ إِلَّا تَبِيعُوهُمْ أَوْ يَرْبِخَ الدِّينَارُ دِينَارًا“ کیا کہنا کہ تم نے مسلمانوں کے خلاف یہ قسم کھائی کہ انہیں اپنا مال دو گنے سے کم پر نہ بیچیں گے۔ اس کے بعد آپ نے اس میں سے ایک تھیلی اٹھالی اور کہا یہ میرا اصل مال ہے اور مجھے فائدہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے پھر آپ نے فرمایا: ”يَا مُصَادِفُ مُجَادِلَةُ الشُّؤْفِ أَهْوَنُ مِنْ طَلَبِ الْحَلَالِ“ اے مصادف! تلواروں کے زخم کھانا حلال رزق کمانے سے کہیں آسان ہے۔“ اس طرح امام نے تجارت کا ایک مکمل اخلاقی اصول معین فرمادیا۔

۷۔ غرباء کے ساتھ نرم رویہ

اسلام نے تاجروں کو یہ حکم بھی دیا ہے کہ مول بھاؤ کرتے وقت غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ نرم رویہ رکھیں اور ان کے ساتھ معاملہ کرتے وقت سختی نہ کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بالکل خالی ہاتھ، مایوس اور دل شکستہ اپنے گھر لوٹ جائیں لہذا جتنا بھی ممکن ہو ان کے ساتھ نرم رویہ رکھا جائے اور ان پر کسی قسم کا احسان جنائے بغیر قیمت کو کم کر دے یا ادھار دیدے یا قرض ادا کرنے کی مہلت دیدے ایسے شخص کے لئے پیغمبر اکرمؐ نے یہ دعا فرمائی ہے: ”رَحِمَ اللَّهُ امْرِي سَهْلَ الْبَيْعِ سَهْلَ الشِّرَاءِ سَهْلَ الْإِقْتِضَاءِ“ (۱) ”خداوند عالم اس شخص کے اوپر رحم کرے جو خرید و فروخت، فیصلہ اور اپنے مطالبات وصول کرنے میں نرم رویہ رکھے۔“

آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ تَرَكَ حَاسِبَهُ اللَّهُ حَسَابًا يَسِيرًا“ (۲)

(۱) بحار الانوار: ج ۴، ص ۵۹ باب ۴

(۲) وسائل الشیخہ: ج ۷، ص ۳۵۰

”جو شخص کسی پریشان حال کو ادائیگی قرض کی مہلت دیدے یا اسے چھوڑ دے (قرض نہ لے) تو خداوند عالم بھی اس کا بہت آسان حساب لے گا۔“

۸۔ ملاوٹ سے پرہیز

ملاوٹی سامان یا خراب مال یا نقلی نوٹ اور سکے دینا (جب کہ اس کے خراب یا نقلی ہونے کا علم ہو) ایک طرح کی خیانت اور چوری ہے لہذا اس سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ دیندار اور ایماندار تاجروں کے یہاں یہ بات عام ہے کہ جب کوئی چیز خراب ہو جاتی ہے یا مثلاً گھی تیل وغیرہ نجس ہو جاتا ہے تو وہ اسے پھینک دیتے ہیں اور خود گھانا برداشت کر لیتے ہیں مگر خریدار کو خراب مال نہیں دیتے ہیں۔

پندرہواں سبق

سبق کا خلاصہ:

اسلام میں خرید و فروخت (تجارت) کے کچھ آداب اور قوانین معین ہیں جن پر ہر مسلمان کو عمل کرنا چاہئے۔ اور یہ اصول اور قوانین کیونکہ شریعت نے بنائے ہیں لہذا بیچنے والے اور خریدار دونوں کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اچھی طرح ان کا علم حاصل کر لیں تاکہ دوسروں کے حقوق کو بخوبی ادا کر سکیں۔ اور شرعی و اخلاقی اعتبار سے معاملہ درست رہے۔

نظافت و آرائش (۱)

صفائی بھی اسلام کے اہم آداب میں سے ایک ہے اور اسلام نے بدن، لباس اور گھر وغیرہ کی صفائی کی خاص تاکید کی ہے جس طرح اس نے مسواک اور کنگھی کرنے، بال اور ناخن کاٹنے اور ماحول کو صاف ستھرا رکھنے پر زور دیا ہے۔

کوئی مسلمان اس وقت تک واقعی مسلمان نہیں بن سکتا جب تک وہ ان آداب کا خیال نہ رکھے اس کے لئے اپنی ذاتی صفائی میں ڈھیل اور سستی اسلام کی نگاہ میں قابل قبول نہیں ہے۔

پیغمبر اکرمؐ کے مندرجہ ذیل ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

☆ ”إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطَّيِّبَ، نَظِيفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ“ (۱) ”بیشک خداوند عالم خود بھی طیب ہے اور طیب (پاک و پاکیزہ اشیاء) کو محبوب رکھتا ہے وہ خود بھی پاک و صاف ہے اور صفائی کو پسند کرتا ہے۔“

☆ ”الطَّهْرُ شَطْرُ الْإِيمَانِ“ (۲) ”طہارت ایمان کا جز ہے۔“

☆ ”أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ الطَّهْرُ“ ”بندے سے قیامت کے دن سب سے

سوالات:

- ۱۔ ائمہ اطہارؑ نے یہ کیوں فرمایا ہے کہ ”پہلے فقہ پھر تجارت“؟
- ۲۔ اسلام میں احتکار و ذخیرہ اندوزی کیوں حرام اور قابل مذمت ہے؟
- ۳۔ کیا خرید و فروخت کے وقت قسم کھانا جائز ہے؟
- ۴۔ بیچنے والے کے فرائض بطور مختصر بیان کیجئے؟

(۱) سنن ترمذی ج ۱۰

(۲) کنز العمال خ ۲۵۹۹۸

پہلے طہارت کے بارے میں سوال ہوگا۔

☆ ”تَنْظِفُوا بِكُلِّ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى بَنَى الْإِسْلَامَ عَلَى النِّظَافَةِ وَلَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا كُلُّ نَظِيفٍ“ (۱) ”تمہارے لئے جتنا بھی ممکن ہو صفائی اور ستھرائی کا خیال رکھو کیونکہ خداوند عالم نے صفائی پر اسلام کی بنیاد رکھی ہے اور جنت میں صرف اور صرف صاف ستھرے لوگ ہی جائیں گے۔“

☆ ”الْإِسْلَامُ نَظِيفٌ فَتَنْظِفُوا فَإِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَظِيفٌ“ (۲) ”اسلام صاف ستھرا مذہب ہے لہذا صاف ستھرے رہا کرو بیشک جنت میں صاف ستھرے لوگوں کے علاوہ کوئی اور داخل نہیں ہو سکتا ہے۔“

☆ ”إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ النَّاسِكَ النَّظِيفَ“ (۳) ”خداوند عالم صاف ستھرے عبادت گزار سے محبت کرتا ہے۔“

امام رضاؑ نے فرمایا ہے: ”مِنْ أَخْلَاقِ الْأَنْبِيَاءِ النَّظْفُ“ (۴) ”صفائی و ستھرائی انبیاء کی سیرت ہے۔“

صفائی سے متعلق کچھ چیزیں تو ہر مسلمان پر شرعی اعتبار سے واجب ہیں جیسے وضو و غسل و تیمم وغیرہ جن کی تفصیل توضیح المسائل و دیگر فقہی کتب میں موجود ہے لیکن ان کے علاوہ کچھ اور

(۱) کنز العمال: ج ۳۱۰۱

(۲) کنز العمال: ج ۲۶۰۰۲

(۳) کنز العمال: ج ۲۶۰۰

(۴) بحار الانوار: ج ۷۵، ص ۳۳۵، باب ۲۶

بھی آداب ہیں جو مستحب ہیں جنہیں اس سبق کے علاوہ آئندہ دو اسباق میں ذکر کیا جائے گا۔

۱۔ بدن کی صفائی

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے: ”طَهَرُوا هَذِهِ الْأَجْسَادَ طَهَرَ كُمْ اللَّهُ، فَإِنَّهُ لَيْسَ عَبْدٌ يَبِيتُ طَاهِرًا إِلَّا بَاتَ مَعَهُ مَلَكٌ فِي شِعَارِهِ وَلَا يَتَقَلَّبُ سَاعَةً مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ فَإِنَّهُ بَاتَ طَاهِرًا“ (۱) ”اپنے بدن کو پاک و صاف رکھا کرو خدا تمہیں صاف ستھرا رکھے گا، کیونکہ کوئی بندہ جب رات کو پاک و صاف سوتا ہے تو ایک فرشتہ رات بھر اس کے ساتھ رہتا ہے اور رات میں جب بھی وہ کروٹ بدلتا ہے تو وہ فرشتہ یہ دعا کرتا ہے بارالہا تو اپنے اس بندے کو معاف کر دے کہ اس نے طہارت کی حالت میں رات گزاری ہے۔“

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ”تَنْظِفُوا بِالْمَاءِ مِنَ النَّتَنِ الرِّيحِ الَّذِي يُتَأَذَّى بِهِ تَعَهَّدُوا أَنْفُسَكُمْ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْغُصُ مِنْ عِبَادِهِ الْقَادُورَةَ الَّذِي يَتَأَنَّفُ بِهِ مِنْ جَلَسِ إِلَيْهِ“ (۲) ”پانی کے ذریعہ اپنی وہ بدبودھ و دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہے اور (اپنے جسم اور لباس) کا خیال رکھو کیونکہ خداوند عالم اس گندے اور کثیف انسان سے نفرت کرتا ہے جس کی بدبو کی بنا پر اس کے پاس بیٹھنے والوں کو زحمت ہوتی ہے۔“

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: ”بِئْسَ الْعَبْدُ الْقَادُورَةُ“ (۳) ”سب سے برا انسان گندہ اور آلودہ انسان ہے۔“

(۱) کنز العمال: ج ۲۶۰۰۳

(۲) بحار الانوار: ج ۱۰، ص ۹۸، باب ۷

(۳) اصول کافی: ج ۶، ص ۳۳۹

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: ”هَلَكَ الْمُتَقَدِّرُونَ“ ”گندے اور ملچ لوگ ہلاک ہو گئے۔“ (۱)

۲۔ حمام کے آداب

حمام کی اہمیت کے بارے میں مولائے کائناتؑ نے ارشاد فرمایا ہے: ”نِعْمَ الْبَيْتُ الْحَمَامُ تَذْكُرُ فِيهِ النَّارُ وَيَذْهَبُ بِالذَّرَنِ“ (۲) ”بہترین گھر حمام ہے جس (کی گرمی) میں انسان کو جہنم کی آگ یاد آ جاتی ہے اور گندگی دور ہو جاتی ہے۔“

آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”بُسَّ الْبَيْتُ الْحَمَامُ يَهْتِكُ السِّتْرَ وَيَذْهَبُ بِالْحَيَاءِ“ (۳) ”سب سے برا گھر حمام ہے جہاں لباس اتر جاتا ہے اور حیا کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔“ یہ حدیث گذشتہ حدیث کے بالکل برعکس ہے لہذا اگر حمام میں معقول دیواریں اور چھت وغیرہ ہوں تو بے پردگی اور بے حیائی کا امکان باقی نہ رہ جائے گا۔

امام جعفر صادقؑ کی روایت میں حمام کے آداب کا تذکرہ پایا جاتا ہے چنانچہ حمام میں داخل ہونے سے پہلے کہے: ”اَللّٰهُمَّ اَذْهَبْ عَنِّي الرَّجْسَ النَّجِسَ وَطَهِّرْ جَسَدِي وَقَلْبِي“ (۴) ”بارالہا مجھ سے نجاست اور گندگی کو دور فرما اور میرے جسم اور دل کو پاک و پاکیزہ بنا دے۔“ جس وقت بدن کے اوپر گرم پانی ڈالے تو یہ کہے: ”نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ وَنَسْأَلُهُ الْجَنَّةَ“ ”پروردگار کی پناہ چاہتے ہیں آگ سے اور اس سے جنت کا سوال کرتے ہیں۔“

(۱) کنز العمال: ج ۲۲ ص ۷۴

(۲) مکارم الاخلاق: ص ۵۳ (واضح رہے کہ عربی ممالک کے حمام ہمارے یہاں کے غسل خانوں سے الگ طرح کے ہوتے ہیں۔ مترجم)

(۳) مکارم الاخلاق: ص ۵۳

(۴) مکارم الاخلاق: ص ۵۳

اور جب نہا کر فارغ ہو جائے تو کپڑے پہننے سے پہلے کہے: ”اَللّٰهُمَّ اَلْبِسْنِيْ التَّقْوٰى وَجَنِّبْنِيْ الرَّدٰى“ (۱) ”بارالہا مجھے لباس تقویٰ پہنا دے اور پستیوں سے محفوظ رکھنا۔“

حمام میں داخل ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اچھی طرح سے اپنی شرمگاہ چھپائے رہے پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: ”لَا يَدْخُلْنَ اَحَدُكُمْ الْحَمَامَ اِلَّا بِمِزْرٍ“ (۲) ”کوئی بھی شخص حمام میں بغیر لنگی کے ہرگز داخل نہ ہو۔“

اسی طرح امام جعفر صادقؑ کا ارشاد گرامی ہے: ”مِنْ الْاَدَبِ اَنْ لَا يَدْخُلَ الرَّجُلُ وَلَدَهُ مَعَهُ الْحَمَامَ فَيَنْظُرَ اِلَى عَوْرَتِهِ“ (۳) ”حمام کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی شخص بھی اپنے بیٹے کو اپنے ساتھ حمام کے اندر نہ لے کر جائے تاکہ اس کی نظریں اس کی شرمگاہ پر نہ پڑنے پائیں۔“

آپؐ ہی کا یہ ارشاد بھی ہے: ”مَنْ دَخَلَ الْحَمَامَ بِمِزْرٍ سَتَرَهُ اللّٰهُ بِسِتْرِهِ“ (۴) ”جو شخص لنگی پہن کر حمام میں داخل ہو گا خداوند عالم اپنے پردوں کے ذریعہ اسے چھپا کر رکھے گا۔“ پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: ”اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كَرِهَ لَكُمْ اَتْيَافَ الْاَمَةِ ... دُخُوْلَ الْاَنْهَارِ اِلَّا بِمِزْرٍ“ (۵) ”اے لوگو! (امت مسلمہ) خداوند عالم کو یہ پسند نہیں ہے..... کہ تم بغیر لنگی کے نہر میں داخل ہو جاؤ۔“

(۱) مکارم الاخلاق: ص ۵۲

(۲) بحار الانوار: ج ۳ ص ۶۹، باب ۳

(۳) مکارم الاخلاق: ص ۵۳

(۴) بحار الانوار: ج ۳ ص ۷۴، باب ۳

(۵) بحار الانوار: ج ۳ ص ۶۹، باب ۳

نہانا صرف حمام ہی میں ضروری نہیں ہے البتہ اپنی شرمگاہ کو چھپانا ہر جگہ اور ہر ایک کے لئے ضروری ہے بلکہ دوسروں کی شرمگاہ کو دیکھنا بھی جائز نہیں ہے جیسا کہ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

”مَنْ دَخَلَ الْحَمَّامَ فَقَعَضَ ظَرْفَهُ عَنِ النَّظَرِ إِلَى عَوْرَةِ أَخِيهِ آمَنَهُ اللَّهُ مِنَ الْحَمِيمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ (۱) ”جو شخص حمام میں داخل ہو اور اپنے کسی برادر مومن کی شرمگاہ کو نہ دیکھے تو خداوند عالم اسے قیامت کی جلادینے والی گرمی سے محفوظ رکھے گا۔“

کسی نے امام محمد باقرؑ سے یہ سوال کیا کہ کیا امیر المومنینؑ نے حمام میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا ہے؟

تو آپؑ نے فرمایا: ”لَا، إِنَّمَا نَهَى أَنْ يَقْرَأَ الرَّجُلُ وَهُوَ عَوْرَتَانِ فَإِذَا كَانَ عَلَيْهِ إِذَا فَلَبَّاسٌ“ (۲) ”نہیں بلکہ امیر المومنینؑ نے بالکل برہنہ ہو کر قرآن پڑھنے سے منع کیا ہے لیکن اگر وہ لنگی وغیرہ پہنے ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔“

یہ بھی سنت ہے کہ بدن کے فالتو بال مثلاً بغل، زیر ناف بالوں کو پندرہ دن یا تین ہفتوں میں یا چالیس دن سے پہلے ایک بار ضرور تراش لے اور اگر چالیس دن گزر جائیں تو پھر کوئی فضیلت نہ رہ جائے گی۔ (۳)

۳۔ لباس کی صفائی

اسلام نے لباس کے رنگ اور اس کی جنس یا شکل و صورت سے پہلے اس کی صفائی اور سترائی پر زور دیا ہے روایت میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے ایک شخص کو دیکھا جو گندے کپڑے پہنے ہوئے تھا تو آپؐ نے فرمایا:

(۱) بحار الانوار: ج ۳، ص ۷۴، باب ۳

(۲) مکارم الاخلاق: ص ۵۲

(۳) بحار الانوار: ج ۶، باب ۶

”أَمَّا كَانَ هَذَا يَجِدُ مَاءً يَغْسِلُ بِهِ ثَوْبَهُ؟“ (۱) ”کیا اسے اتنا پانی نہیں ملا جس سے یہ اپنے کپڑے دھولیتا۔“ اسی طرح آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”مَنْ الدِّينِ الْمُتَعَةِ وَاطْهَارُ الْبِعْمَةِ“ (۲) ”نعمت سے استفادہ اور نعمت کا اظہار دین کا جز ہے۔“

اسی طرح پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: ”مَنْ اتَّخَذَ ثَوْبًا فَلْيَنْظِفْهُ“ (۳) ”جو شخص کوئی کپڑا پہنے تو اسے صاف ستھرا بھی رکھنا چاہئے۔“

آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے خطاب کر کے فرمایا: ”يَا عَائِشَةُ اغْسِلِي هَذَيْنِ الثَّوْبَيْنِ أَمَّا عَلِمْتَ أَنَّ الثَّوْبَ يُسَبِّحُ فَإِذَا اتَّسَخَ انْقَطَعَ تَسْبِيحُهُ“ (۴) ”اے عائشہ! ان دونوں کپڑوں کو دھو ڈالو کیاتھیں معلوم نہیں ہے کہ کپڑا بھی تسبیح خدا کرتا ہے مگر جب وہ کپڑا گندہ ہو جاتا ہے تو اس کی تسبیح کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔“

مولائے کائناتؐ نے فرمایا ہے: ”النَّظِيفُ مِنَ النَّيَابِ يُذْهِبُ الْهَمَّ وَالْحُزْنَ وَهُوَ طَهُورٌ لِلصَّلَاةِ“ (۵) ”صاف ستھرے کپڑوں سے رنج و غم دور ہوتا ہے اور یہ نماز کی طہارت و پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔“

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے: ”الثَّوْبُ النَّقِيُّ يُكْبِتُ الْعَدُوَّ“ (۶) ”صاف ستھرا لباس دشمن کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔“

(۱) سنن ابی داؤد: ج ۴

(۲) اصول کافی: ج ۶، ص ۴۳۹

(۳) اصول کافی: ج ۶، ص ۴۴۱

(۴) کنز العمال: ج ۲۶۰۰۹

(۵) اصول کافی: ج ۶، ص ۴۴۴

(۶) مکارم الاخلاق: ص ۱۰۳

مولائے کائنات نے آیہ شریفہ ”وَيَسَابِكْ فَطَهَّرْ“ اور اپنے لباس کو پاکیزہ رکھو۔“
(۱) کی یہ وضاحت فرمائی ہے۔ ”فَشَمِّرْ“ یعنی اس کو چھوٹا کر لو۔“

اسی آیت کی تفسیر میں امام جعفر صادقؑ نے یہ فرمایا ہے: ”أَيُّ فَارَفَعَهَا وَلَا تَجَرَّهَا“ یعنی اسے اوپر اٹھائے رکھو اور زمین پر نہ گھسیٹو۔ کیونکہ اگر کپڑا زمین پر لگتا ہے تو وہ گندہ ہو جاتا ہے۔“

احادیث پیغمبر اکرمؐ اور معصومینؑ کی احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے افضل و بہتر سفید کپڑا ہے یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ اکثر اوقات سفید رنگ کا لباس پہنتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی اسی کی تاکید فرماتے تھے: ”الْبَسُوا الْبَيَاضَ فَإِنَّهُ أَطْيَبُ وَأَطْهَرُ وَكَفَنُوا فِيهِ مَوْتَاكُمْ“ (۲) ”سفید کپڑے پہنو کیونکہ یہ زیادہ صاف ستھرا اور پاک و پاکیزہ ہوتا ہے۔ اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔“

اسی طرح آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”أَحْسَنُ مَا زَرْتُمُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ فِي قُبُورِكُمْ وَمَسَاجِدِكُمْ الْبَيَاضُ“ (۳) ”تمہارے لئے اپنی قبروں اور مسجدوں میں زیارت خدا کرنے کے لئے سب سے بہترین رنگ سفید ہے۔“

آپؐ ہی کا یہ ارشاد بھی ہے: ”مَنْ أَحَبَّ ثِيَابَكُمْ إِلَى اللَّهِ الْبَيَاضَ فَصَلُّوا فِيهَا وَكَفَنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ“ (۴) ”خداوند عالم کو تمہارا سفید لباس سب سے زیادہ پسند ہے لہذا اسی میں نماز پڑھو اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔“

(۱) مکارم الاخلاق: ص ۱۰۳

(۲) کنز العمال: ج ۱۱، ص ۲۳۵

(۳) میزان الحکمة: باب ۳۵۴۸

(۴) کنز العمال: ج ۱۱، ص ۳۱۱

کپڑے کی قسموں کے بارے میں روایات میں سوتی کپڑوں کی تاکید وارد ہوئی ہے جبکہ مردوں کے لئے ریشمی کپڑے حرام ہیں البتہ عورتیں ریشمی کپڑے پہن سکتی ہیں جیسا کہ مولائے کائنات نے فرمایا ہے: ”الْبَسُوا ثِيَابَ الْقُطْنِ فَإِنَّمَا هُوَ لِبَاسُ رَسُولِ اللَّهِ وَهُوَ لِبَاسُنَا“ (۱) ”سوتی کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ رسول اللہ کا لباس ہے اور یہی ہمارا لباس بھی ہے۔“

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ”حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِيرِ وَالذَّهَبِ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي وَأَحْلَلْنَا لَهُمْ“ (۲) ”میری امت کے مردوں پر ریشم اور سونے کا لباس حرام ہے اور عورتوں کے لئے حلال ہے۔“

کپڑے کا اصل مقصد بدن کو ڈھانپنا ہے شان و شوکت کے اظہار اور فخر و مباہات کے لئے کپڑے پہننا شریعت کی نگاہ میں معیوب ہے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ”مَنْ لَبَسَ ثَوْبًا يُبَاهِي بِهِ لِبَرَاهِ النَّاسِ لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِ حَتَّى يَنْزِعَهُ“ (۳) ”جو شخص لوگوں کو دکھانے اور فخر و مباہات کرنے کے لئے کوئی کپڑا پہنتا ہے تو جب تک وہ اسے نہیں اتار دیتا خداوند عالم اس کی طرف نظر کرم نہیں کرتا۔“

(۱) اصول کافی: ج ۶، ص ۳۶۶

(۲) کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۲۱۰

(۳) کنز العمال: ج ۱۲، ص ۳۱۲۰۳

سولہواں سبق

سبق کا خلاصہ:

اسلام کا اعلان ہے کہ ”صفائی ایمان کا جزء ہے“ لہذا مسلمان کا حلیہ اچھا ہونا چاہئے جیسے بال مناسب ہوں اور کپڑے گندے نہ ہوں۔
نہانا، بدن اور لباس کو صاف ستھرا رکھنا بھی اسلامی آداب کا جزء ہے جن پر ہر مسلمان کو عمل کرنا چاہئے۔

سوالات:

- ۱۔ حدیث نبوی کے مطابق اسلام میں صفائی کی اہمیت کیا ہے؟
- ۲۔ خداوند عالم کس بندے سے نفرت کرتا ہے، ایک حدیث بیان کیجئے؟
- ۳۔ مختصر طور پر حجام کے آداب بیان کیجئے؟
- ۴۔ پیغمبر اکرمؐ نے سفید کپڑے پہننے کی کیوں تاکید فرمائی ہے؟
- ۵۔ اسلام نے کس لباس کو حرام قرار دیا ہے؟

نظافت و آرائش (۲)

۴۔ مسواک

مسواک کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے: ”مَا زَالَ جِبْرِئِيلُ يُوصِيْنِي بِالسَّوَاكِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيَجْعَلُهُ فَرِيضَةً“ ”جبریل نے مجھ سے مسواک کی اتنی تاکید کی ہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا تھا کہ اسے واجب قرار دیں گے۔“ (۱)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: ”مِنْ أَخْلَاقِ الْأَنْبِيَاءِ السَّوَاكِ“ ”مسواک کرنا انبیاء کی سیرت ہے۔“ (۲)

نیز پیغمبر اکرمؐ کے یہ اقوال بھی قابل توجہ ہیں: ”لَوْلَا أَنِ أَشَقُّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسَّوَاكِ عِنْدَ وَضُوءِهِمْ كُلِّ صَلَاةٍ“ ”اگر میری امت کے لئے دشوار (اور مشکل) نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے لئے وضو کرنے سے پہلے مسواک کرنے کا حکم دیتا۔“ (۳)

(۱) بحار الانوار: ج ۳ ص ۱۲۶ باب ۱۸

(۲) بحار الانوار: ج ۳ ص ۱۳۱ باب ۱۸

(۳) سنن ابن ماجہ حدیث ۲۸۷، بحار ج ۳ ص ۱۳۷، باب ۱۸

سے مٹھا صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔“ (۱)

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: ”السَّوَاكُ يَجْلُو الْبَصَرَ“ ”مسواک کرنے سے آنکھوں کی بینائی میں اضافہ ہوتا ہے۔“ (۲)

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے: ”عَلَيْكُمْ بِالسَّوَاكِ فَإِنَّهُ يُذْهِبُ وَسْوَسةَ الصَّدْرِ“ ”مسواک کیا کرو کیونکہ اس سے سینے کے وسوسے دور ہو جاتے ہیں۔“ (۳)

امام رضاؑ نے فرمایا ہے: ”السَّوَاكُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُبْثِ الشَّعْرَ وَيُذْهِبُ بِالدَّمَعةِ“ ”مسواک سے آنکھیں تیز ہوتی ہیں بال اگتے ہیں اور آنکھوں سے پانی گرنا بند ہو جاتا ہے۔“ (۴)

پیغمبر اکرمؐ نے مسواک کا ایک فائدہ یہ بھی بیان فرمایا ہے: ”السَّوَاكُ يَزِيدُ الرَّجُلَ فَصَاحَةً“ ”مسواک سے انسان کی فصاحت میں اضافہ ہوتا ہے۔“ (۵)

مسواک کا طریقہ

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ”اسْتَاكُوا عَرْضًا وَلَا تَسْتَاكُوا طُولًا“ عرض (چوڑائی) میں مسواک کیا کرو طول (لمبائی) کی طرف مسواک نہ کیا کرو۔ (۶)

(۱) بحار الانوار: ج ۳، ص ۱۲۹، باب ۱۸

(۲) بحار الانوار: ج ۳، ص ۱۲۳، باب ۱۸

(۳) بحار الانوار: ج ۳، ص ۱۳۹، باب ۱۸

(۴) بحار الانوار: ج ۳، ص ۱۳۷، باب ۱۸

(۵) بحار الانوار: ج ۳، ص ۱۳۵، باب ۱۸

(۶) بحار الانوار: ج ۳، ص ۱۳۹، باب ۱۸

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ”إِذَا صُمْتُمْ فَاسْتَاكُوا بِالْعَدَاةِ وَلَا تَسْتَاكُوا بِالْعِشْيَةِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ صَائِمٍ تَيْبَسُ شَفَتَاهُ بِالْعِشْيَةِ إِلَّا كَانَ نُورًا بَيْنَ عَيْنَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ ”جب تم روزہ رکھو تو صبح سویرے (اذان سے پہلے) مسواک کیا کرو اور شام کو (مغرب سے پہلے) مسواک نہ کیا کرو کیونکہ ہر روزہ دار کے دونوں ہونٹ شام تک خشک ہو جاتے ہیں اور یہ کیفیت روز قیامت اس کی آنکھوں کے سامنے ایک نور کی طرح نمودار ہوگی۔“ (۱)

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: ”إِنَّ السَّوَاكَ فِي السَّحَرِ وَقَبْلَ الْوُضُوءِ مِنَ السَّنَةِ“ ”سحر میں وضو سے پہلے مسواک کرنا سنت ہے۔“ (۲)

آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”لَا تَدَعُهُ (أَيَّ السَّوَاكِ) فِي كُلِّ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَلَوْ أَنَّ تَمْرَهُ مَرَّةً وَاحِدَةً“ ”تین دن میں ایک بار مسواک ضرور کر لیا کرو چاہے اسے ایک بار ہی دانتوں پر پھیر لو۔“ (۳)

۵۔ بال کٹوانا

سر کے بال اور مونچھیں چھوٹی کرنا اور داڑھی نہ مونڈنا بھی اسلام کے آداب میں شامل ہے جنکی پابندی ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

پیغمبر اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں: ”لِيَأْخُذْ أَحَدُكُمْ مِنْ شَارِبِهِ وَالشَّعْرَ الَّذِي فِي أَنْفِهِ وَلِيَتَعَاهَذَ نَفْسَهُ فَإِنَّ ذَلِكَ يَزِيدُ فِي جَمَالِهِ“ ”تم میں سے ہر ایک اپنی مونچھیں اور ناک کے اندر اگنے والے بال ضرور کاٹتا رہے اور اپنی شکل و صورت کا خیال رکھے اس سے حسن و جمال میں اضافہ ہوتا ہے۔“ (۴)

(۱) بحار الانوار: ج ۳، ص ۱۳۹، باب ۱۸

(۲) وسائل الشیعة، ج ۱

(۳) اصول کافی، ج ۳، بحار الانوار: ج ۳، ص ۱۳۷، باب ۱۸

(۴) بحار الانوار: ج ۳، ص ۱۰۹، باب ۱۲

☆ ”صَلَاةٌ عَلَى آثَرِ السَّوَاكِ أَفْضَلُ مِنْ خَمْسٍ وَسَبْعِينَ صَلَاةً بِغَيْرِ السَّوَاكِ“

”سواک کے ساتھ ایک نماز پڑھنا بغیر سواک کے پچھتر نمازوں سے بہتر ہے۔“ (۱)

آپؐ نے حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی: ”عَلَيْكَ بِالسَّوَاكِ لِكُلِّ صَلَاةٍ“ ”ہر نماز

سے پہلے سواک ضرور کیا کرو۔“ (۲)

☆ ”السَّوَاكُ شَطْرُ الْوُضُوءِ وَالْوُضُوءُ شَطْرُ الْإِيمَانِ“ ”سواک وضو کا اور وضو

ایمان کا جزء ہے۔“ (۳)

☆ ”إِنَّ أَفْوَاحَكُمْ طُرُقُ الْقُرْآنِ فَطَيَّبُوهَا بِالسَّوَاكِ“ ”تمہارا منہ قرآن مجید کی

گذرگاہ ہے لہذا اسے سواک کے ذریعہ صاف تھرا رکھو۔“ (۴)

☆ ”طَهِّرُوا أَفْوَاحَكُمْ فَإِنَّهَا طُرُقُ الْقُرْآنِ“ ”اپنے منہ کو صاف تھرا رکھو کیونکہ یہ

قرآن مجید کا راستہ ہے۔“ (۵)

☆ ”نَظِّفُوا طَرِيقَ الْقُرْآنِ“ قرآن مجید کی راہوں کو صاف تھرا رکھو عرض کیا گیا یہ

قرآن کی راہیں کونسی ہیں؟

فرمایا: ”أَفْوَاحُكُمْ“ ”منہ، کسی نے پوچھا: انہیں کس طرح صاف رکھا جائے؟ تو فرمایا:

”بِالسَّوَاكِ“ ”سواک کے ذریعہ۔“ (۶)

(۱) بحار الانوار: ج ۷ ص ۳۳۳، باب ۷

(۲) بحار الانوار: ج ۳ ص ۱۳۲، باب ۱۸

(۳) کنز العمال حدیث ۲۶۹۹، بحار الانوار: ج ۳ ص ۱۳۰، باب ۱۸

(۴) سنن ابن ماجہ حدیث ۲۹۱، بحار الانوار: ج ۸ ص ۸۱، باب ۳۳۰

(۵) کنز العمال حدیث ۲۸۰۴، المستدرک ج ۱ ص ۳۶

(۶) بحار الانوار: ج ۳ ص ۱۳۰، باب ۱۸

☆ ”أَفْوَاحُكُمْ طَرِيقٌ مِنْ طُرُقِ رَبِّكُمْ فَاحْبَبْهَا إِلَى اللَّهِ أَطْيَبُهَا رِيحًا فَطَيَّبُوهَا

بِمَا قَدَرْتُمْ عَلَيْهِ“

”تمہارے منہ تمہارے رب کے راستے ہیں چنانچہ ان میں سے خدا کو سب سے زیادہ

پسندیدہ منہ وہ ہے جو زیادہ خوشبودار ہو لہذا جتنا ممکن ہو انہیں صاف تھرا رکھا کرو۔“ (۱)

☆ ”مَا لِي أَرَاكُمْ تَدْخُلُونَ عَلَيَّ قُلُوحًا مَرَّغًا مَا لَكُمْ لَا تَسْتَاكُونَ“ ”جب تم میرے

پاس آتے ہو تو تمہارے دانت پیلے کیوں رہتے ہیں تم لوگ سواک کیوں نہیں کرتے ہیں۔“ (۲)

سواک کے فائدے

پیغمبر اکرمؐ نے مولائے کائنات سے فرمایا: ”يَا عَلِيُّ فِي السَّوَاكِ اثْنَا عَشْرَ

خَصْلَةً: هُوَ مِنَ السُّنَّةِ وَهُوَ مَطَهْرَةٌ لِلْفَمِ وَمَجَلَاتٌ لِلْبَصَرِ وَيَرْضِي الرَّحْمَنُ وَيَبَيِّضُ

الْأَسْنَانَ وَيُذْهِبُ بِالْحَضَرِ وَيَشُدُّ اللَّثَّةَ وَيُسَهِّي الطَّعَامَ وَيُذْهِبُ بِالْبَلْغَمِ وَيَزِيدُ فِي

الْحِفْظِ وَيُضَاعِفُ الْحَسَنَاتِ وَيُفْرِحُ الْمَلَائِكَةُ“ ”اے علی سواک میں بارہ خاصیتیں ہیں:

یہ سنت ہے اور منہ کو صاف تھرا، بینائی کو زیادہ، خدائے رحمان کو راضی، دانتوں کو سفید، اور ان کی

گندگی کو دور، جڑوں کو مضبوط، کھانے کی اشتہا میں اضافہ، بلغم کو دور، حافظہ کو قوی، حسنات کو دوگنا اور

ملائکہ کو خوشحال کرتی ہے۔“ (۳)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ”السَّوَاكُ مِنْ مَرْضَاةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَسُنَّةِ النَّبِيِّ

وَمَطْيَبَةِ الْفَمِ“ ”سواک کرنے میں خدا کی رضا ہے اور یہ پیغمبر اکرمؐ کی سنت پر عمل ہے اور اس

(۱) بحار الانوار: ج ۳ ص ۱۳۱، باب ۱۸

(۲) اصول کافی ج ۶، بحار ج ۳ ص ۱۳۲، باب ۱۸

(۳) بحار الانوار: ج ۷ ص ۳۳۶، باب ۷

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ”أَخَذُ الشَّعْرَ مِنَ الْأَنْفِ يُحْسِنُ الْوُجْهَ“ ”ناک کے بال کاٹنے سے چہرہ حسین معلوم ہوتا ہے۔“ (۱)

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے: ”لَا يُطَوِّلَنَّ أَحَدُكُمْ شَارِبَهُ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَتَّخِذُهُ مَخْبَأً يَسْتَتِرُ بِهِ“ ”لمبی مونچھیں نہ رکھو کیونکہ شیطان اسے اپنی پناہ گاہ بنا کر اسی میں چھپ جاتا ہے۔“ (۲)

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے: ”مَنْ لَمْ يَأْخُذْ شَارِبَهُ فَلَيْسَ مِنَّا“ ”جو شخص اپنی مونچھیں نہ کتروائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: ”أُحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللَّحْيَ وَلَا تَتَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ“ ”مونچھیں چھوٹی رکھو، اور داڑھی لمبی اور اپنے کو یہودیوں کی شبیہ نہ بناؤ۔“ (۳)

جناب علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے داڑھی کا حکم معلوم کیا تو آپؑ نے فرمایا: ”أَمَّا مِنْ عَارِضِيهِ فَلَا بَأْسَ وَأَمَّا مِنْ مُقَدِّمِهَا فَلَا يَأْخُذُ“ ”رخسار کے اوپر سے تراشنے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ سامنے کی طرف سے صاف نہ کرو۔“ (۴)

امام جعفر صادقؑ نے داڑھی کے حدود کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی ہے: ”تَقْبِضُ بِيَدِكَ عَلَى اللَّحْيَةِ وَتَجْزَأُ مَا فَضَلَ“ ”اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر دیکھو چنانچہ جتنی مٹھی سے زیادہ ہوا سے کاٹ دو۔“ (۵)

آپؐ ہی سے منقول ہے: ”مَا زَادَ مِنَ اللَّحْيَةِ عَنِ الْقُبْضَةِ فِي النَّارِ“ ”ایک مٹھی سے اضافی داڑھی جہنم کا حصہ ہے۔“ (۱)

بالوں کی خوبصورتی کے متعلق پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ”الشَّعْرُ الْحَسَنُ مِنْ كِسْوَةِ اللَّهِ فَأَكْرَمُوهُ“ ”اچھے بال، خدائی پوشاک ہیں لہذا ان کا احترام کرو۔“ (۲)

امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا گیا ہے: ”الْمُشْطُ يُنْفِي الْفَقْرَ وَيُذْهِبُ الدَّاءَ“ ”کنگھی کرنے سے فقر اور مرض دور ہوتا ہے۔“ (۳)

آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”أَمْرَارُ الْمُشْطِ عَلَى صَدْرِكَ يُذْهِبُ بِالْهَمِّ“ ”سینہ کے اوپر کنگھی پھیرنے سے رنج و غم دور ہوتا ہے۔“ (۴)

امام رضاؑ سے قرآن مجید کی اس آیت کریمہ ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (۵) کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: ”مِنْ ذَلِكَ التَّمَشُّطُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ“ ”انہیں زینتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر نماز سے پہلے بالوں میں کنگھا کرے۔“ (۶)

امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے: ”كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ إِذَا طَالَ، طَالَ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ“ ”پیغمبر اکرمؐ کے سر کے بال زیادہ سے زیادہ کانوں کی لووں تک لمبے رہتے تھے۔“ (۷)

(۱) بحار الانوار: ج ۳، ص ۷۲۹، باب ۱۳

(۲) بحار الانوار: ج ۳، ص ۷۱۶، باب ۱۳

(۳) بحار الانوار: ج ۳، ص ۱۱۳، باب ۱۳

(۴) بحار الانوار: ج ۳، ص ۷۱۳، باب ۱۵

(۵) سورۃ اعراف آیت ۳۱

(۶) مکارم الاخلاق: ج ۱، ص ۶۹

(۷) مکارم الاخلاق: ج ۱، ص ۷۰

(۱) بحار الانوار: ج ۱، ص ۱۰۹، باب ۱۲

(۲) بحار الانوار: ج ۱، ص ۱۱۲، باب ۱۳

(۳) مکارم الاخلاق طبری

(۴) بحار الانوار: ج ۱، ص ۷۶، باب ۱۳، مکارم الاخلاق ص ۶۸

(۵) بحار الانوار: ج ۳، ص ۷۱۳، باب ۱۳

ناخن کاٹنا

پیغمبر اکرمؐ نے ناخن کاٹنے کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: ”مَنْ قَلَّمَ أَظْفَارَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَخْرَجَ اللَّهُ مِنْ أُنَامِلِهِ ذَاً وَأَدْخَلَ فِيهَا شِفَاءً“ جو شخص جمعہ کے دن اپنے ناخن کاٹے خداوند عالم اس کی انگلیوں سے بیماری باہر نکال کر ان میں شفا داخل کر دے گا۔“ (۱)

امام جعفر صادقؑ سے آپ کے ایک صحابی نے یہ عرض کی کہ مجھے ایسی دعا تعلیم فرمائیں جس سے میرے رزق میں اضافہ ہو جائے تو آپؑ نے فرمایا: ”خُذْ مِنْ شَارِبِكَ وَأَظْفَارِكَ وَلْيَكُنْ ذَلِكَ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ“ اپنی مونچھیں اور ناخن کاٹو اور یہ کام روز جمعہ کیا کرو۔“ (۲)

آپؑ ہی سے یہ بھی منقول ہے: ”تَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يُؤْمِنُ مِنَ الْجَذَامِ وَالْبَرَصِ وَالْعَمَى“ روز جمعہ ناخن کاٹنے سے جذام، برص اور نابینائی سے نجات مل جاتی ہے۔“ (۳)

آپؑ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے: ”مَنْ قَلَّمَ أَظْفَارَهُ وَقَصَّ شَارِبَهُ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ ثُمَّ قَالَ: بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى سُنَّةِ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ أُعْطِيَ بِكُلِّ قَلَامَةٍ وَجَزَازَةٍ عَتَقَ رَقَبَةً مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ“ جو شخص ہر جمعہ کو اپنے ناخن اور مونچھیں کاٹے اور پھر یہ کہے، بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى سُنَّةِ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، تو اسے ہر ناخن کاٹنے کے عوض اولاد جناب اسماعیلؑ میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔“ (۴)

(۱) مکارم الاخلاق: ص ۶۳

(۲) بحار الانوار: ج ۳ ص ۱۱۰، باب ۱۳

(۳) بحار الانوار: ج ۳ ص ۱۱۰، باب ۱۳

(۴) بحار الانوار: ج ۳ ص ۱۱۰، باب ۱۱

روز جمعہ کی تاکید اس لئے ہے تاکہ کم از کم ہر ہفتہ ہمیں صفائی کی عادت رہے ورنہ صفائی کا خیال رکھنا ہمیشہ اور ہر وقت ضروری ہے لہذا ایسا ہرگز نہیں ہے کہ اگر ناخن بڑے ہو جائیں تو جمعہ کا انتظار کرنا ضروری ہے جیسا امام موسیٰ کاظمؑ سے کسی نے پوچھا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ناخن اور مونچھیں صرف جمعہ کے دن ہی کاٹنا ضروری ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ”سُبْحَانَ اللَّهِ! خُذْهَا إِنْ شِئْتَ فِي الْجُمُعَةِ وَإِنْ شِئْتَ فِي سَائِرِ الْأَيَّامِ“ تمہارا دل چاہے تو جمعہ کے دن کاٹ لو اور اس کے علاوہ بھی جس دن چاہو کاٹ سکتے ہو۔ (۱)

یعنی اگر وقت نہ مل سکے تو کبھی بھی کاٹ سکتا ہے البتہ جمعہ کے دن کی تاکید اس لئے کی گئی ہے کہ روز جمعہ یہ سارے کام مستحب ہیں چنانچہ جب امام جعفر صادقؑ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے اس کا یہ ثواب بیان فرمایا: ”لَا يَزَالُ مُطَهَّرًا إِلَى يَوْمِ الْجُمُعَةِ الْآخِرَى“ ”وہ آئندہ جمعہ تک پاکیزہ رہے گا۔“ (۲)

اور پیغمبر اکرمؐ سے یہ روایت ہے: ”مَنْ قَلَّمَ أَظْفَارَهُ يَوْمَ السَّبْتِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ وَأَخَذَ مِنْ شَارِبِهِ عُوْفِي مِنْ وَجَعِ الْأَضْرَاسِ وَوَجَعِ الْعَيْنَيْنِ“ ”جو شخص ہفتہ اور جمعرات کو اپنے ناخن اور مونچھیں کاٹے گا وہ دانتوں اور آنکھوں کے درد سے محفوظ رہے گا۔“ (۳)

امام محمد باقرؑ نے ناخن کاٹنے کا یہ طریقہ بیان فرمایا ہے: ”إِنَّ مَنْ قَلَّمَ أَظْفَارَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَبْدَأُ بِخِنْصَرِهِ مِنْ يَدِهِ الْيُسْرَى وَيَخْتِمُ بِخِنْصَرِهِ مِنْ يَدِهِ الْيُمْنَى“ ”جو شخص روز جمعہ اپنے ناخن کاٹے وہ بائیں ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی پر ختم کرے“ (۴)

(۱) مکارم الاخلاق: ص ۶۳

(۲) مکارم الاخلاق: ص ۶۵

(۳) مکارم الاخلاق: ص ۶۵

(۴) مکارم الاخلاق: ص ۶۶

ستر ہواں سبق

نظافت و آرائش (۳)

۷۔ عطریات اور خوشبو کا استعمال

روایات اور احادیث معصومینؑ میں عطر اور خوشبو استعمال کرنے کی کافی تاکید موجود ہے۔

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

”الطِّيبُ يَشُدُّ الْقَلْبَ“ ”خوشبو سے دل مضبوط ہوتا ہے۔“ (۱)

امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا ہے: ”الْعَطْرُ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ“ ”عطر مرسلین کی سنت

ہے۔“ (۲)

امام رضاؑ نے فرمایا ہے: ”الطِّيبُ مِنْ أَخْلَاقِ الْأَنْبِيَاءِ“ ”خوشبو انبیاء کے اخلاق کا جز ہے۔“ (۳)

آپؐ ہی سے یہ بھی منقول ہے: ”مِنْ أَخْلَاقِ الْأَنْبِيَاءِ التَّطَيُّبُ“ ”اخلاق انبیاء میں

خوشبو کا استعمال کرنا بھی شامل ہے۔“ (۴)

(۱) اصول کافی، ج ۶ ص ۵۱۰

(۲) اصول کافی، ج ۶ ص ۵۱۰

(۳) مکارم الاخلاق، ج ۳ ص ۴۰

(۴) مکارم الاخلاق، ص ۴۰

سبق کا خلاصہ:

اسلام نے صفائی اور حفظانِ صحت پر خاص طور سے زور دیا ہے اسی لئے مومنین کرام کو ہر روز مسواک کرنے اور ہر ہفتہ بال اور ناخن کاٹنے کی بھی بہت تاکید کی ہے۔

سوالات:

۱۔ مسواک کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی کیا فضیلت ہے اس بارے میں ایک حدیث نبویؐ

بیان کیجئے؟

۲۔ پیغمبر اکرمؐ نے مسواک کرنے کے کیا فوائد بیان فرمائے ہیں؟

۳۔ مسواک کرنے کے بہترین اوقات اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

۴۔ سر کے بال اور داڑھی، مونچھیں کیسی ہونا چاہئیں؟ حدیث کی روشنی میں بتائیے۔

۵۔ کنگھا کرنے کی کیا اہمیت ہے؟ ایک حدیث ذکر کیجئے؟

۶۔ ناخن کاٹنے کا صحیح طریقہ اور اس کا مناسب وقت کیا ہے؟

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُحِبُّ الْجَمَالَ وَالتَّجَمُّلَ وَيَكْرَهُ
الْبُؤْسَ وَالتَّبَاؤُسَ وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى إِذَا أَنْعَمَ عَلَى عَبْدٍ نِعْمَةً أَحَبَّ أَنْ يَرَى عَلَيْهِ أَثَرَهَا.
فَقِيلَ: وَكَيْفَ ذَلِكَ؟ قَالَ يَنْظِفُ ثَوْبَهُ وَيُطَيِّبُ رِيحَهُ وَيَبَيِّضُ دَارَهُ وَيَكْنُسُ أَفْنِيَتَهُ
حَتَّى أَنْ السَّرَاجَ قَبْلَ مَغِيبِ الشَّمْسِ يُنْفِي الْفَقْرَ وَيَزِيدُ فِي الرِّزْقِ" خداوند عالم حسن
وجمال اور زینت کو پسند کرتا ہے نیز بد صورت اور گندہ بنے رہنے سے کراہیت رکھتا ہے۔ خداوند عالم
اپنے کسی بندے پر جب کوئی نعمت نازل کرتا ہے تو وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے اوپر اس کا اثر بھی
نمایاں ہو۔ عرض کیا گیا وہ کس طرح؟ فرمایا: اس طرح کہ اپنے کپڑے صاف ستھرے رکھے، خوشبو
لگائے، گھر کی صفائی کرے، جھاڑو لگائے حتیٰ کہ سورج ڈوبنے سے پہلے چراغ روشن کرنے سے فقر
دور ہوتا ہے اور رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔ (۱)

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: "حُبِّ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ: النِّسَاءُ وَالطِّيبُ وَجُعَلْ قُرَّةُ
عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ" تمہاری دنیا میں سے عورتوں اور خوشبو کو میرے لئے پسندیدہ بنایا گیا ہے اور
میری آنکھوں کی ٹھنک نماز میں رکھی گئی ہے۔ (۲)

اسی طرح آپؐ نے فرمایا ہے: "أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ: الْعَطَرُ وَالنِّسَاءُ
وَالسِّوَاكُ وَالْحَنَاءُ" چار چیزیں انبیاء کی سنت ہیں عطر، عورتیں، مسواک،
مہندی۔ (۳)

ایک اور روایت میں آپؐ سے نقل کیا گیا ہے: "لَا تَدْعُ الطِّيبَ فَإِنَّ الْمَلَأَ نِكَةً"

(۱) مکارم الاخلاق: ص ۴۱

(۲) بحار الانوار: ج ۳ ص ۱۴۲ باب ۱۹

(۳) بحار الانوار: ج ۳ ص ۱۴۲ باب ۱۹

تَسْتَشِيقُ رِيحَ الطِّيبِ مِنَ الْمُؤْمِنِ فَلَا تَدْعُ الطِّيبَ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ" خوشبو کے استعمال کو
ترک نہ کرنا کیونکہ ملائکہ مومن کی خوشبو کو سونگتے ہیں لہذا جمعہ کے دن خوشبو کے استعمال کو ترک نہ
کرنا۔ (۱)

امام جعفر صادقؑ نے یہ بھی فرمایا ہے: "مَنْ تَطَيَّبَ أَوَّلَ النَّهَارِ لَمْ يَزَلْ عَقْلُهُ مَعَهُ
إِلَى اللَّيْلِ" جو شخص دن کے آغاز میں خوشبو استعمال کرے گا تو رات تک اس کی عقل اس کے
ساتھ رہے گی۔ (۲)

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: "لَا يَنْبَغِي لِلرَّجُلِ أَنْ يَدْعَ الطِّيبَ فِي كُلِّ يَوْمٍ فَإِنْ لَمْ
يَقْدِرْ عَلَيْهِ فَيَوْمٌ وَيَوْمٌ لَا، فَإِنْ لَمْ يَقْدِرْ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ" انسان کو کسی بھی دن خوشبو ترک
نہیں کرنا چاہئے اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایک دن چھوڑ کر لگائے اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو پھر ہر جمعہ کو خوشبو
استعمال کرے۔ (۳)

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے: "مَا أَنْفَقْتُ فِي الطِّيبِ فَلَيْسَ بِسَرَفٍ" خوشبو کے
لئے جتنا خرچ کیا جائے اسراف نہیں ہے۔ (۴)

آپؐ سے یہ بھی منقول ہے: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يُنْفِقُ فِي الطِّيبِ أَكْثَرَ مِمَّا يُنْفِقُ
فِي الطَّعَامِ" پیغمبر اکرمؐ خوشبو کے لئے اپنے کھانے سے زیادہ خرچ کیا کرتے تھے۔ (۵)

(۱) اصول کافی: ج ۶ ص ۵۱۱

(۲) اصول کافی: ج ۶ ص ۵۱۰

(۳) اصول کافی: ج ۶ ص ۵۱۰

(۴) مکارم الاخلاق: ص ۴۱

(۵) وسائل الشیعة: ج ۲ ص ۱۳۶

مولائے کائنات بیان فرماتے ہیں: "إِنَّ النَّبِيَّ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ وَالْحُلُوءَ"
 "نبی اکرمؐ خوشبو اور حلوے سے کبھی منع نہیں کرتے تھے۔" (۱)

انس بن مالک کا بیان ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں جب کبھی بھی عطر پیش کیا جاتا تھا تو آپ اسے واپس نہیں کرتے تھے۔ (۲)

امام جعفر صادقؑ سے آپ کے کسی صحابی نے یہ سوال کیا کہ جسے ہدیہ میں عطر دیا جائے اور وہ اسے واپس کر دے اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "لَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَرُدَّ الْكِرَامَةَ" "اس کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اس کریمانہ کار خیر کو رد کرے۔" (۳)

۸۔ گھر اور اسکے اطراف کی صفائی

اسلام نے جس طرح بدن اور لباس کی صفائی سترائی کی تاکید کی ہے اور اس کے لئے خاص آداب وضع کئے ہیں اسی طرح اس نے گھر اور گلی کو چوں بلکہ انسان سے متعلق تمام چیزوں کو صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا ہے مختصر یہ کہ اسلام ہر چیز کو صاف ستھرا اور جاذب نظر دیکھنا چاہتا ہے۔ مسلمان کو صرف اپنے اخلاق اور معنویات ہی نہیں بلکہ اپنے عادات و اطوار، نظافت، خوشنما ظاہر اور صاف ستھرے سماج اور معاشرہ کی بنا پر غیروں کے لئے نمونہ عمل ہونا چاہئے۔ مذہب اسلام اور ہادیان دین کو اسلامی معاشرہ میں کثافت و گندگی اور نحوست کسی بھی سطح پر گوارہ نہیں ہے دوسرے یہ کہ اس سے مختلف قسم کی بیماریوں اور وباؤں سے بھی محفوظ رہا جاسکتا ہے۔ اسی لئے بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ بعض روایات میں "شیطان" سے مراد جراثیم اور بیماری کے وائرس ہیں مثال کے طور پر پیغمبر اکرمؐ کی یہ

(۱) اصول کافی: ج ۶ ص ۵۱۳

(۲) سنن ابن ماجہ: ج ۸

(۳) وسائل الشیعہ: ج ۲ ص ۱۴۷

حدیث ملاحظہ فرمائیں: "لَا يَطْوِلَنَّ أَحَدُكُمْ شَارِبَهُ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَتَّخِذُهُ مَحَبًا يَسْتَتِرُ بِهِ"
 "تم میں سے کوئی بھی مونچھیں نہ بڑھائے کیونکہ شیطان اس میں گھونسلانا لیتا ہے اور اس میں چھپا رہتا ہے۔" (۱)
 چنانچہ اگر ہم سب پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ طاہرینؑ کی ان تعلیمات پر باقاعدہ عمل کریں تو ہماری زندگی بالکل صاف و شفاف ہو جائے گی اور ہمارا ماحول بھی ہر طرح کی آلودگی، گندگی، بیماری، اور وبا سے محفوظ رہے گا۔

اس بارے میں دو طرح کی احادیث پائی جاتی ہیں۔ کچھ احادیث میں ماحول کی صفائی پر زور دیا گیا ہے جبکہ کچھ احادیث میں اس کے آداب اور طریقے بتائے گئے ہیں۔

یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ ہم جس حد تک اپنے گھر کی صفائی کا خیال رکھیں گے اتنا ہی ہمیں ماحول اور اپنے گھر کے اطراف کی صفائی کا خیال بھی رہے گا۔ کیونکہ گھر سے باہر کی صفائی کا دار و مدار بھی دراصل گھر کی صفائی پر ہے۔ کیونکہ جو شخص اپنے گھر میں صاف ستھرا رہنے کا عادی ہو وہ گھر سے باہر بھی صاف ستھرا رہنے کی کوشش کرے گا اور گلی کو چوں اور سڑکوں کو گندہ کر کے دوسروں کے حقوق ضائع نہیں کرے گا۔

امام محمد باقرؑ کا ارشاد ہے: "كُنْسُ الْبُيُوتِ يُنْفِي الْفَقْرَ" "گھر میں جھاڑو لگانے سے فقر دور ہوتا ہے۔" (۲)

امام صادقؑ نے فرمایا: "غَسْلُ الْإِنَاءِ وَكُنْسُ الْفِنَاءِ مَجْلِبَةٌ لِلرِّزْقِ" "برتن دھونے اور گھر میں جھاڑو لگانے سے رزق بڑھتا ہے۔" (۳)

(۱) اصول کافی: ج ۶ ص ۲۸۸

(۲) وسائل الشیعہ: ج ۵ ص ۳۱۷

(۳) وسائل الشیعہ: ج ۵ ص ۳۱۷

(۳) بحار الانوار: ج ۳ ص ۱۱۷۴، باب ۳۶

حدیث نبوی میں ہے کہ: ”لَا تَوُؤُوا مِنْ دَيْلِ اللَّحْمِ فِي الْبَيْتِ فَإِنَّهُ مَرْبُصُ الشَّيْطَانِ، وَلَا تَوُؤُوا التَّرَابَ خَلْفَ الْبَابِ فَإِنَّهُ مَأْوَى الشَّيْطَانِ“ ”گوشت کے کپڑے کو گھر میں نہ چھوڑ دو کیونکہ وہ شیطان کا ٹھکانہ ہے اور اسی طرح کوڑا کرکٹ دروازے کے پیچھے نہ چھوڑ دو کیونکہ وہ شیطان کی پناہ گاہ ہے۔“ (۱)

اسی طرح آپ سے یہ بھی نقل ہوا ہے: ”لَا تُبَيِّتُوا الْقِمَامَةَ فِي بُيُوتِكُمْ وَأَخْرِجُوهَا نَهَاراً فَإِنَّهَا مَقْعَدُ الشَّيْطَانِ“ ”رات کو اپنے گھر میں کوڑا نہ رہنے دو بلکہ دن میں ہی اسے باہر پھینک دو کیونکہ وہ شیطان کا مسکن ہے۔“ (۲)

امیر المومنین بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم نے ارشاد فرمایا ہے: ”لَا تَذَرُوا مِنْ دَيْلِ الْغَمْرِ فِي الْبَيْتِ فَإِنَّهُ مَرْبُصُ الشَّيْطَانِ“ ”چربی لگے ہوئے کپڑے کو گھر میں نہ چھوڑا کرو کیونکہ وہ شیطان کا ٹھکانہ ہے۔“ (۳)

آپ سے یہ بھی منقول ہے: ”بَيْتُ الشَّيَاطِينِ مِنْ بُيُوتِكُمْ بَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ“ ”تمہارے گھروں کے اندر شیطان کا گھر مکڑی کے جالے ہیں۔“ (۴)

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”نَظِّفُوا بُيُوتَكُمْ مِنْ حَوَكِ الْعَنْكَبُوتِ فَإِنَّ تَرَكَهُ فِي الْبَيْتِ يُورِثُ الْفَقْرَ“ ”گھر کو مکڑی کے جالوں سے صاف رکھو کیونکہ انہیں گھر میں چھوڑ دینے سے غربت پیدا ہوتی ہے۔“

امام جعفر صادق نے فرمایا ہے: ”نَهَى رَسُولُ اللَّهِ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتًا مُظْلِمًا إِلَّا بِمُصْبَاحٍ“

(۱) بحار الانوار: ج ۳ ص ۷۴، باب ۳۶

(۲) وسائل الشیعة: ج ۵ ص ۳۱۸

(۳) بحار الانوار: ج ۳ ص ۷۴، باب ۳۶

(۴) وسائل الشیعة: ج ۵ ص ۳۲۲

”رسول اللہ نے تاریک گھر میں چراغ لے بغیر داخل ہونے سے منع فرمایا ہے۔“ (۱) یا دوسرے مقام پر ارشاد ہے: ”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ كَرِهَ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتًا مُظْلِمًا إِلَّا بِسِرَاجٍ“ ”پیغمبر اکرم تاریک گھر میں چراغ کے بغیر داخل ہونے سے کراہت رکھتے تھے۔“

آپ ہی سے یہ روایت بھی ہے: ”السِّرَاجُ قَبْلَ مَغِيبِ الشَّمْسِ يَنْفِي الْفَقْرَ وَيَزِيدُ فِي الرِّزْقِ“ ”سورج ڈوبنے سے پہلے چراغ جلانے سے غربت دور ہوتی ہے اور رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔“ (۲)

امام رضا فرماتے ہیں: ”السِّرَاجُ قَبْلَ مَغِيبِ الشَّمْسِ يَنْفِي الْفَقْرَ“ ”سورج ڈوبنے سے پہلے چراغ جلانے سے فقر دور ہوتا ہے۔“ (۳)

ماحولیاتی صفائی

روایات میں عام لوگوں کے استعمال میں آنے والے مقامات جیسے سڑک، گلی کوچے، پانی کے چشمے (ٹنکیاں) پھل دار درخت، سایہ دار درخت جنکے سائے میں لوگ بیٹھتے ہیں مسجد اور گھروں کے آس پاس یا جس جگہ بھی لوگوں کو پریشانی ہو وہاں پیشاب، پاخانہ کرنے اور ان جگہوں کو گندہ کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔

امام جعفر صادق نے اپنے آباء طاہرین کے ذریعہ پیغمبر اکرم سے یہ روایت نقل کی ہے: ”نَهَى رَسُولُ اللَّهِ أَنْ يَتَغَوَّطَ عَلَى شَفِيرِ بئرٍ مَاءٍ يُسْتَعَذَّبُ مِنْهَا أَوْ نَهْرٍ يُسْتَعَذَّبُ أَوْ تَحْتَ شَجَرَةٍ فِيهَا ثَمَرُهَا“ ”جس کنویں سے لوگ پینے کا پانی بھرتے ہیں اس کے دہانے پر

(۱) وسائل الشیعة: ج ۵ ص ۳۲۲

(۲) بحار الانوار: ج ۳ ص ۷۴، باب ۳۶

(۳) وسائل الشیعة: ج ۳ ص ۷۴

یا پینے کے پانی کی نہر کے راستے پر یا پھل دار درخت کے نیچے پانخانہ کرنے سے رسول اللہ ﷺ منع فرمایا ہے۔^(۱) آپ نے یہ روایت کی ہے کہ ”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثٌ (ثَلَاثَةٌ)، مَلْعُونٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ: الْمَتَعَوِّطُ فِي ظِلِّ النَّزَالِ وَالْمَانِعُ الْمَاءِ الْمُتَنَابِ وَسَادُّ الطَّرِيقِ الْمَسْلُوكِ“ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ”تین آدمی، تین آدمی، اپنی حرکتوں کی وجہ سے ملعون ہیں۔ سایہ دار جگہ پر (جہاں لوگ ٹھہرتے ہیں) پانخانہ کرنے والا، دوسروں کا پانی روکنے والا، عام راستوں کو بند کرنے والا۔“^(۲)

مولائے کائنات نے فرمایا ہے: ”نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُنْزَلَ أَحَدٌ تَحْتَ شَجَرَةٍ مُشْمِرَةٍ أَوْ عَلَى الْقَارِعَةِ الطَّرِيقِ“ پیغمبر اکرم ﷺ نے پھل دار درخت اور راستوں پر پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔“^(۳)

امام جعفر صادقؑ نے اپنے اجداد طاہرین کے واسطے سے پیغمبر اکرم ﷺ کی یہ روایت نقل کی ہے: ”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ اللَّهَ كَرِهَ لَكُمْ أَيْتُهَا الْأُمَّةُ أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ خَصْلَةً وَنَهَاكُمْ عَنْهَا. إِلَى أَنْ قَالَ: وَكَرِهَ الْبُؤْلُ عَلَى شَطِّ نَهْرٍ جَارٍ وَكَرِهَ أَنْ يَحْرُثَ الرَّجُلُ تَحْتَ شَجَرَةٍ مُشْمِرَةٍ قَدْ أَيْنَعَتْ أَوْ نَخْلَةٍ قَدْ أَيْنَعَتْ يَعْنِي أَثْمَرَتْ“ ”اے میری امت کے لوگو! خداوند عالم کو تمہارے لئے چوبیس چیزیں پسند نہیں ہیں اسی لئے اس نے تمہیں ان سے منع کیا ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: کہ کوئی جاری نہر کے ساحل پر پیشاب کرے یا کسی پھل دار درخت کے نیچے یا جس درخت پر کھجوریں لگی ہوں اس کے نیچے پانخانہ کرے یہ بھی اسے پسند نہیں ہے۔“^(۴)

(۱) وسائل الشیعة: ج ۱ ص ۳۲۵

(۲) وسائل الشیعة: ج ۱ ص ۳۲۵

(۳) وسائل الشیعة: ج ۱ ص ۳۲۵

(۴) وسائل الشیعة: ج ۱ ص ۳۲۸

کسی شخص نے امام زین العابدینؑ سے سوال کیا کہ پانخانہ کس جگہ کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”يَتَّقِي شُطُوطَ الْأَنْهَارِ وَالطَّرِيقِ النَّافِذَةِ وَتَحْتَ الْأَشْجَارِ الْمُشْمِرَةِ وَمَوَاضِعَ اللَّعْنِ فَقِيلَ لَهُ: وَأَيْنَ مَوَاضِعَ اللَّعْنِ؟ قَالَ: أَبْوَابُ الدُّورِ“ ”نہروں کے ساحل، عام راستوں، پھل دار درختوں کے نیچے اور لعنت و ملامت کی جگہ سے دور، عرض کیا گیا کہ یہ لعنت و ملامت والی جگہیں کونسی ہیں تو فرمایا: گھروں کے دروازے۔“^(۱)

اٹھارہواں سبق

سبق کا خلاصہ:

عطر لگانے اور، گھر اور ماحول کو صاف رکھنے کے لئے بھی اسلام نے خاص تاکید کی ہے اس سے اسلامی سماج اور معاشرہ صاف ستھرا رہتا ہے۔

بیت الخلاء کے آداب

بدن، لباس، گھر اور ماحول کی صفائی کے بارے میں اسلامی تعلیمات سے واقف ہونے کے بعد اس موضوع کی تکمیل کے لئے بیت الخلاء کے آداب کے بارے میں بھی اسلامی تاکیدات کی طرف ایک اشارہ کیا جا رہا ہے۔

۱۔ لوگوں کی نگاہ سے دور:

ایسی جگہ رفع حاجت کرے کہ جہاں لوگ اسے نہ دیکھ سکیں۔ لہذا اگر بیت الخلاء بنا ہو تو وہ ایسا ہونا چاہئے کہ اس کی دیواریں بلند ہوں اور حتی الامکان چھت اور دروازہ بھی ہوتا کہ کسی کی نگاہ نہ پڑنے پائے اور اگر صحرا و بیابان میں ہو تو لوگوں کی نگاہوں سے دور چلا جائے یا کسی گہرائی میں یا ٹیلہ کے پیچھے بیٹھے۔
امام جعفر صادق فرماتے ہیں: ”مَنْ أَتَى الْغَائِطَ فَلْيَسْتَتِرْ“ ”جو آدمی پائخانہ کرنے جائے وہ اپنے کو (دوسروں کی نظروں سے) چھپائے۔“ (۱)

آپ ہی سے یہ روایت منقول ہے: ”قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ: إِذَا سَافَرْتَ مَعَ قَوْمٍ

سوالات:

۱۔ خوشبو اور عطر لگانے کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کی ایک حدیث بیان فرمائیں؟

۲۔ عطریات پر مسلمان کس حد تک خرچ کر سکتا ہے؟

۳۔ گھر کی صفائی کے بارے میں معصومینؑ نے کیا فرمایا ہے؟

۴۔ کن جگہوں پر پیشاب، پائخانہ کرنا منع ہے؟

وَنَهَى أَنْ يَنْظُرَ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ وَقَالَ: مَنْ تَأَمَّلَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ لَعَنَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ، وَنَهَى الْمَرْأَةَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ وَقَالَ مَنْ نَظَرَ إِلَى عَوْرَةِ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ أَوْ عَوْرَةِ غَيْرِ أَهْلِهِ مُتَعَمِّدًا أَدْخَلَهُ اللَّهُ مَعَ الْمُنَافِقِينَ الَّذِينَ كَانُوا يَسْحَتُونَ عَنْ عَوْرَاتِ النَّاسِ وَلَمْ يَخْرُجْ مِنَ الدُّنْيَا حَتَّى يَفْضَحَهُ اللَّهُ إِلَّا أَنْ يَتُوبَ“

”اگر تم میں سے کوئی شخص کھلی جگہ پر نہائے تو اپنی شرمگاہ کو چھپائے رکھے۔ اور آپؐ نے فرمایا: ”کہ کوئی بھی حمام میں بغیر لنگی کے داخل نہ ہو اور کسی مسلمان کی شرمگاہ کو دیکھنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا: ”کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی شرمگاہ کو غور سے دیکھے اس کے اوپر ستر ہزار فرشتوں کی لعنت ہے اسی طرح آپؐ نے عورتوں کو ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھنے سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ”جو شخص اپنے شریک زندگی کے علاوہ کسی مسلمان یا کسی اور کی شرمگاہ کو جان بوجھ کر دیکھے گا خداوند عالم اسے منافقین میں شامل کر دے گا جو لوگوں کی شرمگاہوں کی ٹوہ میں رہتے تھے، اور وہ شخص دنیا سے اس عالم میں جائے گا کہ خداوند عالم اس کو رسوا اور ذلیل کر کے رکھ دے گا مگر یہ کہ وہ توبہ کر لے۔“ (۱)

امام جعفر صادقؑ سے پروردگار عالم کے اس قول ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ﴾ (۲) کی تفسیر دریافت کی گئی تو آپؐ نے فرمایا: ”كُلُّ مَا كَانَ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنْ ذِكْرِ حِفْظِ الْفَرْجِ فَهُوَ مِنَ الزَّيْنِ إِلَّا فِي هَذَا الْمَوْضِعِ فَإِنَّهُ لِلْحِفْظِ مِنْ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ“ ”قرآن مجید میں جس جگہ بھی شرمگاہ کی حفاظت کا تذکرہ ہے اس سے مراد زنا ہے مگر صرف اس آیت میں اسے دوسروں کی نظروں سے محفوظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔“ (۳)

(۱) وسائل الشیعیہ ج ۱ ص ۲۹۹

(۲) سورہ نور آیت ۳۰

(۳) وسائل الشیعیہ ج ۱ ص ۳۰۰

فَاكْثُرَ اسْتِشَارَتَهُمْ، (إِلَى أَنْ قَالَ) وَإِذَا أَرَدْتَ قَضَاءَ حَاجَتِكَ فَابْعِدِ الْمَذْهَبَ فِي الْأَرْضِ“ ”جناب لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا: جب تم کسی قوم و قبیلہ کے ساتھ سفر کرو تو ان سے زیادہ سے زیادہ مشورہ کرو یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا اور جب تمہیں بیت الخلاء کی حاجت ہو تو راستہ سے دور چلے جاؤ۔“

آپؐ ہی سے یہ بھی روایت ہے: ”مَا أُوتِيَ لِقَمَانُ الْحِكْمَةَ لِحَسَبِ وَلَا مَالٍ وَلَا بَسْطِ فِي جِسْمٍ وَلَا جَمَالٍ وَلَكِنَّهُ كَانَ رَجُلًا قَوِيًّا فِي أَمْرِ اللَّهِ مُتَوَرِّعًا فِي اللَّهِ سَاكِنًا مُسْكِنًا (إِلَى أَنْ قَالَ:) وَلَمْ يَرَهُ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ عَلَى بَوْلٍ وَلَا غَائِطٍ قَطُّ وَلَا اغْتِسَالٍ لِشِدَّةِ تَسْتَرِهِ وَتَحَفُّظِهِ فِي أَمْرِهِ (إِلَى أَنْ قَالَ:) فَبِذَلِكَ أُوتِيَ الْحِكْمَةَ وَمُنَحَّ الْقَضِيَّةُ“ ”جناب لقمان کو حسب و نسب، مال و دولت، جسمانی صحت یا حسن و جمال کی وجہ سے حکمت نہیں دی گئی تھی بلکہ وہ خدائی معاملات میں بہت مضبوط تھے اور خدا سے بہت زیادہ ڈرنے والے، صاحب ورع، پرسکون اور خاموش مزاج تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا: کہ وہ ستر کے اس قدر پابند تھے کہ ان کو کسی نے کبھی بھی پیشاب یا پاخانہ یا غسل کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا آپؐ نے فرمایا اسی لئے انہیں حکمت اور دوسری صلاحیتیں عطا کی گئی تھیں۔“ (۱)

۲۔ شرمگاہ چھپانا

ہر مسلمان پر دوسروں سے اپنے شرمگاہ کو چھپانا ہمیشہ واجب ہے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کی مشہور حدیث ”حدیث منائی“ میں آیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ”إِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ فِي قَضَاءٍ مِنَ الْأَرْضِ فَلْيَحَاذِرْ عَلَى عَوْرَتِهِ وَقَالَ: لَا يَدْخُلُ أَحَدُكُمْ الْحَمَّامَ إِلَّا بِمَنْزِرٍ

(۱) وسائل الشیعیہ ج ۱ ص ۳۰۵

۳۔ قبلہ کی سمت سے بچنا

قبلہ کی طرف پیٹھ یا رخ کر کے پیشاب، پانخانہ کے لئے کھڑے ہونا یا بیٹھنا حرام ہے اسے اسلام نے گناہ قرار دیا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ”إِذَا دَخَلْتُمُ الْغَائِطَ فَتَجَنَّبُوا الْقِبْلَةَ“ ”جب بیت الخلاء میں داخل ہو تو قبلہ کی سمت نہ بیٹھو۔“ (۱)

امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے: ”نَهَى رَسُولُ اللَّهِ عَنِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ بِنَوْلِ أَوْ غَائِطٍ“ ”رسول اکرمؐ نے پیشاب یا پانخانہ کرتے وقت رو قبلہ ہونے سے منع کیا ہے۔“ (۲)

اسی طرح ایک اور حدیث نبوی میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ”إِذَا دَخَلْتَ الْمَخْرَجَ فَلَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرْهَا وَلَكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا“ ”جب تم بیت الخلاء میں داخل ہو تو قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کر کے نہ بیٹھو بلکہ مشرق یا مغرب کی جانب مڑ جاؤ۔“ (۳)

(واضح رہے کہ اس حدیث میں مشرق یا مغرب کی طرف مڑ جانے سے مراد یہ ہے کہ قبلہ کی سمت نہ ہو لہذا کسی ملک کا قبلہ اگر مغرب یا مشرق میں ہو تو پھر شمال یا جنوب کی طرف مڑ جائے)

اس بارے میں یہ بھی حکم ہے کہ ہوا کے رخ پر نہ بیٹھے جیسا کہ امام رضاؑ کا ارشاد ہے: ”لَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرْهَا وَلَا تَسْتَقْبِلِ الرِّيحَ وَلَا تَسْتَدْبِرْهَا“ ”پیشاب پانخانہ کے لئے رو قبلہ یا پشت قبلہ نہ بیٹھے اور نہ ہی ہوا کے رخ پر اور نہ اس کی طرف پیٹھ کر کے۔“ (۴)

(۱) وسائل الشیعة: ج ۱ ص ۳۰۲

(۲) وسائل الشیعة: ج ۱ ص ۳۰۰

(۳) وسائل الشیعة: ج ۱ ص ۳۰۲

(۴) بحار الانوار: ج ۷ ص ۸۲ باب ۲

۴۔ خاموش رہنا

پانخانہ کرتے وقت بولنا یا تلاوت قرآن کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ البتہ اگر اذان کی آواز سنائی دے رہی ہو تو ذکر الہی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ امام رضاؑ نے بیان فرمایا ہے کہ: ”نَهَى رَسُولُ اللَّهِ أَنْ يُجِيبَ الرَّجُلُ آخَرَ وَهُوَ عَلَى الْغَائِطِ أَوْ يُكَلِّمَهُ حَتَّى يَفْرَغَ“ ”پانخانہ کرتے وقت کسی دوسرے کا جواب نہ دینے اور جب تک فارغ نہ ہو جائے بات کرنے سے رسول اللہؐ نے منع فرمایا ہے۔“ (۱)

مولائے کائنات نے فرمایا ہے: ”سَبْعَةٌ لَا يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ: الرَّائِعُ وَالسَّاجِدُ وَفِي الْكِنِيفِ وَفِي الْحَمَّامِ وَالْجُنُبُ وَالنَّفْسَاءُ وَالْحَائِضُ“ ”سات افراد تلاوت قرآن نہ کریں، رکوع و سجود کرنے والے، بیت الخلاء اور حمام میں موجود افراد، مجنب، نفساء، اور حائض۔“ (۲)

امام صادقؑ نے فرمایا ہے کہ: ”إِذَا سَمِعْتَ الْأَذَانَ وَأَنْتَ عَلَى الْخَلَاءِ فَقُلْ مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ وَلَا تَدْعُ ذِكْرَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي تِلْكَ الْحَالِ لِمَا أَنَّ ذِكْرَ اللَّهِ حَسَنٌ عَلَى كُلِّ حَالٍ“ ”جب اذان کی آواز سنو اور تم بیت الخلاء کے اندر ہو تو جو کچھ مؤذن کہے اسے دہراتے رہو اور اس وقت بھی ذکر الہی کو ترک نہ کرو کیونکہ ذکر الہی ہر حال میں بہتر ہے۔“ (۳)

آپؐ ہی سے یہ بھی منقول ہے: ”لَا بَأْسَ بِذِكْرِ اللَّهِ وَأَنْتَ تَبُولُ فَإِنَّ ذِكْرَ اللَّهِ حَسَنٌ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَلَا تَسْنَأُ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ“ ”اگر تم پیشاب کر رہے ہو تب بھی ذکر الہی میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ذکر الہی ہر حالت میں بہتر اور حسن ہے اور ذکر الہی سے کبھی رنجیدہ خاطر مت ہونا۔“ (۴)

(۱) وسائل الشیعة: ج ۱ ص ۳۰۹

(۲) بحار الانوار: ج ۷ ص ۷۷ باب ۲

(۳) بحار الانوار: ج ۷ ص ۷۷ باب ۲

(۴) بحار الانوار: ج ۷ ص ۷۷ باب ۲

۵۔ بقیہ آداب

بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پیر رکھے اور باہر نکلتے وقت پہلے داہنا پیر باہر نکالے۔

کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرے جیسا کہ امام جعفر صادق کا ارشاد ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے: "الْبَوْلُ قَائِمًا مِنْ غَيْرِ عَلَّةٍ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْإِسْتِجَاءِ بِالْيَمِينِ مِنَ الْجَفَاءِ" "بلا سبب کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ظلم و جفا ہے اور اسی طرح داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنا بھی جفا ہے۔" (۱)

خت جگہ پر جیسے پتھر پر یا ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے۔ امام موسیٰ کاظم نے اپنے اجداد طاہرین کے ذریعہ پیغمبر اکرم سے نقل فرمایا ہے کہ آپ کا ارشاد ہے: "الْبَوْلُ فِي الْمَاءِ الْقَائِمِ مِنَ الْجَفَاءِ" "ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا جفا ہے۔" (۲)

اسی طرح آداب بیت الخلاء کے سلسلہ میں امام محمد باقر سے نقل کیا گیا ہے کہ: "نَهَى رَسُولُ اللَّهِ أَنْ يَطْمَحَ الرَّجُلُ بِبَوْلِهِ مِنَ السُّطْحِ فِي الْهَوَاءِ" "رسول اللہ نے بلندی سے ہوا میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔" (۳)

اس کے علاوہ بھی بیت الخلاء کے کچھ اور آداب ہیں جن میں سے کچھ تو آپ گزشتہ دو اسباق میں پڑھ چکے ہیں۔ البتہ نجاسات سے اجتناب اور طہارت کرنے کا طریقہ کیا ہے اس کی وضاحت آئندہ سبق میں پیش کی جائے گی۔

(۱) بحار الانوار: ج ۷ ص ۷۷، باب ۲

(۲) بحار الانوار: ج ۷ ص ۷۷، باب ۲

(۳) بحار الانوار: ج ۷ ص ۷۷، باب ۲

سبق کا خلاصہ:

اسلام نے بیت الخلاء کے مندرجہ ذیل آداب بتائے ہیں۔

شرمگاہ کو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا، قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ نہ کرنا، خاموش رہنا البتہ اگر اذان کی آواز سنائی دے تو اس کو دہرا کر کے ذکر الہی کرتا رہے۔

سوالات:

- ۱۔ جناب لقمان کو کن اسباب کی بنا پر حکمت عطا کی گئی؟
- ۲۔ پیغمبر اکرم نے کسی کی شرمگاہ دیکھنے والے کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟ ایک حدیث ذکر کیجئے؟

۳۔ بیت الخلاء کے وقت کس رخ بیٹھنا حرام ہے؟

۴۔ کیا رفع حاجت کے دوران بات کر سکتے ہیں؟

۵۔ بیت الخلاء کے آداب مختصر طور سے بیان کیجئے؟

انیسواں سبق

کھانے پینے کے آداب (۱)

انسانی زندگی کی نشوونما اور بقاء کا دارومدار کھانے پینے پر ہے لہذا کھانا پینا فطری شے ہے اسی لئے اسلام نے اس کو خاص اہمیت دی ہے۔ اور اس کے لئے مخصوص اخلاقی، فقہی آداب اور احکام بیان کئے ہیں اور جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ اگر ان آداب پر اچھی طرح عمل کیا جائے تو نہ صرف ایک مسلمان بلکہ پورا اسلامی معاشرہ بڑے سکون کے ساتھ پاک و پاکیزہ زندگی بسر کر سکتا ہے۔ اسلامی نکتہ نظر کے مطابق پاک و پاکیزہ زندگی اسی کو کہا جاتا ہے کہ جس میں انسان اپنی تمام مادی اور روحانی ضروریات حاصل کر سکے۔

انشاء اللہ آئندہ اسباق میں ہم آپ کو کھانے پینے کے بارے میں اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں گے۔

۱۔ حلال اور پاک غذا:

کسی غذا کو استعمال کرنے سے پہلے ہر مسلمان کو چند بنیادی چیزوں پر توجہ رکھنا چاہئے۔
۱۔ غذا حلال ہو، اسلام میں حرام چیزوں کا استعمال ممنوع ہے۔ جیسے مردار، سور کا گوشت، یا شراب۔ لہذا گوشت کھاتے وقت مسلمان کو پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ گوشت کس جانور کا ہے اور

دوسرے یہ کہ جانور اسلامی احکامات کے مطابق ذبح ہوا ہے یا نہیں؟

۲۔ غذا پاک ہو۔ یعنی کھانا تیار کرتے وقت اس میں کوئی نجس یا حرام چیز نہ ملی ہو کیونکہ اگر کھانے میں کوئی حرام چیز موجود ہو تو اس سے دل کی نورانیت اور روح کی شفافیت ختم ہو جاتی ہے اور انسان روحانی کمالات کی بلندیوں تک نہیں پہنچ پاتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی منافع میں بازار کے بنے ہوئے کھانے سے پرہیز کی تاکید کی گئی ہے کیونکہ غذائی اشیاء بنانے والے شرعی احکام کا مکمل خیال نہیں رکھتے۔ البتہ یہ دھیان رہے کہ اگرچہ اسلامی ممالک میں بازار کے کھانے حلال اور پاک ہیں پھر بھی ان کے استعمال سے منع کیا گیا ہے تاکہ انسان کے اخلاقیات پر برا اثر نہ پڑنے پائے یہ صرف ایک اخلاقی حکم ہے۔

۳۔ غذا احلال ذریعہ سے حاصل کی گئی ہو ہمیشہ رزق حلال استعمال کرے اسلام میں حلال اور حرام کمائی کے طریقوں کی بخوبی وضاحت موجود ہے۔ اسی طرح حلال طور پر حاصل ہونے کے بعد اس کو پاک و پاکیزہ رکھنا بھی ضروری ہے یعنی شریعت نے ہمارے اموال میں جوئیس یا زکات واجب کی ہے اسے بھی ضرور ادا کیا جائے۔ لہذا ہر مسلمان کو یہ دھیان رکھنا چاہئے کہ اس کی پوری کمائی بالکل حلال ہو اور اس کے کاروبار یا تجارت میں مال حرام شامل نہ ہو۔

۲۔ ہاتھ دھونا

صبح سے شام تک انسان نہ جانے کتنے کام کرتا ہے جن سے اس کے ہاتھ گندے ہو جاتے ہیں لہذا کھانا شروع کرنے سے پہلے ہر مسلمان کو ہاتھ ضرور دھونا چاہئے جیسا کہ پیغمبر اکرم کا ارشاد گرامی ہے: ”الْوُضُوءُ قَبْلَ الطَّعَامِ يُنْفِي الْفَقْرَ وَبَعْدَهُ يَنْفِي اللَّمَمَ وَيُصِحُّ الْبَصَرَ“ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے سے غربت دور ہوتی ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے جنون دور ہوتا ہے اور آنکھوں کی بینائی درست رہتی ہے۔ (۱)

بعض نسخوں میں ”اللمم“ کے بجائے ”ينفي الهم“ آیا ہے یعنی ”رُخ و غم دور ہوتا ہے“ آپ سے یہ بھی منقول ہے: ”مَنْ أَرَادَ أَنْ يَكْثُرَ خَيْرُهُ، فَلْيَتَوَضَّأْ عِنْدَ حُضُورِ طَعَامِهِ“ جسے اپنی بھلائی اور خیر کی زیادتی درکار ہے تو وہ کھانا کھانے سے پہلے وضو کر لیا کرے۔ (۱) امام جعفر صادق نے فرمایا ہے: ”مَنْ غَسَلَ يَدَهُ قَبْلَ الطَّعَامِ وَبَعْدَهُ بُورِكَ لَهُ فِي أَوَّلِهِ وَآخِرِهِ وَعَاشَ مَا عَاشَ فِي سَعَةٍ وَغُفِيَ مِنْ بَلْوَى فِي جَسَدِهِ“ ”جو شخص کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے تو وہ کھانا شروع سے آخر تک اس کے لئے بابرکت ہو جائے گا اور جب تک زندہ رہے گا زندگی آسان رہے گی اور جسمانی بلاؤں (بیماریوں) سے محفوظ رہے گا۔“ (۲)

آپ ہی سے یہ بھی منقول ہے: ”مَنْ غَسَلَ يَدَهُ قَبْلَ الطَّعَامِ فَلَا يَمْسَحُهَا بِالْمِنْدِيلِ فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ الْبَرَكَةُ فِي الطَّعَامِ مَا دَامَتِ النَّدَاوَةُ فِي الْيَدِ“ ”کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر اسے رومال سے خشک نہ کرو کیونکہ جب تک ہاتھ میں تری باقی رہے گی کھانے میں بھی برکت رہے گی۔“ (۳) امام جعفر صادق کے ایک صحابی جناب صفوان جمال بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں امام کی خدمت میں حاضر تھا جب دسترخوان بچھایا گیا تو ایک خادم نے برتن میں آپ کے ہاتھ دھلائے اور جب اس خادم نے آپ کی خدمت میں تولیہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا: ”اِنَّمَا الْوُضُوءُ مِنْ هَذَا وَآمْنَالِهِ“ ”ہم نے ایسی ہی چیزوں کے لئے ہاتھ دھوئے ہیں۔“

امام موسیٰ کاظمؑ کے ایک صحابی نے دیکھا کہ آپ نے کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے اور انہیں خشک نہیں کیا لیکن کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر کپڑے سے خشک کر لیا۔ (۴)

۳۔ دسترخوان پر بیٹھنے کا طریقہ

مسلمان کو دسترخوان پر اس طرح بیٹھنا چاہئے جس سے خداوند عالم کے حضور زیادہ سے زیادہ تواضع و انکساری کا اظہار ہو اور اس طرح کھانا کھائے جس سے اس کی بندگی اور عبودیت نیز اس کے ساتھ ساتھ نعمت پر شکر اور حمد و ثنا جھلکتی ہو جیسا کہ انس بن مالک کی روایت ہے۔ ”مَا أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَى خُوانٍ وَلَا فِي سَكْرَةٍ. قِيلَ لَهُ: فَعَلَىٰ مَاذَا كُنتُمْ تَأْكُلُونَ؟ قَالَ: عَلَى السُّفْرَةِ“ پیغمبر اکرمؐ نے کبھی بھی خوان (سینی) اور سکرچہ (۱) میں کھانا نہیں کھایا سوال کیا گیا تو تم کس طرح کھانا کھاتے تھے؟ جواب دیا کہ دسترخوان پر بیٹھ کر۔ (۲)

پیغمبر اکرمؐ کی یہ حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں: ”أَنَا لَا أَكُلُ مُتَكِنًا إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ أَكُلُ كَمَا يَأْكُلُ الْعَبْدُ وَأَجْلِسُ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ“ ”میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا ہوں بلکہ میں خدا کا بندہ ہوں لہذا بندوں (غلاموں) کی طرح کھاتا ہوں اور غلاموں کی طرح بیٹھتا ہوں۔“ (۳)

مولائے کائناتؐ نے فرمایا: ”إِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَلْيَجْلِسْ جِلْسَةَ الْعَبْدِ وَلْيَأْكُلْ عَلَى الْأَرْضِ وَلَا يَضَعْ أَحَدِي رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى يَتَرَبَّعُ فَإِنَّهَا جِلْسَةُ يُغَضُّهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَيُمَقِّتُ صَاحِبَهَا“ جب تم کھانا کھانے بیٹھو تو غلاموں کی طرح بیٹھا کرو اور اپنے ایک پیر کو دوسرے پیر کے اوپر نہ رکھو (پالتھی مار کر نہ بیٹھو) کیونکہ خداوند عالم کو بیٹھنے کا یہ انداز ہرگز پسند نہیں ہے اور وہ اس طرح بیٹھنے والے سے ناراض اور بیزار ہے۔ (۴)

(۱) سکرچہ: چھوٹا برتن یا چھوٹی رکابی

(۲) احیاء العلوم الدین: کتاب آداب اکل

(۳) سنن ابن ماجہ: حدیث ۳۲۶۲۰

(۴) اصول کافی: ج ۶ ص ۲۷۲

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے: ”مَا أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ مُتَكِنًا مُنْذُ بَعَثَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى أَنْ قَبَضَهُ وَكَانَ يَأْكُلُ أَكْلَةَ الْعَبْدِ وَيَجْلِسُ جِلْسَةَ الْعَبْدِ قِيلَ: وَلَمْ ذَلِكَ؟ قَالَ: تَوَاضَعًا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ“ ”پیغمبر اکرمؐ نے وقت بعثت سے آخر عمر تک کبھی بھی ٹیک لگا کر کھانا تناول نہیں فرمایا بلکہ آپؐ غلاموں کی طرح بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے اور انہیں کی طرح بیٹھا کرتے تھے عرض کیا گیا اس کی وجہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: بارگاہ الہی میں تواضع کی وجہ سے۔ (۱)

۴۔ کھانے سے پہلے بسم اللہ کہنا

پیغمبر اکرمؐ نے مولائے کائناتؐ سے فرمایا تھا: ”يَا عَلِيُّ إِذَا أَكَلْتَ فَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ وَإِذَا فَرَعْتَ فَقُلْ الْحَمْدُ لِلَّهِ فَإِنَّ حَافِظِيكَ لَا يَسْتَرْيَحَانِ مِنْ أَنْ يَكْتُبَا لَكَ الْحَسَنَاتِ حَتَّى تُنْبِذَهُ عَنْكَ“ اے علی جب کھانا شروع کرو تو پہلے بسم اللہ کہو اور جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو الحمد للہ کہو تو تمہارے اوپر مقرر دونوں فرشتوں کو تمہارے حسنات لکھنے سے فرصت نہ ملے گی۔ (۲)

حضرت علیؑ کا قول ہے: ”ضَمِنْتُ لِمَنْ سَمَّى عَلَى طَعَامِهِ أَنْ لَا يَشْتَكِيَ مِنْهُ“ جو شخص کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ کہے گا میں اس بات کا ضامن ہوں کہ اس کھانے سے اسے کوئی شکایت (تکلیف) نہ ہوگی۔ (۳)

امام جعفر صادقؑ کا قول ہے: ”إِنَّ مَنْ نَسِيَ أَنْ يُسَمِّيَ عَلَى كُلِّ لَوْحٍ فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللَّهِ عَلَى أَوَّلِهِ وَآخِرِهِ“ ”جو شخص غذا کی ہر قسم سے پہلے بسم اللہ کہنا بھول جائے تو وہ کھانے سے

(۱) اصول کافی: ج ۲ ص ۲۷۰

(۲) مکارم الاخلاق: ص ۱۳۲

(۳) اصول کافی: ج ۶ ص ۲۹۵

پہلے اور اس کے آخر میں ہی بسم اللہ کہہ لے۔ (۱)

علماء اخلاق کی تاکید یہ ہے کہ ہر لقمہ سے پہلے بِسْمِ اللہ کہے کیونکہ یہ بھی عبادت کا جزء ہے۔

۵۔ نیت

کھانا کھاتے وقت ہر مسلمان کی یہ نیت ہونا چاہئے کہ اس سے بدن کو جو طاقت ملے گی اس طاقت کو وہ خداوند عالم کی راہ میں خرچ کرے گا نہ یہ کہ صرف زبان کے مزے اور چٹخارے یا اپنا پیٹ بھرنے کی فکر میں رہے کیونکہ صرف لطف اندوزی کے لئے کھانا کھانے سے انسان حیوانیت کی پستیوں میں پہنچ جاتا ہے لہذا ہر مسلمان کی زندگی کا بنیادی مقصد خداوند عالم کی اطاعت میں زندگی بسر کرنا ہونا چاہئے نہ یہ کہ کھانے پینے کے لئے زندگی گزارنا۔

مولائے کائنات نے امام حسن کو یہ وصیت فرمائی تھی: ”يَا بُنَيَّ لَا تَطْعَمَنَّ لُقْمَةً مِنْ حَارٍّ وَلَا بَارِدٍ وَلَا تَشْرَبَنَّ شَرْبَةً وَلَا جُرْعَةً إِلَّا وَأَنْتَ تَقُولُ قَبْلَ أَنْ تَأْكُلَهُ وَقَبْلَ أَنْ تَشْرَبَهُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ فِیْ اَکْلِیْ وَشَرْبِیْ السَّلَامَةَ مِنْ وَغْکَیْهِ وَالْقُوَّةَ بِہِ عَلٰی طَاعَتِکَ وَذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ فِیْمَا بَقِیَّتُهُ فِیْ بَدَنِیْ وَأَنْ تُشَجِّعَنِیْ بِقُوَّتِہِ عَلٰی عِبَادَتِکَ وَأَنْ تُلْهِمَنِیْ حُسْنَ التَّحَرُّزِ مِنْ مَعْصِیَتِکَ“ ”اے بیٹا کوئی گرم یا ٹھنڈا لقمہ منہ میں رکھنے اور ایک گھونٹ بھی نہ پانی پینے سے پہلے یہ ضرور کہہ لینا۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ فِیْ اَکْلِیْ وَشَرْبِیْ“ بارالہا! میں اپنے کھانے پینے کے بارے تجھ سے میری یہ دعا ہے کہ اس کے ذریعہ مجھے بیماری سے حفاظت اور اپنی اطاعت کی طاقت عطا فرما اور اس میں سے جو غذا میرے جسم میں باقی رہ جائے اس کے شکر کی توفیق عطا فرما اور اس کی طاقت کے ذریعہ مجھے اپنی عبادت کی توانائی عطا فرما اور اپنی معصیت سے پرہیز کرنے کے بہترین راستے کا الہام عطا فرما۔

(۲۱) مکارم الاخلاق: ص ۱۳۳

۶۔ کھانا شروع کرنے کا طریقہ

دستر خوان پر بیٹھنے اور بسم اللہ کہنے کے بعد مستحب ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھائے اور کھانے کا آغاز نمک سے کرے۔ امام جعفر صادق سے کھانے کے آداب کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”لَا يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَلَا يَشْرَبُ بِشِمَالِهِ وَلَا يَتَنَاوَلُ بِهَا شَيْئًا“ ”دائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ بائیں سے کوئی چیز پیئے اور نہ ہی اس سے کوئی چیز پکڑے۔ (۱)

آپ ہی سے منقول ہے: ”لَا تَأْكُلُ بِالْيَسْرَى وَأَنْتَ تَسْتَطِيعُ“ ”جب تک تمہارے لئے ممکن ہو بائیں ہاتھ سے مت کھایا کرو۔ (۲)

مولائے کائنات کا ارشاد گرامی ہے: ”ابْدُؤْا بِالْمِلْحِ فِيْ اَوَّلِ الطَّعَامِ فَلَوْ عَلِمَ النَّاسُ مَا فِي الْمِلْحِ لاختاروه على الترياق المجرّب“ ”کھانے کی ابتدا نمک سے کیا کرو۔ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ نمک کے اندر کیا فوائد ہیں تو وہ اسے مجرب تریاق پر ترجیح دیں گے۔ (۳)

امام جعفر صادق سے منقول ہے: ”اِنَّمَا بُدْأُ بِالْمِلْحِ وَنَحْتُمُ بِالْخَلِّ“ ”ہم نمک سے کھانے کا آغاز کرتے ہیں اور سرکہ پر کھانا تمام کرتے ہیں۔ (۴)

(۱) وسائل الشیعیہ: ج ۲۳ ص ۲۵۸

(۲) وسائل الشیعیہ: ج ۲۳ ص ۲۵۹

(۳) مکارم الاخلاق: ص ۱۴۲

(۴) مکارم الاخلاق: ص ۱۴۲

بیسواں سبق

سبق کا خلاصہ:

کھانا پینا بھی انسان کے ضروریات زندگی میں شامل ہے اور اس کے لئے بھی اسلام نے کچھ آداب اور قوانین معین کئے ہیں جن میں سے بعض واجب ہیں اور بعض اخلاقی اصول ہیں جن پر عمل کر کے انسان کمالات کے زینہ طے کر سکتا ہے۔

پاک اور حلال کھانا، کھانے سے پہلے اور اس کے بعد دونوں ہاتھ دھونا، دسترخوان پر انکساری کے ساتھ بیٹھنا، اور یاد خدا کو اسلام نے کھانے کے آداب کا حصہ قرار دیا ہے۔

کھانے پینے کے آداب (۲)

۱۔ کھانے کا طریقہ

دسترخوان پر بیٹھنے کے بعد جو کچھ سامنے رکھا ہو صرف وہی کھانا چاہئے اور دوسروں کے سامنے رکھے ہوئے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھانا چاہئے۔

چھوٹا لقمہ لینا چاہئے کیونکہ اس کو چبانا اور ہضم کرنا آسان ہے اور یہ کہ بڑا لقمہ مسلمان کے شایان شان نہیں ہے اور اس کے علاوہ اسے چبانا، نگلنا اور اسے ہضم کرنا بھی مشکل ہے جس چیز میں کھانا رکھا ہو اس کے کنارے سے کھانا شروع کرے درمیان سے شروع نہ کرے اور جب تک پہلا لقمہ اچھی طرح نہ کھالے دوسرا لقمہ منہ میں نہ رکھے۔

جہاں تک ممکن ہو دوسرے کی طرف نہ دیکھے اور جلدی جلدی کھانا نہ کھائے، بلکہ بڑے سکون اور اطمینان کے ساتھ کھائے اور تا دیر دسترخوان پر بیٹھا رہے اور اگر کسی کے سامنے ایسا کھانا آجائے جو اسے بالکل پسند نہ ہو تو اپنی ناگواری کا اظہار نہ کرے اور نہ ہی اس کھانے کی مذمت کرے جیسا کہ امام حسن کا ارشاد گرامی ہے: "فِي الْمَائِدَةِ اثْنَا عَشْرَةَ خُصْلَةً يَجِبُ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَعْرِفَهَا: أَرْبَعٌ مِنْهَا فَرَضٌ وَأَرْبَعٌ مِنْهَا سُنَّةٌ وَأَرْبَعٌ مِنْهَا تَأْدِيبٌ. فَأَمَّا الْفَرَضُ

سوالات:

۱۔ کھانے پینے کے بارے میں ایک مسلمان کا سب سے اہم فریضہ کیا ہے؟

۲۔ دسترخوان پر بیٹھنے کا اسلامی طریقہ کیا ہے؟

۳۔ کھانے کی ابتدا کیسے کرنا چاہئے؟

۴۔ کھانے کا مقصد اور نیت کیا ہونی چاہئے؟

فَالْمَعْرِفَةُ وَالرِّضَا وَالتَّسْمِيَةُ وَالشُّكْرُ. وَأَمَّا السُّنَّةُ فَالْوُضُوءُ قَبْلَ الطَّعَامِ وَالْجُلُوسُ عَلَى الْجَانِبِ الْأَيْسَرِ وَالْأَكْلُ بِثَلَاثِ أَصَابِعٍ وَلَعْقُ الْأَصَابِعِ. وَأَمَّا التَّادِيْبُ فَلَا أَكْلَ مِمَّا يَلِيهِ وَتَصْغِيرُ اللَّقْمَةِ وَالْمَضْغُ الشَّدِيدُ وَقِلَّةُ النَّظَرِ فِي وُجُوهِ النَّاسِ “دستر خوان کے اندر بارہ (۱۲) خصوصیات پائی جاتی ہیں ہر مسلمان کے لئے انکو جاننا ضروری ہے چار خصلتیں فرض ہیں، چار سنت ہیں اور چار آداب میں شمار ہوتی ہیں۔

چار فرض چیزیں یہ ہیں: ۱۔ معرفت ۲۔ رضا ۳۔ بسم اللہ کہنا ۴۔ شکر۔

چار سنتیں یہ ہیں: ۱۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا۔ ۲۔ بائیں پہلو پر بیٹھنا۔ ۳۔ تین انگلیوں سے کھانا۔ ۴۔ انگلیوں کو چاٹنا۔

اور آداب یہ ہیں: ۱۔ سامنے رکھا ہوا کھانا کھانا۔ ۲۔ چھوٹا لقمہ بنانا۔ ۳۔ اچھی طرح چبانا۔ ۴۔ لوگوں کی طرف کم سے کم دیکھنا۔ (۱)

امام جعفر صادق کا ارشاد گرامی ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے: ”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ مِمَّا يَلِيهِ“ ”جب تم کھانا کھاؤ تو جو تمہارے سامنے رکھا ہو وہی کھاؤ۔“ (۲) یہ بھی منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ”إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ حَدًّا يَنْتَهِي إِلَيْهِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا وَلَهُ حَدٌّ فَاتَى بِالْخَوَانِ فَقِيلَ مَا حَدُّهُ؟ فَقَالَ: حَدُّهُ إِذَا وَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ وَإِذَا رَفَعَهَا قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَيَأْكُلُ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا يَتَنَاوَلُ مِنْ قُدَامِ الْآخِرِ“ ”ہر چیز کے حدود ہوتے ہیں، اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کی کوئی حد نہ ہو اسی دوران

(۱) مکارم الاخلاق: ص ۱۸۱

(۲) وسائل الشیعة: ج ۲۳، ص ۳۶۹

خوان لایا گیا تو آپؐ سے پوچھا گیا کہ اس کے حدود کیا ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ جب کھانا شروع کرے تو بسم اللہ کہے اور جب کھانے سے ہاتھ کھینچ لے تو الحمد للہ کہے اور ہر انسان اپنے سامنے سے ہی کھائے اور دوسروں کے سامنے سے اٹھا کر نہ کھائے۔“ (۱)

آپؐ ہی سے یہ بھی منقول ہے: ”أَطِيلُوا الْجُلُوسَ عَلَى الْمَوَائِدِ فَإِنَّهَا سَاعَةٌ لَا تُحْسَبُ مِنْ أَعْمَارِكُمْ“ ”دستر خوان پر تا دیر بیٹھا کرو کیونکہ یہ مدت تمہاری عمر میں شمار نہیں کی جاتی ہے۔“ (۲)

آپؐ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے: ”أَقْرُوا الْحَارَّ حَتَّى يَبْرُدَ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَرَّبَ إِلَيْهِ طَعَامَ حَارٍّ. فَقَالَ: أَقْرُوا حَتَّى يُمْكِنَ مَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْعِمَنَا النَّارَ وَالْبَرَكَتُ فِي الْبَارِدِ“ ”گرم کھانے کو ٹھنڈا ہونے تک رکھا رہنے دو کیونکہ جب رسول اکرمؐ کے سامنے گرم کھانا پیش کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اسے اسی طرح رہنے دو یہاں تک کہ ٹھنڈا ہو جائے خداوند عالم ہمیں آگ کھلانا نہیں چاہتا ہے اور ٹھنڈے کھانے میں برکت ہے۔“ (۳)

دوسری حدیث میں امام جعفر صادق سے منقول ہے: ”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ نَهَى أَنْ يُنْفَخَ فِي طَعَامٍ أَوْ شَرَابٍ“ ”رسول اللہؐ نے کھانے یا پینے والی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔“ (۴)

(۱) وسائل الشیعة: ج ۲۳، ص ۳۷۰

(۲) مکارم الاخلاق: ص ۱۸۱

(۳) وسائل الشیعة: ج ۲۳، ص ۳۹۹

(۴) وسائل الشیعة: ج ۲۳، ص ۴۰۱

۸۔ پر خوری سے پرہیز

کھانے پینے میں پر خوری سے پرہیز کرنا ضروری ہے کیونکہ اس سے انسان کے جسم و روح دونوں پر ہی خطرناک اثرات طاری ہوتے ہیں اسی لئے روایات معصومینؑ میں پر خوری سے پرہیز کرنے کی سخت تاکید کی گئی ہے پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: "لَا تُمِيتُوا الْقُلُوبَ بِكَثْرَةِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ فَإِنَّ الْقَلْبَ يَمُوتُ كَمَا تَزُرُّ إِذَا أَكْثَرَ عَلَيْهِ الْمَاءُ" (پر خوری (زیادہ کھانے پینے) کے ذریعہ اپنے دلوں کو مردہ نہ بناؤ کیونکہ جس طرح پانی کی زیادتی سے کھیتی خراب ہو جاتی ہے اسی طرح (کثرت طعام سے) دل بھی مردہ ہو جاتا ہے۔" (۱)

آپ ہی سے یہ بھی منقول ہے: "لَا يَدْخُلُ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَنْ مَلَأَ بَطْنَهُ" جس کا پیٹ بھرا ہوا ہو وہ آسمان اور زمین کے ملکوت میں داخل نہیں ہو سکتا ہے۔" (۲)

آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: "لَيْسَ شَيْءٌ أَبْغَضُ إِلَى اللَّهِ مِنْ بَطْنِ الْمَلَأِ" (۳)

"خداوند عالم کے نزدیک بھرے ہوئے پیٹ سے زیادہ مبغوض کوئی چیز نہیں ہے۔"

آپ ہی کا ارشاد ہے: "إِيَّاكُمْ وَفُضُولَ الْمَطْعَمِ فَإِنَّهُ يُسَمُّ الْقَلْبَ بِالْقُسْوَةِ وَيُطَيُّ بِالْجَوَارِحِ عَنِ الطَّاعَةِ وَيُصِمُّ الْهَمَمَ عَنْ سَمَاعِ الْمَوْعِظَةِ" (فضول (زیادہ) کھانے سے پرہیز کرو کیونکہ اس سے دل سخت ہو جاتا ہے اور اعضاء و جوارح اللہ کی اطاعت میں سست اور موعظہ سننے میں کمزور پڑ جاتے ہیں۔" (۴)

حضرت علیؑ کے مندرجہ ذیل ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) مکارم الاخلاق: ص ۱۳۹

(۲) میزان الحکمة: باب ۹۹

(۳) وسائل الشیعة: ج ۲۵، ص ۲۳

(۴) بحار الانوار: ج ۴، ص ۱۸۴، باب ۷

☆ "كَثْرَةُ الْأَكْلِ وَالنَّوْمِ يُفْسِدَانِ النَّفْسَ وَيَجْلِبَانِ الْمَضَرَّةَ" "کھانے اور

نیند کی زیادتی نفس کے فساد اور نقصان کا باعث ہے۔" (۱)

☆ "مَنْ كَثُرَ أَكْلُهُ قَلَّتْ صِحَّتُهُ وَثَقُلَتْ عَلَى نَفْسِهِ مَوْنَتُهُ" "جس کی خوراک

زیادہ ہو جائے اس کی صحت گھٹ جاتی ہے اور خود اپنے اوپر اس کے اخراجات زیادہ ہو جاتے

ہیں۔" (۲)

☆ "إِيَّاكُمْ وَالْبُطْنَةَ فَإِنَّهَا مُفْسِدَةٌ لِلْقَلْبِ، مَكْسِلَةٌ عَنِ الصَّلَاةِ مُفْسِدَةٌ

لِلْجَسَدِ" "پر خوری سے دور رہو اس سے دل سخت ہو جاتا ہے نماز (کے بارے) میں سستی چھائی

رہتی ہے اور بدن بیکار ہو جاتا ہے۔" (۳)

☆ "لَا فِطْنَةَ مَعَ الْبُطْنَةِ" "پر خوری کے ساتھ ذہانت جمع نہیں ہو سکتی۔" (۴)

☆ "الشَّبَعُ يُفْسِدُ الْوَرَعَ" "پر خوری ورع و تقویٰ کو برباد کر کے رکھ دیتی ہے۔" (۵)

☆ "نِعْمَ عَوْنُ الْمَعَاصِي الشَّبَعُ" گناہوں کی بہترین مددگار پر خوری ہے۔" (۶)

پیغمبر اکرمؐ کی حدیث میں ہے کہ: "مَنْ قَلَّ طَعَامُهُ صَحَّ بَدَنُهُ وَصَفَا قَلْبُهُ وَمَنْ

كَثُرَ طَعَامُهُ سَقَمَ بَدَنُهُ وَقَسَا قَلْبُهُ" "جس کی خوراک کم ہوتی ہے اس کا بدن تندرست اور دل

صاف و شفاف ہو جاتا ہے اور جس کی خوراک زیادہ ہوتی ہے اس کا بدن بیمار اور دل سخت ہو جاتا

(۱) مستدرک الوسائل: ج ۱۶، ص ۲۱۳

(۲) مستدرک الوسائل: ج ۱۶، ص ۲۱۳

(۳) غرر الحکم: ص ۳۶۰

(۴) غرر الحکم: ص ۳۶۰

(۵) غرر الحکم: ص ۳۶۰

(۶) غرر الحکم: ص ۳۶۱

(۱) ہے۔

آنحضرتؐ کا یہ بھی ارشاد ہے: ”مَنْ قَلَّ أَكْلُهُ قَلَّ حِسَابُهُ“ جس کی خوراک کم ہوتی ہے اس کا حساب بھی مختصر ہوتا ہے۔“ (۲)

حضرت علیؑ کا ارشاد گرامی ہے: ”قِلَّةُ الْغَدَاءِ أَكْرَمُ لِلنَّفْسِ وَأَدْوَمُ لِلصَّحَّةِ“ مختصر خوراک کرامت نفس اور پائیدار صحت کی ضمانت ہے۔“ (۳)

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: ”إِذَا أَرَادَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ صَلَاحَ عَبْدِهِ أَلْهَمَهُ قِلَّةَ الْكَلَامِ وَقِلَّةَ الطَّعَامِ وَقِلَّةَ النَّمَامِ“ جب خداوند عالم اپنے کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اسے کم بولنے، کم کھانے اور کم سونے کا الہام کر دیتا ہے۔“ (۴)

آپؐ کا یہ ارشاد بھی ہے: ”قِلَّةُ الْأَكْلِ مِنَ الْعِفَافِ وَكَثْرَتُهُ مِنَ الْإِسْرَافِ“ کم کھانا عفت اور زیادہ کھانا اسراف میں شامل ہے۔“ (۵)

دستر خوان اور کھانے کے آداب میں صرف بھوک کے وقت کھانا بھی شامل ہے چنانچہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے: ”كُلْ وَأَنْتَ تَشْتَهِي وَأَمْسِكْ وَأَنْتَ تَشْتَهِي“ جب بھوک لگے تو کھاؤ اور اشتہا (خواہش) ختم ہونے سے پہلے کھانا چھوڑ دو۔“ (۶)

مولائے کائناتؐ نے اسی بارے میں یہ فرمایا ہے: ”لَا تَرْفَعَنَّ يَدَكَ مِنَ الطَّعَامِ

إِلَّا وَأَنْتَ تَشْتَهِيهِ. فَإِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ فَأَنْتَ تَسْتَمِرُّهُ“ جب تک تمہیں خواہش نہ ہو کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھاؤ اگر تم اس پر عمل کرو گے تو تمہارے لئے کھانا خوشگوار رہے گا۔“ (۱)

۹۔ ایک ساتھ کھانا کھانا

اسلامی آداب میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، تنہا کھانا نہ کھائے اور کم از کم اپنے گھر والوں کے ساتھ ہی کھانے کو اسلام نے بہتر قرار دیا ہے اور چند لوگوں کے ساتھ کھانے کی تاکید کی ہے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ”اجْتَمِعُوا عَلَى طَعَامِكُمْ يُبَارِكْ لَكُمْ فِيهِ“ سب ایک ساتھ مل کر کھانا کھاؤ اس میں تمہارے لئے برکت رکھی گئی ہے۔“ (۲)

امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: ”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ، الطَّعَامُ إِذَا جَمَعَ أَرْبَعُ خِصَالٍ فَقَدْ تَمَّ: إِذَا كَانَ مِنْ حَلَالٍ وَكَثُرَتْ الْأَيْدِي، وَسُقِيَ فِي أَوَّلِهِ وَحَمِدَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي آخِرِهِ“ اگر کھانے میں چار خصوصیات جمع ہو جائیں تو وہ مکمل ہے۔ ۱۔ غذا حلال ہو۔ ۲۔ کھانے والے زیادہ ہوں۔ ۳۔ شروع میں بسم اللہ کہا جائے۔ ۴۔ اور آخر میں حمد الہی کی جائے۔ (۳)

۱۰۔ ایک ساتھ کھانا کھانے کے آداب

☆ چھوٹے بزرگوں سے پہلے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائیں اور کھانا شروع نہ کریں اسی طرح بزرگوں کو بھی یہ خیال رہے کہ وہ دوسروں کو حتی الامکان انتظار کی زحمت نہ دیں۔

(۱) بحار الانوار: ج ۵۹، ص ۲۶۸، باب ۸۸

(۲) سنن ابن ماجہ: ج ۲، ص ۳۸۶

(۳) اصول کافی: ج ۶، ص ۲۷۳

(۱) بحار الانوار: ج ۵۹، ص ۲۶۸، باب ۸۸

(۲) بحار الانوار: ج ۵۹، ص ۲۹۲

(۳) غرر الحکم: ص ۳۲۰

(۴) غرر الحکم: ص ۲۱۱

(۵) غرر الحکم: ص ۳۶۰

(۶) بحار الانوار: ج ۵۹، ص ۲۹۰، باب ۸۹

☆ کھانے کے دوران کم بولنا مستحب ہے خاص طور سے جب منہ میں لقمہ موجود ہو تو بولنا مکروہ ہے۔ دسترخوان پر بیٹھے ہوئے لوگوں کا خیال رکھنا چاہئے اور کوئی ایسی بات نہ کرنا چاہئے جس سے انہیں زحمت کا سامنا کرنا پڑے۔

☆ میزبان ایسا طریقہ کار اختیار کرے جس کی بنا پر مہمان سکون و اطمینان کے ساتھ کھانا کھا سکے اور اسے کسی شرمندگی یا تکلف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

☆ کھانا کھاتے وقت دوسرے لوگوں کی طرف نہ دیکھے، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ شرمندگی کی وجہ سے سیر ہو کر نہ کھا سکیں، اور بزرگوں خاص طور سے میزبان کوست رفتاری سے کھانا چاہئے۔ کیونکہ اگر یہ کھانا کھا کر جلد فارغ ہو جائیں تو ان کی وجہ سے دوسرے شکم سیر ہونے سے پہلے ہی ہاتھ روکنے پر مجبور ہو جائیں گے جو کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

☆ دسترخوان پر بیٹھنے والے تمام لوگوں کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے دوسروں کو کراہیت محسوس ہو جیسے کھاتے وقت منہ سے آواز نکالنا، ڈکار لینا وغیرہ۔

☆ میزبان سب سے پہلے کھانا کھانا شروع کرے اور سب سے بعد تک کھاتا رہے تاکہ تمام مہمان آسانی کے ساتھ سیر ہو کر کھا سکیں۔

☆ مہمان اپنے میزبان سے ایسے کھانوں کا مطالبہ نہ کرے جو اس کے امکان سے باہر ہوں کیونکہ روایت میں ہے کہ سب سے بدترین دوست وہ ہے جس کی بنا پر زحمت اٹھانا پڑے۔

☆ جب دسترخوان پر روٹی آجائے تو کھانا شروع کر دینا چاہئے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: "اَكْمِرُوا الْخُبْزَ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا اَكْمَرُمُهُ؟ قَالَ، إِذَا وُضِعَ لَا يَنْتَظَرُ بِهِ غَيْرُهُ" "روٹی کا احترام کرو سوال کیا گیا یا رسول اللہ اس کے

احترام کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا جب اسے دسترخوان پر رکھ دیا جائے تو پھر کسی دوسری چیز کا انتظار نہ کیا جائے۔ (۱)

سبق کا خلاصہ:

کھانے کے آداب مندرجہ ذیل ہیں۔ اپنے سامنے رکھا ہوا کھانا کھائے، لقمہ چھوٹا ہو، اچھی طرح چبا کر، آہستہ آہستہ کھائے، کھانے سے پہلے بسم اللہ کہے اور اختتام پر حمد و ثنائے الہی کرے۔ پر خوری اور زیادہ کھانے سے پرہیز اور چند لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا بھی اسلامی تعلیمات میں شامل ہے۔

ایک ساتھ کھانا کھاتے وقت بزرگوں کا احترام کرنا، دوسروں کا خیال رکھنا، اور کھانا حاضر ہونے سے پہلے ایک دوسرے کی مزاج پرسی کرنا، کھانا شروع کرنے کے بعد گفتگو نہ کرنا اور دوسروں کی طرف نہ دیکھنا بھی کھانے کے آداب کا جزء ہیں۔

سوالات:

- ۱۔ کھانا کھانے کے بارے میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟
- ۲۔ امام حسنؑ نے دسترخوان کے کیا آداب بیان فرمائے ہیں؟
- ۳۔ پر خوری کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟
- ۴۔ کھانے سے کس وقت ہاتھ روک لینا چاہئے؟
- ۵۔ ایک ساتھ کھانا کھانے کے آداب کیا ہیں؟

ایک سو اس سبق

عبادت

قافلہ بشریت اور حیات انسانی میں روز اول سے ہی عبادت کو ایک خاص مقام حاصل رہا ہے چنانچہ دنیا کا کوئی ایسا معاشرہ اور سماج نہیں جس میں کسی نہ کسی شکل میں عبادت کا وجود نہ پایا جاتا ہو جو اس بات کی دلیل ہے کہ عبادت و پرستش انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اسی لئے وہ کسی نہ کسی خدا کی عبادت کرتا ہے البتہ قوموں کے درمیان مختلف اسباب کی بنا پر عبادتوں کی صحیح شکل و صورت باقی نہیں رہی اور وہ شیطاں اور تحریف کرنے والوں کے چنگل میں پھنس کر خود ساختہ خداؤں، بتوں اور طاغوتوں کی عبادت کرنے لگے۔ لیکن پھر بھی یہ بات طے شدہ ہے کہ انسان کے اندر عبادت کا فطری وجود اتنی عام اور روشن چیز ہے کہ اگر کوئی شخص تنہا دنیا کے ہر انسان سے دور اور مذہبی تعلیمات سے بالکل بے بہرہ ہو کر زندگی بسر کر رہا ہو تب بھی اسے اپنے سے بلند و برتر کسی نہ کسی ایسے وجود کی تلاش ہوتی ہے جس کے سامنے وہ اپنا سر نیاز خم کر سکے۔

یہی وجہ ہے کہ عبادت کی تاکید تمام انبیاء کی تعلیمات میں سرفہرست دکھائی دیتی ہے۔ اور انہیں اسی لئے مبعوث بھی کیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو خداوند عالم کی عبادت کی طرف دعوت دیں اور جاہلانہ عبادت سے باز رکھیں۔

عبادت کی اسی عظمت و اہمیت کے پیش نظر ہم اس درس میں عبادت کے مختلف اسباب، انواع و اقسام اور اثرات و نتائج وغیرہ کا جائزہ پیش کریں گے۔

۱۔ عبادت — مقصد خلقت و بعثت

پروردگار عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (۱) ”اور ہم نے جنات اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔“

یہ طے ہے کہ خداوند عالم کو ہماری عبادتوں کی ضرورت نہیں ہے اور نہ خدا کو اس سے کوئی فائدہ پہنچنے والا ہے جیسا کہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ﴾ (۲) بیشک خداوند عالم تم سے بے نیاز اور مستغنی ہے۔

امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں خداوند عالم کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں: ”أَنْتَ الْغَنِيُّ بِذَاتِكَ أَنْ يَصِلَ إِلَيْكَ النِّفْعُ مِنْكَ فَكَيْفَ لَا تَكُونُ غَنِيًّا عَنِّي“ ”تو بذاتہ اس سے مستغنی ہے کہ خود تیری ذات سے تجھے کوئی فائدہ پہونچے تو پھر تو مجھ سے کیوں بے نیاز اور مستغنی نہ ہوگا۔“ (۳)

دوسرے یہ کہ خداوند عالم نے اپنے انبیاء کی بعثت کا مقصد اپنے دین کی تبلیغ اور اپنی عبادت کی طرف دعوت قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (۴) ”اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا ہے

کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔“

مذکورہ دونوں نکتوں سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ خداوند عالم کی عبادت کا فائدہ خود انسان کو پہونچتا ہے اور اس فائدہ کی انتہا منزل کمال تک پہونچتا ہے منزل کمال تک پہونچنے کے لئے قرب خدا ضروری ہے اور قرب خدا عبادت و پرہیزگاری سے حاصل ہوتا ہے اسی لئے خداوند عالم نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (۱)

”اے انسانو! پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے والوں کو بھی شاید کہ تم اس طرح متقی و پرہیزگار بن جاؤ۔“

امام جعفر صادقؑ نے عبادت کے ایک اہم رکن نماز کے بارے میں فرمایا ہے: ”الصَّلَاةُ قُرْبَانٌ كُلِّ تَقِيٍّ“ ”نماز ہر پرہیزگار کے لئے وسیلہ تقرب ہے۔“ (۲)

مختصر یہ کہ عبادت قرب الہی کی منزل تک پہونچنے کا واحد راستہ ہے۔

۲۔ عبادت کی فضیلت

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ”الْعِبَادَةُ فَوْزٌ“ عبادت کامیابی ہے۔ (۳)

☆ ”فَضِيلَةُ السَّادَةِ حُسْنُ الْعِبَادَةِ“ سرداروں کی فضیلت حسن عبادت ہے۔ (۴)

☆ ”إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ عَبْدًا أَهَمَّهُ حُسْنُ الْعِبَادَةِ“ جب خداوند عالم کسی بندے سے۔

(۱) سورہ بقرہ آیت ۲۱

(۲) من لا یخضرہ الفقہ: ج ۱، ص ۲۱۰

(۳) غرر الحکم: ص ۱۹۸، ج ۳۹۳۲

(۴) غرر الحکم: ص ۱۹۹، حدیث ۳۹۳۷

(۱) سورہ ذاریات آیت ۵۶

(۲) سورہ زمر آیت ۷

(۳) بحار الانوار: ج ۹۵، ص ۲۲۶، باب ۲

(۴) سورہ نحل آیت ۳۶

محبت کرتا ہے تو اسے اچھی طرح عبادت کرنے کا الہام عطا کر دیتا ہے۔ (۱)

☆ ”دَوَامُ الْعِبَادَةِ بُرْهَانُ الظَّفَرِ بِالسَّعَادَةِ“ مسلسل عبادت کرنا کامیابی کے ساتھ سعادت تک پہنچنے کی دلیل ہے۔ (۲)

☆ ”مَا تَقَرَّبَ مُتَقَرِّبٍ بِمِثْلِ عِبَادَةِ اللَّهِ“ کسی تقرب حاصل کرنے والے نے عبادت خدا سے بہتر کسی اور طریقہ سے اللہ کا تقرب حاصل نہیں کیا۔ (۳)

۳۔ عبادت و بندگی کی حقیقت

امام رضا فرماتے ہیں: ”أَوَّلُ عِبَادَةِ اللَّهِ مَعْرِفَتُهُ وَأَصْلُ مَعْرِفَةِ اللَّهِ تَوْحِيدُهُ“ خداوند عالم کی اولین عبادت اس کی معرفت ہے اور معرفت خدا کی بنیاد توحید خدا ہے۔ (۴)

امام جعفر صادق کے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ سے عبودیت و بندگی کے بارے میں سوال کیا تو حضرت نے فرمایا: ”ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ: أَنْ لَا يَرَى الْعَبْدُ لِنَفْسِهِ فِيمَا خَوَّلَهُ اللَّهُ مِلْكًا لِأَنَّ الْعَبْدَ لَا يَكُونُ لَهُمْ مِلْكٌ؛ يَرَوْنَ الْمَالَ مَالِ اللَّهِ يَصْرِفُونَهُ حَيْثُ أَمَرَهُمُ اللَّهُ بِهِ وَلَا يَدْبِرُ الْعَبْدُ لِنَفْسِهِ تَدْبِيرًا وَجُمْلَةً اِشْتِغَالَهُ فِيمَا أَمَرَهُ تَعَالَى بِهِ وَنَهَاهُ عَنْهُ... فَهَذَا أَوَّلُ دَرَجَةِ التَّقَى“

(۱) غرر الحکم: ص ۱۹۸، حدیث ۳۹۳۵

(۲) غرر الحکم: ص ۱۹۸، حدیث ۳۹۳۶

(۳) غرر الحکم: ص ۱۹۹، حدیث ۳۹۳۷

(۴) بحار الانوار: ج ۳، ص ۲۲۷، باب ۴

بندگی کی حقیقت تین چیزیں ہیں، پہلے یہ کہ خداوند عالم نے جو کچھ اس کے اختیار میں دیا ہے اسے اپنی ملکیت نہ سمجھے، کیونکہ غلام (بندہ) کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اور وہ اپنے مال کو خدا کا مال سمجھتا رہے اور اس کو وہیں خرچ کرتا رہے جہاں خدا نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور دوسرے یہ کہ وہ خود اپنے لئے کوئی تدبیر نہ کرے بلکہ جو خداوند عالم نے اس کو جیسے حکم دیا ہے تمام امور اسی طرح انجام دے اور جس سے منع کیا ہے اسے ترک کرتا رہے.... یہ تقویٰ کا پہلا زینہ ہے۔ (۱)

مولائے کائنات نے فرمایا ہے: ”الْعُبُودِيَّةُ خَمْسَةُ أَشْيَاءَ خَلَا الْبَطْنُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ وَقِيَامُ اللَّيْلِ وَالتَّصَرُّعُ عِنْدَ الصُّبْحِ وَالْبُكَاءُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ“ بندگی پانچ چیزوں کا نام ہے۔ ۱۔ پیٹ خالی ہونا ۲۔ تلاوت قرآن ۳۔ شب زندہ داری ۴۔ صبح کے وقت تضرع و زاری ۵۔ خوف الہی سے گریہ کرنا۔ (۲)

۴۔ با معرفت عبادت

پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: ”اعْلَمْ أَنَّ أَوَّلَ عِبَادَتِهِ الْمَعْرِفَةُ بِهِ“ عبادت کی ابتدا خداوند عالم کی معرفت ہے۔ (۳)

مولائے کائنات نے فرمایا: ”لَا خَيْرَ فِي عِبَادَةٍ لَيْسَ فِيهَا تَفَقُّهُ“ جس عبادت میں معرفت نہ ہو اس میں کچھ بھلائی نہیں ہے۔ (۴)

آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے ”سَكِنُوا فِي أَنْفُسِكُمْ مَعْرِفَةَ مَا تَعْبُدُونَ حَتَّى يَنْفَعَكُمْ“

(۱) بحار الانوار: ج ۱، ص ۲۲۳، باب ۷

(۲) مستدرک الوسائل: ج ۱۱، ص ۲۲۳

(۳) امالی طوسی: ص ۵۲۶ و بحار الانوار: ج ۷، ص ۷۷

(۴) بحار الانوار: ج ۲، ص ۳۹

مَا تُحَرِّكُونَ مِنَ الْجَوَارِحِ لِعِبَادَةِ مَنْ تَعْرِفُونَ“ جس کی تم عبادت کرتے ہو پہلے اس کی معرفت کو اپنے دل میں بالکل راسخ کر لو تا کہ جس کے عرفان کے بعد تم عبادت کے لئے اعضاء و جوارح کو حرکت دیتے ہو اس کا تمہیں فائدہ حاصل ہو سکے۔ (۱)

آپ ہی کا ارشاد گرامی ہے: ”الْمُتَعَبِدُ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَحِمَارٍ الطَّاحُونَةِ يَذُورُ وَلَا يَسْرُحُ مِنْ مَكَانِهِ“ علم و معرفت کے بغیر عبادت کرنے والا کو لہو کے تیل کی طرح ہے جو چکر لگاتا رہتا ہے مگر اپنی جگہ سے آگے نہیں بڑھتا۔ (۲)

۵۔ عبادت کے اسباب

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ”إِنَّ قَوْماً عَبَدُوا اللَّهَ رَغْبَةً، فَبَلَغَتْ عِبَادَةُ التُّجَّارِ، وَإِنَّ قَوْماً عَبَدُوا اللَّهَ رَهْبَةً، فَبَلَغَتْ عِبَادَةُ الْعَبِيدِ، وَإِنَّ قَوْماً عَبَدُوا اللَّهَ شُكْرًا فَبَلَغَتْ عِبَادَةُ الْأَحْرَارِ“ کچھ لوگوں نے ثواب اور جنت کی لالچ میں خدا کی عبادت کی ہے تو یہ تاجروں کی عبادت ہے اور کچھ لوگوں نے جہنم کے خوف سے خدا کی عبادت کی ہے یہ غلاموں کی عبادت ہے اور کچھ لوگوں نے شکر ادا کرنے کے لئے خدا کی عبادت کی یہ عبادت آزاد منش لوگوں کی عبادت ہے۔ (۳)

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد گرامی ہے: ”إِنَّ النَّاسَ يَعْبُدُونَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى ثَلَاثَةِ أَوْجِهٍ: فَطَبَقَةُ يَعْبُدُونَهُ رَغْبَةً فِي ثَوَابِهِ فَبَلَغَتْ عِبَادَةُ الْحُرَصَاءِ وَهُوَ الطَّمْعُ، وَآخَرُونَ يَعْبُدُونَهُ فِرْقًا مِنَ النَّارِ فَبَلَغَتْ عِبَادَةُ الْعَبِيدِ وَهِيَ رَهْبَةٌ، وَلَكِنِّي أَعْبُدُهُ حُبًّا لَهُ عَزَّ وَجَلَّ فَبَلَغَتْ عِبَادَةُ الْكِرَامِ وَهُوَ الْأَمْنُ لِقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَهُمْ مِنْ فَرْعٍ يَوْمَئِذٍ﴾“

(۱) تحف العقول: ص ۲۲۳، بحار الانوار: ج ۸، ص ۷۳

(۲) غرر الحکم: ج ۲، ص ۱۲۵

(۳) نوح البلاغ: حکمت ۲۳۷

آمِنُونَ ﴿وَلِقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ فَمَنْ أَحَبَّ اللَّهُ أَحَبَّهُ اللَّهُ وَمَنْ أَحَبَّهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ كَانَ مِنَ الْآمِنِينَ“ لوگ تین وجوہات کی بنا پر خداوند عالم کی عبادت کرتے ہیں، ایک طبقہ ثواب کی لالچ میں عبادت کرتا ہے یہ حریص لوگوں کی عبادت ہے جو دراصل طمع و لالچ ہے دوسرا طبقہ جہنم سے بچنے کے لئے عبادت کرتا ہے یہ غلاموں کی عبادت ہے جو دراصل خوف ہے لیکن میں، اللہ تعالیٰ کی محبت کی بنا پر عبادت کرتا ہوں یہ شرفاء کی عبادت ہے اور یہ امن و امان ہے کیونکہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿وَهُمْ مِنْ فَرْعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ﴾ (۱) ”اور وہ لوگ روز قیامت کے خوف سے امان میں رہیں گے۔“

خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ (۲) چنانچہ جو شخص خداوند عالم سے محبت کرے گا تو خداوند عالم بھی اس سے محبت کرے گا اور جس سے خداوند عالم محبت کرتا ہو وہ امان یافتہ ہے۔ (۳)

۶۔ عبادت کی قسمیں

پیغمبر اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں: ”الْعِبَادَةُ سَبْعُونَ جُزْءًا أَوْ أَفْضَلُهَا جُزْءٌ أُطْلُبُ الْحَلَالَ“ عبادت کے ستر اجزاء ہیں جن میں سب سے افضل جزء طلب حلال ہے۔ (۴)

(۱) سورہ نمل آیت ۸۹

(۲) سورہ آل عمران آیت ۳۱

(۳) بحار الانوار: ج ۶، ص ۲۰۳، باب ۵۳

(۴) بحار الانوار: ج ۱۰۰، ص ۱۷، باب ۱

حضرت علیؑ نے فرمایا ہے: "التَّفَكُّرُ فِي آلاءِ اللَّهِ نِعَمُ الْعِبَادَةِ" خداوند عالم کی نعمتوں میں غور و فکر کرنا سب سے بہترین عبادت ہے۔ (۱)

اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں: "التَّفَكُّرُ فِي مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عِبَادَةُ الْمُخْلِصِينَ" آسمان و زمین کے بارے میں غور و فکر کرنا مخلصین کی عبادت ہے۔ (۲)

یا آپؑ نے فرمایا ہے: "إِنَّ مِنَ الْعِبَادَةِ لَيْنَ الْكَلَامِ وَأَفْشَاءَ السَّلَامِ" نرم گفتگو اور بلند آواز سے سلام کرنا بھی عبادت ہے۔ (۳)

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: "النَّظَرُ إِلَى الْعَالَمِ عِبَادَةٌ وَالنَّظَرُ إِلَى الْإِمَامِ الْمُقْسِطِ عِبَادَةٌ وَالنَّظَرُ إِلَى الْوَالِدَيْنِ بِرَافَةٍ وَرَحْمَةٍ عِبَادَةٌ وَالنَّظَرُ إِلَى الْآخِ تَوَدُّهُ فِي اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عِبَادَةٌ" عالم کی طرف نظر کرنا عبادت ہے، عادل امام کی طرف دیکھنا عبادت ہے، والدین کی طرف رافت و محبت سے دیکھنا عبادت ہے اور اس بھائی کو دیکھنا بھی عبادت ہے جس سے خدا کے لئے محبت کرتا ہے۔ (۴)

اسی طرح آپؑ نے فرمایا: "مَنْ خَرَجَ يَطْلُبُ بَابًا مِنْ عِلْمٍ لِيَرُدَّ بِهِ بَاطِلًا إِلَى الْحَقِّ أَوْ ضَلَالَةً إِلَى هُدًى كَانَ عَمَلُهُ كَعِبَادَةِ مُتَعَبِّدٍ أُرْبَعِينَ عَامًا" جو شخص علم کا کوئی باب حاصل کرنے کے لئے اس نیت سے گھر سے نکلے کہ اس کے ذریعہ باطل کو حق کی طرف اور گمراہی کو ہدایت کی طرف پلٹائے گا تو اس کا یہ عمل چالیس سال عبادت کرنے والے عابدوں کی عبادتوں کے مانند ہے۔ (۵)

(۱) غرر الحکم: ج ۵۶

(۲) غرر الحکم: ج ۵۶

(۳) غرر الحکم: ج ۲۱۵

(۴) بحار الانوار: ج ۱، ص ۷۷۸

(۵) بحار الانوار: ج ۱، ص ۱۸۱، باب ۱

روایت میں ہے کہ جبریل امینؑ نے پیغمبر اکرمؐ سے اپنی یہ خواہش بیان کی: "يَا مُحَمَّدُ لَوْ كَانَتْ عِبَادَتُنَا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ لَعَمَلْنَا ثَلَاثَ خِصَالٍ سَقَى الْمَاءَ لِلْمُسْلِمِينَ وَاعْتَاةُ أَصْحَابِ الْعِيَالِ وَسَتْرُ الذُّنُوبِ" اے محمد! اگر ہمیں زمین کے اوپر عبادت کا موقع ملتا تو ہم تین اعمال انجام دیتے۔ ۱۔ مسلمانوں کو پانی پلانا ۲۔ کثیر العیال افراد کی مدد کرنا ۳۔ گناہوں کو چھپانا۔ (۱)

سبق کا خلاصہ:

کیونکہ انسان کی خلقت کا مقصد کمال حقیقی تک پہنچنا ہے اور یہ مقصد صرف خداوند عالم کی محبت اور رضا کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے اسی لئے اسلام میں عبادت کو مقصد خلقت قرار دیا گیا ہے کیونکہ خداوند عالم کی رضا حاصل کرنے کا تنہا ذریعہ اس کی عبادت و بندگی اور اس کے احکام پر عمل کرنا ہے۔

سوالات:

- ۱۔ خداوند عالم نے قرآن مجید میں عبادت کو مقصد خلقت کیوں قرار دیا ہے؟
- ۲۔ انسان کی زندگی میں عبادت کیا کردار ادا کرتی ہے احادیث کی روشنی میں بتائیے؟
- ۳۔ بندگی کیا ہے؟
- ۴۔ عبادت کیسی ہونا چاہیئے؟
- ۵۔ عبادت کے مختلف مقاصد بیان کیجئے؟
- ۶۔ اسلام میں کس کس عمل کو عبادت قرار دیا گیا ہے؟

بائیسواں سبق

نماز کی فضیلت

تمام اسلامی عبادتوں کے درمیان نماز کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ روایات میں اسے دین کا ستون، مومن کی معراج اور اسلام کی تقویت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے روز قیامت ہر شخص سے سب سے پہلے اسی کے بارے میں سوال ہوگا چنانچہ اگر نماز قبول ہوگئی تو اس کے دوسرے اعمال بھی قبول ہو جائیں گے اور اگر نماز قبول نہ ہوئی تو دوسرے اعمال بھی قبول نہ ہونگے۔

نماز سے متعلق آیات اور احادیث، اس کی قدر و قیمت اور منزلت، اس کے شرائط اور خصوصیات، اصول، آداب و ارکان، تعداد، اقسام اور نمازی کے فرائض و وظائف اتنے زیادہ ہیں کہ ان سب کو یکجا بیان کرنے کے لئے متعدد جلدوں کی کتاب درکار ہے لہذا اس سبق میں نماز کی عظمت و اہمیت کے صرف ایک گوشہ کو اجاگر کرنے کے لئے بعض آیات اور روایات ذکر کی جارہی ہیں۔

۱۔ نماز کی اہمیت قرآن مجید کی روشنی میں

نماز کی عظمت کے بارے میں پروردگار عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ﴾ ”اور انہیں صرف اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ خدا کی عبادت کریں اور

عبادت کو اس کے لئے خالص رکھیں اور نماز قائم کریں اور زکات دیں اور یہی سچا اور مستحکم دین ہے۔ (۱)

☆ ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ﴾

”اور نماز قائم کریں کہ نماز ہر برائی اور بدکاری سے روکنے والی ہے اور اس کا ذکر بہت بڑی شے ہے۔“ (۲)

☆ ﴿الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ﴾ ”یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے زمین میں اختیار دیا تو انہوں نے نماز قائم کی اور زکات ادا کی۔“ (۳)

☆ ﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ﴾ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿”آخر تمہیں کس چیز نے جہنم میں پہنچا دیا ہے وہ کہیں گے ہم نماز گزار نہیں تھے۔“ (۴)

☆ ﴿وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْغَاشِعِينَ﴾ ”صبر اور نماز کے ذریعہ مدد مانگو، نماز بہت مشکل کام ہے مگر ان لوگوں کے لئے جو خضوع و خشوع والے ہیں۔“ (۵)

☆ ﴿وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا﴾ ”اور جب تک زندہ رہوں نماز اور زکات کی وصیت کی ہے۔“ (۶)

☆ ﴿رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ﴾ ”پروردگار مجھے اور میری ذریت میں نماز قائم کرنے والے قرار دے اور پروردگار میری دعا کو قبول کر لے۔“ (۷)

(۱) سورہ مائدہ آیت ۵

(۲) سورہ عنکبوت آیت ۴۵

(۳) سورہ حج آیت ۴۱

(۴) سورہ مدثر آیت ۴۲، ۴۳

(۵) سورہ بقرہ آیت ۴۵

(۶) سورہ مریم آیت ۳۱

(۷) سورہ ابراہیم آیت ۴۰

☆ ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ بیشک نماز، صاحبان ایمان کے لئے ایک وقت معین کے ساتھ فریضہ ہے۔ (۱)

۲۔ احادیث پیغمبر میں نماز کی اہمیت

نماز کی اہمیت اور عظمت کے بارے میں پیغمبر اکرم کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

☆ ”جَعَلَ اللَّهُ جَلَّ ثَنَاهُ قُرَّةَ عَيْنٍ فِي الصَّلَاةِ وَحَبَّبَ إِلَيَّ الصَّلَاةَ كَمَا حَبَّبَ إِلَى الْجَائِعِ الطَّعَامَ وَالِى الظَّمَانِ الْمَاءَ، وَإِنَّ الْجَائِعَ إِذَا أَكَلَ شَبِعَ وَإِنَّ الظَّمَانِ إِذَا شَرِبَ رَوِيَ وَأَنَا لَا أَشْبَعُ مِنَ الصَّلَاةِ“ اللہ تعالیٰ نے نماز کو میرے لئے نہکلی چشم قرار دیا ہے اور نماز کی محبت میرے دل میں اس طرح رکھی ہے جس طرح بھوکے کو کھانے سے اور پیاسے کو پانی سے محبت ہوتی ہے لیکن بھوکا کھانے کے بعد اور پیاسا پانی پینے کے بعد سیر و سیراب ہو جاتا ہے لیکن میں نماز سے ہرگز سیر نہیں ہوتا۔ (۲)

☆ ”الصَّلَاةُ عِمَادُ الدِّينِ فَمَنْ تَرَكَ صَلَاتَهُ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ هَدَمَ دِينَهُ وَمَنْ تَرَكَ أَوْقَاتَهَا يَدْخُلُ الْوَيْلُ؛ وَالْوَيْلُ وَادِّ فِي جَهَنَّمَ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿لِلْمُصَلِّينَ﴾ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ“ ”نماز دین کا ستون ہے جو شخص جان بوجھ کر نماز کو چھوڑ دے تو اس نے اپنے دین کو منہدم کر ڈالا اور جو شخص اسے اس کے وقت پر نہ پڑھے وہ ویل میں داخل ہو گیا۔ اور ویل جہنم کی ایک گھاٹی ہے۔ جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: وَيَلِّ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (۳) ویل ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں۔“

(۱) سورہ نساء آیت ۱۰۳

(۲) بحار الانوار: ج ۴، ص ۸۰، باب ۴

(۳) سورہ ماعون آیت ۴/۳

☆ ”لَا تُصَيِّعُوا صَلَاتَكُمْ. فَإِنْ مَنْ ضَيَّعَ صَلَاتَهُ خَشَرَهُ اللَّهُ مَعَ قَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَأَخْزَاهُمْ وَكَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ النَّارَ مَعَ الْمُنَافِقِينَ. فَالْوَيْلُ لِمَنْ لَمْ يُحَافِظْ صَلَاتَهُ“ اپنی نماز کو ضائع نہ کرو جو شخص نماز کو ضائع کرے گا خداوند عالم اسے قارون و فرعون اور ہامان کے ساتھ محشور کرے گا اللہ ان پر لعنت کرے اور انہیں ذلیل و خوار کرے۔ اور خداوند عالم کو یہ حق حاصل ہے کہ اسے منافقین کے ساتھ جہنم میں داخل کرے۔ لہذا اس کے لئے ویل (وای) ہے جو اپنی نماز کی حفاظت نہ کرے۔ (۱)

☆ ”مَثَلُ الصَّلَاةِ مَثَلُ عَمُودِ الْفُسْطَاطِ إِذَا ثَبَتَ الْعَمُودُ نَفَعَتِ الْأُتُنَابُ وَالْأَوْتَادُ وَالْغِشَاءُ وَإِذَا انْكَسَرَ الْعَمُودُ لَمْ يَنْفَعِ طَنْبٌ وَلَا وَتْدٌ وَلَا غِشَاءٌ“ نماز کی مثال ستون خیمہ کی سی ہے جب تک وہ ستون قائم رہتا ہے تو رسیاں، کیلیں اور پردے فائدہ مند رہتے ہیں لیکن جب وہ ستون ہی ٹوٹ جاتا ہے تو نہ کوئی رسی فائدہ دیتی ہے نہ کیلیں اور نہ پردے۔ (۲)

☆ ”حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَأْتِي بِالْعَبْدِ فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَسْأَلُهُ عَنْهُ الصَّلَاةُ فَإِنْ جَادَ بِهَا تَامَةً وَإِلَّا رُخَّ فِي النَّارِ“ نماز کی حفاظت کرو کیونکہ پروردگار عالم روز قیامت بندوں سے حساب و کتاب کرتے وقت سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال کرے گا اگر اس نے کامل نماز پیش کر دی تو نجات مل جائے گی ورنہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (۳)

(۱) بحار الانوار: ج ۹، ص ۲۰۲، باب ۱

(۲) اصول کافی: ج ۳، ص ۲۶۶

(۳) بحار الانوار: ج ۹، ص ۲۰۲، باب ۱

☆ ”إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ وَتَوَجَّهْتَ وَقَرَأْتَ أَمَّ الْكِتَابِ وَمَا تَيْسَّرَ مِنَ السُّورِ، ثُمَّ رَكَعْتَ فَأَتَمَمْتَ رُكُوعَهَا وَسُجُودَهَا وَتَشَهُدْتَ وَسَلَّمْتَ غُفِرَ لَكَ كُلُّ ذَنْبٍ فِيمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ الَّتِي قَدَّمْتَهَا إِلَيَّ الصَّلَاةِ الْمُؤَخَّرَةِ“ ”جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو اور نیت کر کے سورۃ فاتحہ اور دوسرا سورہ پڑھ لو پھر اچھی طرح رکوع و سجود بھی کر لو اور تشهد و سلام بھی پڑھ لو تو تمہاری گزشتہ نماز اور اس نماز کے درمیان جتنے گناہ ہوئے ہیں وہ سب معاف کر دیئے جائیں گے۔“ (۱)

☆ ”مَا دُمْتُ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّكَ تَقْرَعُ بَابَ الْمَلِكِ الْجَبَّارِ وَمَنْ يَكْثُرُ قَرْعُ بَابِ الْمَلِكِ يَفْتَحْ لَهُ“ ”جب تک تم نماز میں مشغول ہو تو تم جبار بادشاہ (خداوند عالم) کا دروازہ کھٹکھٹا رہے ہو اور جو شخص کثرت سے دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اس کے لئے دروازہ کھول ہی دیا جاتا ہے۔“ (۲)

☆ ”مَا مِنْ صَلَاةٍ يَحْضُرُ وَقْتُهَا إِلَّا نَادَى مَلَكٌ بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ: أَيُّهَا النَّاسُ! قُومُوا إِلَيَّ نِيزَانِكُمْ الَّتِي أَوْقَدْتُمُوهَا عَلَى ظُهُورِكُمْ فَأُطْفِئُوهَا بِصَلَاتِكُمْ“ ”جب بھی کسی نماز کا وقت ہوتا ہے تو ایک فرشتہ لوگوں کے سامنے پکار کر یہ کہتا ہے: اٹھو اور جو آگ تم نے اپنی پشت کے اوپر جلا رکھی ہے اسے اپنی نماز کے ذریعہ بجھاؤ۔“ (۳)

☆ ”الصَّلَاةُ مِنْ شَرَايِعِ الدِّينِ وَفِيهَا مَرْضَاةُ الرَّبِّ عَزَّ وَجَلَّ فَهِيَ مِنْهَاجُ الْأَنْبِيَاءِ“ نماز دین تک پہنچنے کا راستہ ہے اس میں خداوند عالم کی خوشی اور رضا ہے اور یہ انبیاء کی سیرت ہے۔ (۴)

(۱) بحار الانوار: ج ۹، ص ۲۰۵، باب ۱

(۲) بحار الانوار: ج ۳، ص ۸۰، باب ۲

(۳) بحار الانوار: ج ۹، ص ۲۰۹، باب ۱

(۴) بحار الانوار: ج ۳، ص ۲۳۱، باب ۱

۳۔ احادیثِ ائمہ طاہرین میں نماز کی عظمت

حضرت علیؑ کے مندرجہ احوال ملاحظہ فرمائیں۔

☆ ”الصَّلَاةُ حِصْنٌ مِّنْ سَطَوَاتِ الشَّيْطَانِ“

”نماز شیطان حملوں سے بچاؤ کا محکم قلعہ ہے۔“ (۱)

☆ ”الصَّلَاةُ تُنْزِلُ الرَّحْمَةَ“

”نماز رحمت الہی کے نزول کا سبب ہے۔“ (۲)

☆ ”اللَّهُ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهَا عَمُودُ دِينِكُمْ“

”خدا کے لئے، خدا کے لئے نماز کا خیال رکھو کیونکہ یہ تمہارے دین کا ستون ہے۔“ (۳)

☆ ”فَرَضَ اللَّهُ الْإِيمَانَ تَطْهِيرًا مِنَ الشِّرْكِ وَالصَّلَاةُ تَنْزِيهَا عَنِ الْكِبْرِ“

”خداوند عالم نے ایمان کو شرک سے پاک کرنے اور نماز کو تکبر سے بچانے کے لئے فرض کیا ہے۔“ (۴)

☆ ”لَوْ يَعْلَمُ الْمُصَلِّي مَا يَغْشَاهُ مِنْ جَلَالِ اللَّهِ، مَا سَرَّهُ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ مِنْ

السُّجُودِ“ ”اگر نمازی کو یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ جلالت الہی میں کس طرح غرق ہے تو سجدہ سے سر

اٹھانے میں کبھی خوشی محسوس نہ کرتا۔“ (۵)

(۱) غرر الحکم: ص ۱۷۵، حدیث ۳۳۳۳

(۲) غرر الحکم: حدیث ۳۳۳۱

(۳) نفع البلاء: مکتوب ۴۷

(۴) نفع البلاء: حکمت ۵۱۲

(۵) بحار الانوار: ج ۹، ص ۲۰۷، باب ۱

اسی طرح آپؐ نے فرمایا: ”إِذَا اسْتَقْبَلَ الْمُصَلِّي الْقِبْلَةَ اسْتَقْبَلَ الرَّحْمَنُ بِوَجْهِهِ

لَا إِلَهَ غَيْرُهُ“ ”جب نمازی رو بقبلہ کھڑا ہوتا ہے تو خدائے رحمان جسکے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے نماز کی

طرف اپنا رخ کر لیتا ہے۔“ (۱)

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: ”إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ الصَّلَاةَ فَإِنْ قُبِلَتْ

قُبِلَ مَا سِوَاهَا“ ”سب سے پہلے ہر شخص سے نماز کے بارے میں سوال کیا جائے گا اگر نماز قبول

ہوگی تو بقیہ اعمال بھی قبول ہو جائیں گے۔“ (۲)

اس سلسلہ میں امام جعفر صادقؑ کے ارشادات بھی ملاحظہ فرمائیں:

☆ ”لِكُلِّ شَيْءٍ وَجْهٌ وَوَجْهٌ دِينُكُمْ الصَّلَاةُ“

”ہر چیز کا ایک چہرہ ہوتا ہے اور تمہارے دین کا چہرہ نماز ہے۔“ (۳)

☆ ”إِنَّ طَاعَةَ اللَّهِ خِدْمَةٌ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ شَيْءٌ مِنْ خِدْمَةٍ يَغْدِلُ الصَّلَاةُ“

”خداوند عالم کی اطاعت روئے زمین پر اس کی خدمت ہے اور نماز کے ہم پلہ کوئی خدمت

خدا نہیں ہے۔“ (۴)

☆ ”مَنْ أَتَى الصَّلَاةَ عَارِفًا بِحَقِّهَا غُفِرَ لَهُ“

”جو شخص نماز کی قدر و قیمت کو جانتے ہوئے نماز ادا کرے گا اس کے گناہ بخش دئے

جائیں گے۔“ (۵)

(۱) بحار الانوار: ج ۹، ص ۲۱۹، باب ۱

(۲) بحار الانوار: ج ۸۰، ص ۲۵، باب ۶

(۳) بحار الانوار: ج ۹، ص ۲۲۷، باب ۱

(۴) بحار الانوار: ج ۹، ص ۲۱۹، باب ۱

(۵) بحار الانوار: ج ۹، ص ۲۰۷، باب ۱

☆ ”لَا حَظَّ فِي الْإِسْلَامِ لِمَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ“

”بے نمازی کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے۔“ (۱)

☆ ”اعْلَمْ أَنَّ الصَّلَاةَ حِجْزَةُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَعْلَمَ مَا يُدْرِكُ

مِنْ نَفْعِ صَلَاتِهِ فَلْيَنْظُرْ فَإِنْ كَانَتْ صَلَاتُهُ حِجْزَتُهُ عَنِ الْفَوَاحِشِ وَالْمُنْكَرِ فَإِنَّمَا

أَذْرَكَ مِنْ نَفْعِهَا بِقَدَرِ مَا اخْتَجَزَ“ ”یاد رکھو! نماز زمین کے اوپر خداوند عالم کا ایک باندھ ہے

لہذا جو شخص یہ جاننا چاہے کہ اس کی نماز سے اسے کتنا فائدہ پہونچا ہے تو وہ یہ دیکھے کہ اس کی نماز نے

اسے برائیوں سے کس مقدار میں روکا ہے۔ چنانچہ وہ جتنی مقدار میں برائیوں سے رکا رہا اس کو اتنا ہی

فائدہ حاصل ہوا۔“ (۲)

سبق کا خلاصہ:

نماز اسلام کی سب سے اہم عبادت ہے اس کو دین کا ستون کہا گیا ہے۔

نماز ہر عبادت کی بنیاد اور ستون ہے اسی لئے روایات میں آیا ہے کہ روز قیامت ہر بندہ

سے نماز کے بارے میں سب سے پہلے سوال کیا جائے گا۔

سوالات:

۱۔ اسلامی احکام کے درمیان نماز کی کیا عظمت ہے؟

۲۔ پیغمبر اکرمؐ کو نماز کتنی عزیز تھی؟

۳۔ پیغمبر اکرمؐ نے نماز کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟

۴۔ ائمہ طاہرینؑ نے نماز کے کیا فضائل بیان کئے ہیں؟

تین سو ا سبق

آداب نماز

۱۔ اجزاء و شرائط کا خیال

نمازی کا سب سے اہم فریضہ یہ ہے کہ وہ نماز کے تمام اجزاء اور شرائط کا بخوبی خیال رکھے اور انہیں بالکل صحیح طریقہ سے انجام دے نماز سے متعلق مسائل جیسے وضو، طہارت، لباس، جگہ، وقت، قبلہ، قرائت، نیز دوسرے تمام واجبات اور اذکار نماز صحیح طریقہ سے جاننے کے لئے معتبر علماء کرام سے دریافت کرنا چاہئے یا مراجع تقلید کی توضیح المسائل کو ملاحظہ فرمائیں اور اس کے مطابق مسائل کو اچھی طرح یاد کرنا ضروری ہے ورنہ نماز باطل ہے اور ہرگز قابل قبول نہ ہوگی۔

۲۔ بارگاہ الہی میں حضور

نمازی کو مسلسل یہ احساس رہنا چاہئے کہ جب وہ قبلہ رخ ہو کر نماز شروع کرتا ہے تو وہ خداوند عالم کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے لہذا جس طرح وہ اپنے بزرگوں کے سامنے بڑے ادب و احترام سے کھڑا ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ ادب و احترام کے ساتھ حالت نماز میں کھڑے ہونا چاہئے اور غیر متعلق کاموں سے اجتناب کرنا چاہئے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: "أَعْبُدِ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ كُنْتَ لَا تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ" "خداوند عالم کی عبادت اس طرح کرو جیسے تم اس

کو دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تم کو ضرور دیکھ رہا ہے۔“ (۱)

روایت میں ہے کہ ایک دن پیغمبر اکرم مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ انس بن مالک نماز میں ادھر ادھر دیکھ رہے ہیں آنحضرتؐ نے انس سے فرمایا: يَا اَنَسُ! صَلِّ صَلَاةَ مُؤَدِّعٍ تَرَى اَنَّكَ لَا تُصَلِّي بَعْدَهَا صَلَاةً اَبَدًا اِضْرِبْ بِبَصْرِكَ مَوْضِعَ سُجُودِكَ لَا تَعْرِفْ مَنْ عَنْ يَمِينِكَ وَلَا عَنْ شِمَالِكَ وَاعْلَمْ اَنَّكَ بَيْنَ يَدَي مَنْ يَرَاكَ وَلَا تَرَاهُ“ ”اے انس! اپنی ہر نماز کو آخری نماز سمجھ کر ادا کرو کہ گویا اب اس کے بعد کبھی بھی تم نماز نہ پڑھو گے، اپنی نگاہوں کو اپنی سجدہ گاہ پر جمائے رکھو۔ اور دائیں یا بائیں طرف ہرگز توجہ نہ کرو۔ اور یاد رکھو کہ تم اس کی بارگاہ میں کھڑے ہو جو تمہیں دیکھ رہا ہے اگرچہ تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو۔“ (۲)

ایک دن پیغمبر اکرمؐ نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز میں اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا: ”اَمَّا اِنَّهُ لَوْ خَشَعَ قَلْبُهُ لَخَشَعَتْ جَوَارِحُهُ“ ”یقیناً اگر اس کے دل میں خضوع و خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء و جوارح بھی خاضع و خاشع ہوتے۔“ (۳)

نیز آپؐ نے یہ بھی فرمایا: ”اِنَّ اللّٰهَ تَكْرَهُ لَكُمْ سِتًا: اَلْعَبْتُ فِي الصَّلَاةِ“ ”خداوند عالم کو تمہاری چھ چیزیں ناپسند ہیں... نماز میں فضول کام کرنا۔“ (۴)

امام محمد باقرؑ اپنے والد امام زین العابدینؑ کے بارے میں فرماتے ہیں: ”اِذَا قَامَ

(۱) بحار الانوار: ج ۴، ص ۷۵، باب ۴

(۲) بحار الانوار: ج ۸۱، ص ۲۶۲، باب ۱۶

(۳) بحار الانوار: ج ۲۲۸، باب ۱۶

(۴) بحار الانوار: ج ۲۶۷، باب ۱۶

فِي الصَّلَاةِ كَأَنَّهُ سَاقٍ شَجَرَةٍ لَا يَتَحَرَّكُ مِنْهُ إِلَّا مَا حَرَّكُهُ الرِّيحُ مِنْهُ“ ”جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے درخت ہو جس میں صرف اتنی حرکت ہوتی ہے جتنا وہ ہوا سے ہلتا ہے۔“ (۱)

۳۔ نشاط و ولولہ

نمازی اپنی ہر نماز کو شوق نشاط اور دل جمعی و دلچسپی کے ساتھ ادا کرے اور ہر قسم کی سستی و کاہلی وغیرہ سے دور رہے کیونکہ قرآن مجید نے منافقین کے مختلف فریب اور ہتھکنڈوں کو بیان کرتے ہوئے ان کی ایک صفت یہ بھی بیان کی ہے کہ وہ نماز کے معاملہ میں بہت سست رہتے ہیں اور اسی بنا پر ان کی مذمت اس طرح کی ہے: اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلَاةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا“ ”منافقین خدا کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور خدا ان کو دھوکہ میں رکھنے والا ہے اور یہ نماز کے لئے اٹھتے بھی ہیں تو سستی کے ساتھ۔ لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرتے ہیں اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔“ (۲)

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: اَفْضَلُ النَّاسِ مَنْ عَشِقَ الْعِبَادَةَ فَعَانَقَهَا وَاحْبَبَهَا بِقَلْبِهِ وَبَاشَرَهَا بِجَسَدِهِ وَتَفَرَّغَ لَهَا فَهُوَ لَا يَسَالِي عَلٰى مَا اَصْبَحَ مِنَ الدُّنْيَا عَلٰى غَسْرِ اَمٍّ عَلٰى يُسْرِ“ (۳) ”سب سے افضل انسان وہ ہے جو نماز سے اتنا عشق رکھتا ہو کہ اسے گلے لگالے اس سے قلبی محبت رکھتا ہو، نماز اس کے وجود میں بالکل پیوست ہو جائے اور وہ اس کے لئے ہر چیز سے بے فکر رہتا ہے، یعنی اسے یہ پرواہ نہیں رہتی ہے کہ اس کا یہ دن پر سکون گزرے گا یا پریشانی حالی میں۔“

(۱) بحار الانوار: ج ۲۳۸، باب ۱۶

(۲) سورۃ نساء آیت ۱۴۲

(۳) بحار الانوار: ج ۶۷، ص ۲۵۳، باب ۵۵

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: لَا تَقُمْ إِلَى الصَّلَاةِ مُتَكَاسِلًا وَلَا مُتَنَاعِسًا وَلَا مُتَنَاقِلًا فَإِنَّهَا مِنْ خَلَلِ النِّفَاقِ فَإِنَّ اللَّهَ نَهَى الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يَقُومُوا إِلَى الصَّلَاةِ وَهُمْ سُكَارَى يَعْنِي مِنَ النَّوْمِ (۱) ”نماز میں ست، اونگھتے ہوئے، یا سوتے ہوئے نہ کھڑے ہوا کرو۔ کیونکہ ایسا نفاق کے باعث ہوتا ہے اور خداوند عالم نے مومنین کو مستی کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور وہ (مستی) نیند ہے۔“

۴۔ خضوع و خشوع

خداوند عالم نے قرآن مجید میں ان مومنین کو فلاح اور کامیابی کی بشارت دی ہے جو خضوع و خشوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ☆ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ ”یقیناً صاحبان ایمان کامیاب ہو گئے جو اپنی نمازوں میں گڑ گڑانے والے ہیں۔“ (۱) پیغمبر اکرمؐ سے خشوع کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: التَّوَاضُّعُ فِي الصَّلَاةِ وَأَنْ يَقْبَلَ الْعَبْدُ بِقَلْبِهِ كُلِّهِ عَلَى رَبِّهِ ”خشوع کا مطلب نماز میں تواضع ہے کہ انسان قلب کی گہرائیوں سے خدا کی جانب متوجہ ہو۔“ (۲)

علماء اخلاق نے کہا ہے کہ نماز میں خشوع کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ قلبی خشوع۔ یعنی اپنے دل کو ہر طرح کے فکر و خیال سے خالی کرے اور صرف خدا کی طرف متوجہ رہے۔

۲۔ جسمانی خشوع۔ اس کے اعضاء و جوارح کوئی ایسا کام نہ کریں جو نماز کی شان کے

خلاف ہوں۔ لہذا اس کی نظریں صرف سجدہ گاہ پر ہوں نہ کہ ادھر ادھر یا ہاتھوں اور پیروں کی حرکت بھی احکام نماز کے مطابق ہو۔

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: ”إِنَّمَا الصَّلَاةُ تَمْسُكُنْ تَوَاضِعٌ وَتَضَرُّعٌ وَتَبَاسٌ وَتَنَدُّمٌ وَتَقْنَعُ بِمَدِّ يَدَيْكَ فَتَقُولُ: اللَّهُمَّ، اللَّهُمَّ، فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَهِيَ خَدَاجٌ“ نماز مسکینی، تواضع، تضرع و زاری فقر اور پشیمانی کے اظہار کا نام ہے یعنی تم ہاتھ پھیلا کر ”اللهم اللهم...“ کہو اور جو شخص یہ نہ کرے اس کی نماز ناقص ہے۔ (۱)

۵۔ حضور قلب

نمازی کو نماز کے ہر مرحلہ میں خاص طور سے نیت کے وقت اپنے دل و دماغ کو ہر طرح کے فکر و خیال سے دور رکھ کر خدا کی طرف متوجہ رکھنا چاہیے۔ یعنی اسے یہ دھیان رہے کہ اس وقت وہ خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا و مناجات اور راز و نیاز میں مشغول ہے نہ کہ زندگی کے دوسرے معاملات میں..... پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ عَبْدٍ لَا يَحْضُرُ قَلْبُهُ مَعَ بَدَنِهِ“ اس شخص کی نماز قطعاً قبول نہ ہوگی جس کا دل اس کے بدن کے ساتھ حاضر نہ ہو۔ (۲)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: لَا يَقُومَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ مُتَكَاسِلًا وَلَا نَاعِسًا وَلَا يَفْكَرَنَّ فِي نَفْسِهِ فَإِنَّهُ بَيْنَ يَدَيِ رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ وَإِنَّمَا لِلْعَبْدِ مِنْ صَلَاتِهِ مَا أَقْبَلَ عَلَيْهِ مِنْهَا بِقَلْبِهِ“

(۱) بحار الانوار: ج ۸۱، ص ۲۱۳

(۲) سورۃ مومنون آیت ۲/۱

(۳) بحار الانوار: ج ۸۱، ص ۲۶۴، باب ۱۶

(۱) احیاء العلوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ

(۲) بحار الانوار: ج ۸۱، باب ۱۶، ص ۲۳۲

”کسی بھی شخص کو نماز کے لئے سستی، کاہلی اور جمائی لیتے ہوئے نہ کھڑا ہونا چاہئے اور اپنی فکر میں نہ ڈوب رہے کیونکہ وہ پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہے یقیناً ہر بندہ کو اپنی نماز کا صرف اتنا حصہ ہی نصیب ہوتا ہے جتنی دیر نماز میں اس کا دل حاضر رہتا ہے۔“ (۱)

ابوجزہ ثمالی کہتے ہیں کہ میں نے امام زین العابدینؑ کو دیکھا کہ ایک روز آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کی عبا آپ کے ایک شانے سے نیچے گری ہوئی تھی لیکن آپ نے اس کو ہاتھ نہیں لگایا یہاں تک کہ نماز تمام ہو گئی میں نے عرض کی آپ نے اپنی عبا کیوں ٹھیک نہیں کی تھی؟

آپ نے فرمایا: ”وَيَحْكُ بَيْنَ يَدَيَّ مَنْ كُنْتُ؟ إِنَّ الْعَبْدَ لَا يَقْبَلُ مِنْ صَلَاتِهِ إِلَّا مَا أَقْبَلَ عَلَيْهِ مِنْهَا بِقَلْبِهِ“ تم پروائے ہوا تمہیں معلوم نہیں میں کس کے حضور میں کھڑا تھا؟ ہر بندہ کی صرف اتنی ہی مقدار نماز قبول ہوتی ہے جس مقدار میں اس کا دل حاضر رہتا ہے۔ (۲)

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: ”إِنَّ الْعَبْدَ لَيُصَلِّي الصَّلَاةَ لَا يُكْتَبُ لَهُ سُدُّهَا وَلَا عُشْرُهَا وَإِنَّمَا يُكْتَبُ لِلْعَبْدِ مِنْ صَلَاتِهِ مَا عَقَلَ مِنْهَا“ جب کوئی آدمی نماز پڑھتا ہے تو اس کے (نامہ عمل) میں اس کا چھٹا یا دسواں حصہ بھی نہیں لکھا جاتا بلکہ ہر بندہ کی اتنی ہی نماز اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہے جتنی مقدار میں وہ اسے سمجھا ہے۔ (۳)

۶۔ نماز کا احترام

ہر مسلمان اور مومن کے لئے ضروری ہے کہ نماز کا احترام کرے اور اس کو واقعاً عظیم سمجھے

کیونکہ نماز کو حقیر یا ہلکا سمجھنا گناہ کبیرہ ہے اسی لئے جو لوگ نماز کو معمولی سمجھتے ہیں پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ طاہرینؑ نے ان کی مذمت کی ہے اور انہیں اپنے سے دور قرار دیا ہے۔

چنانچہ پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: ”لَيْسَ مِنِّي مَنْ اسْتَحَفَّ بِصَلَاتِهِ لَا يَرُدُّ عَلَيْهِ الْخَوْضُ وَلَا وَاللَّهِ“ ”وہ مجھ سے نہیں ہے جو اپنی نماز کو معمولی سمجھے خدا کی قسم وہ میرے پاس حوض کوثر پر نہیں پہنچ سکتا۔“ (۱)

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: ”لَا تَتَهَاوَنَ بِصَلَاتِكَ فَإِنَّ النَّبِيَّ قَالَ عِنْدَ مَوْتِهِ: لَيْسَ مِنِّي مَنْ اسْتَحَفَّ بِصَلَاتِهِ“ ”اپنی نماز کو حقیر مت سمجھنا کیونکہ پیغمبر اکرمؐ نے اپنی رحلت کے وقت فرمایا تھا: اپنی نماز کو معمولی سمجھنے والا مجھ سے نہیں ہے۔“ (۲)

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ”شَفَاعَتُنَا لَا تَنَالُ مُسْتَحَفًّا بِصَلَاتِهِ“ ”نماز کو حقیر اور سبک سمجھنے والے کو ہماری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔“ (۳)

۷۔ اول وقت کا خیال

نماز کو اس کے اول وقت پر پڑھنا چاہئے۔ روایات میں اول وقت کے لئے بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اول وقت نماز پڑھنا اور نماز سے قلبی محبت اور نمازی کی نظر میں نماز کی عظمت و اہمیت کی بہترین دلیل ہے۔

چنانچہ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: اَعْلَمُ أَنَّ أَوَّلَ وَقْتٍ أَبَدًا أَفْضَلُ فَعَجَّلْ بِالْخَيْرِ مَا اسْتَطَعْتَ وَأَحْبَبُ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ مَا دَاوَمَ الْعَبْدُ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّ ”یاد رکھو

(۱) وسائل الشیعیہ: ج ۴، ص ۲۳، باب ۶

(۲) بحار الانوار: ج ۹، ص ۲۲۳، باب ۱

(۳) بحار الانوار: ج ۸۲، باب ۱

(۱) بحار الانوار، ج ۸۱، ص ۲۳۹

(۲) بحار الانوار، ج ۸۱، ص ۲۳۷

(۳) بحار الانوار، ج ۸۱، ص ۲۳۹

اول وقت ہمیشہ افضل ہے لہذا جتنا ممکن ہو کار خیر کے لئے جلدی کرو اور خداوند عالم کے نزدیک سب سے محبوب عمل وہ کار خیر ہے جسے بندہ مسلسل بجالاتا رہے چاہے وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ (۱)

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: "فَضْلُ الْوَقْتِ الْأَوَّلِ عَلَى الْآخِرِ كَفَضْلِ الْآخِرَةِ عَلَى الدُّنْيَا" "اول وقت کی فضیلت آخری وقت پر ویسی ہی ہے جتنی فضیلت آخرت کو دنیا پر حاصل ہے۔" (۲)

آپؑ نے یہ بھی فرمایا ہے: "لَفَضْلُ الْوَقْتِ الْأَوَّلِ عَلَى الْآخِرِ خَيْرٌ لِلْمُؤْمِنِ عَنْ مَالِهِ وَوَلَدِهِ" "آخری وقت کے مقابلہ اول وقت کی فضیلت مومن کے لئے اس کے مال اور اولاد سے زیادہ ہے۔" (۳)

۸۔ زینت و آرائش

قرآن مجید میں پروردگار عالم نے اپنے بندوں سے خطاب کر کے فرمایا ہے: ﴿يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ...﴾ اے اولاد آدم ہر نماز کے وقت اور ہر مسجد کے پاس اپنی زینت ساتھ رکھو۔ (۴)

لہذا مناسب یہی ہے کہ نمازی نماز پڑھتے وقت پاک و صاف رہے اور مناسب لباس پہنے یعنی اس کی ظاہری شکل و صورت بھی مناسب ہو اور پھر وہ خدا کی بارگاہ میں حاضری دے (جس کی وضاحت گذشتہ درس میں گزر چکی ہے)

(۱) اصول کافی: ج ۳، ص ۲۷۴

(۲) مستدرک الوسائل: ج ۳، ص ۱۰۲، باب ۱

(۳) بحار الانوار: ج ۸۲، باب ۵

(۴) سورۃ اعراف آیت ۳۱

۹۔ نماز جماعت

نمازی کے لئے جہاں تک ممکن ہو ہر نماز کو مسجد میں اور جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہئے کیونکہ نماز جماعت کی قدر و قیمت ہر ایک کے فہم و خیال اور تصورات سے بالاتر ہے روایت میں یہاں تک وارد ہوا ہے کہ جب نماز جماعت میں دس آدمی ہو جائیں تو سب فرشتے مل کر بھی اس جماعت کا ثواب نہیں لکھ سکتے ہیں۔

چوبیسواں سبق

سبق کا خلاصہ:

نماز کے تمام اجزاء و شرائط کا لحاظ بارگاہ خداوندی میں حاضری، ذوق و شوق کے ساتھ نماز پڑھنا، حضور قلب، خضوع و خشوع، نماز کا احترام، اول وقت کا خیال رکھنا نماز کے اہم ترین آداب میں سے ہے جن کی پابندی ہر نمازی کے لئے ضروری ہے۔

روزہ کی اہمیت

اسلام میں نماز کے بعد سب سے اہم عبادت روزہ ہے، اور اس کو پروردگار عالم نے تمام مسلمانوں کے اوپر ماہ مبارک رمضان میں واجب قرار دیا ہے۔ جس کی تفصیلات فقہی کتابوں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

روزہ نفس کی تربیت کا بہترین ذریعہ ہے اور اس کے ذریعہ ہر مسلمان اپنے باطن اور قلب و دماغ کو پاک و پاکیزہ، اپنے ارادہ کو مضبوط اور مستحکم بنا سکتا ہے اور حیوانی خواہشات سے نجات حاصل کر کے روحانی بلندیوں تک پہنچ سکتا ہے جس سے وہ محبت اور رضائے الہی کا حقدار بن کر جنت میں جگہ پاسکتا ہے۔

اس سبق میں پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ کی احادیث کی روشنی میں روزہ کی اہمیت اس کے آداب اور شرائط اور اس کے فوائد و نتائج بیان کئے جائیں گے۔

۱۔ روزہ میرے لئے ہے

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: قَالَ اللَّهُ تَعَالَى، كُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَثْمَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضَعْفٍ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ“ خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ ہر نیکی کے بدلے دس

سوالات:

- ۱۔ بارگاہ الہی میں حاضری کے آداب کیا ہیں؟
- ۲۔ منافقین کی نماز کیسی ہوتی ہے؟
- ۳۔ پیغمبر اکرمؐ نے سب سے افضل کس شخص کو قرار دیا ہے؟
- ۴۔ نماز میں خضوع و خشوع کیا معنی ہیں؟
- ۵۔ روایت کی بنا پر پیغمبرؐ نے کن لوگوں کو اپنی شفاعت سے محروم قرار دیا ہے؟
- ۶۔ اول وقت کی فضیلت کتنی زیادہ ہے؟

سے لیکر سات سو گنا تک جزا دی جاتی ہے سوائے روزہ کے، روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا۔ (۱)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: ”اَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ يَغْنِيَنَّ بِالصَّبْرِ الصَّوْمُ“ (۲) صبر اور نماز کے ذریعہ مدد حاصل کرو اس آیت میں صبر سے مراد روزہ ہے ایک اور آیہ کریمہ میں ارشاد ہوتا ہے ”اِنَّمَا يُوفِي الصَّابِرُونَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ“ (۳۴) ”بس صبر کرنے والے ہی وہ لوگ ہیں جن کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔“ چونکہ امام جعفر صادقؑ کے ارشاد کے مطابق صبر سے مراد روزہ ہے اس طرح دونوں آیتوں کو ملانے سے بخوبی یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے روزہ دار کا درجہ بے حساب ہے۔

گویا کہ انسان روزے کے علاوہ جتنی بھی عبادتیں کرتا ہے ان سب کے ثواب کا علم محدود ہے لیکن روزہ کا ثواب صرف پروردگار عالم کو ہے اور یہی چیز روزہ کی عظمت اور منزلت کے لئے کافی ہے۔

پیغمبر اکرمؐ کی حدیث میں ہے: ”قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ هُوَ لَهٗ غَيْرُ الصِّيَامِ هُوَ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا يَقِيْ اَحَدَكُمْ سِلَاحُهُ فِي الدُّنْيَا وَلِخُلُوفٍ فَمِ الصَّائِمِ اُطْيَبَ عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ وَالصَّائِمِ يَفْرَحُ بِفَرْحَتَيْنِ: حِيْنَ يَفْطُرُ وَيَشْرَبُ وَحِيْنَ يَلْقَانِيْ فَاَدْخِلُهُ الْجَنَّةَ“ ”روزہ دار کے علاوہ اولاد آدم کا ہر عمل خود اس کے لئے ہے اور روزہ میرے لئے ہے اور میں خود ہی روزہ کی جزا دوں گا، اور قیامت کے دن بندہ مومن کی اسی طرح سپر ہے جس طرح دنیا

میں ہر آدمی کا اسلحہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اور روزہ دار کے دہن کی بو خداوند عزوجل کے نزدیک مشک کی بو سے بھی بہتر ہے روزہ دار کو ذہری خوشی نصیب ہوتی ہے۔ ایک افطار کے وقت جب کوئی چیز کھاتا یا پیتا ہے دوسرے جب میں اس کو جنت میں داخل کروں گا۔“ (۱)

آپؐ ہی کا یہ ارشاد گرامی بھی ہے ”وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَخُلُوفٌ فَمِ الصَّائِمِ اُطْيَبَ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ يَقُوْلُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّمَا يَذُرُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ وَشَرَابَهُ لِأَجْلِيْ فَالصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهِ“ ”اس ذات گرامی کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو خداوند عالم کے نزدیک مشک کی بو سے بہتر ہے۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: اس بندہ نے اپنے خواہشات اور کھانے پینے کو صرف میرے لئے ترک کر رکھا ہے لہذا روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔“ (۲)

۲۔ روزہ سپر ہے

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے: ”الصَّوْمُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ“ ”روزہ جہنم سے حفاظت کی سپر ہے۔“ (۳)

اس سلسلہ میں آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ وَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَأْتِيَكَ الْمَوْتُ وَبَطْنُكَ جَائِعٌ فَافْعَلْ“ ”روزہ رکھو کیونکہ وہ جہنم سے محفوظ رہنے کی سپر ہے اور اگر تمہارے لئے ممکن ہو کہ مرتے وقت تم بالکل خالی پیٹ ہو تو ایسا ہی کرو۔“ (۴)

(۱) بحار الانوار ج ۹ ص ۲۳۹ باب ۳۰

(۲) صحیح بخاری ج ۳

(۳) بحار الانوار ج ۹ ص ۱۲۶ باب ۱۳

(۴) بحار الانوار ج ۲ ص ۲۵۸ باب ۳۰

(۱) سنن نسائی ج ۳

(۲) اصول کافی ج ۳

(۳) سورہ بقرہ: آیت ۳۵

(۴) سورہ زمر: آیت ۱۰

پیغمبر اکرمؐ نے روزہ کو سپر اس لئے قرار دیا ہے کہ روزہ کی وجہ سے انسان کی دو مضبوط قوتیں یعنی شہوت اور غضب اس کے قابو میں رہتی ہیں۔ اور اگر یہ دونوں بے قابو رہیں تو انسان کو گمراہی اور بھیا تک تباہی کے منہ میں جھونک سکتی ہیں اسی لئے آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”الصَّوْمُ جُنَّةٌ مَّا لَمْ يَخْرُفْهَا“ ”روزہ اس وقت تک سپر ہے جب تک اسے پارہ نہ کیا جائے۔“ (یعنی اسے باطل نہ کیا جائے) (۱)

۳۔ روزہ کے اسباب

حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں ”فَرَضَ اللَّهُ... الصَّيَامَ ابْتِلَاءً لِاخْلَاصِ الْخَلْقِ“ ”خداوند عالم نے روزہ کو لوگوں کے خلوص کی آزمائش کے لئے فرض کیا ہے۔“ (۲)

شہزادی کائنات فرماتی ہیں: ”فَرَضَ اللَّهُ الصَّيَامَ تَثْبِيْتًا لِلْإِخْلَاصِ“ ”اللہ تعالیٰ نے روزہ کو خلوص کے استحکام کے لئے واجب قرار دیا ہے۔“ (۳)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: ”أَمَّا الْعِلَّةُ فِي الصَّيَامِ لِيَسْتَوِيَ بِهِ الْغَنِيُّ وَالْفَقِيرُ وَذَلِكَ لِأَنَّ الْغَنِيَّ لَمْ يَكُنْ لِيَجِدَ مَسَّ الْجُوعِ فَيَرْحَمَ الْفَقِيرَ لِأَنَّ الْغَنِيَّ كُلَّمَا أَرَادَ شَيْئًا قَدَّرَ عَلَيْهِ فَأَرَادَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُسَوِيَ بَيْنَ خَلْقِهِ وَأَنْ يَدْبِقَ الْغَنِيُّ مَسَّ الْجُوعِ وَالْأَلَمَ لِيَسْرُقَ عَلَى الضَّعِيفِ وَيَرْحَمَ الْجَائِعَ“ ”روزہ واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ مالدار اور فقیر سب برابر ہو جائیں کیونکہ مالدار جب تک بھوک کا مزہ نہ چکھ لے وہ فقیر کے اوپر رحم نہیں کرتا ہے کیونکہ اس کا جودل چاہتا ہے وہ اسے حاصل کر لیتا ہے۔ لہذا خداوند عالم نے یہ

چاہا کہ اس کی تمام مخلوقات کے درمیان مساوات پیدا ہو جائے اور مالدار بھی بھوک کا مزہ اور درد چکھ لے تاکہ اس کا دل بھی کمزوروں کے لئے نرم پڑ جائے اور وہ بھی بھوکوں کے ساتھ رحم دلی سے پیش آئے۔“ (۱)

امام رضاؑ نے روزہ کے وجوب کا یہ سبب بیان فرمایا ہے: ”فَإِنْ قَالَ: فَلِمَ أُمِرُوا بِالصَّوْمِ؟ قِيلَ: لِكَيْ يَعْرِفُوا أَلَمَ الْجُوعِ وَالْعَطَشِ فَيَسْتَدِلُّوا عَلَى فَقْرِ الْآخِرَةِ وَلِيَكُونُوا الصَّائِمِينَ خَاشِعًا ذَلِيلًا مُسْتَكِينًا مَاجُورًا مُحْتَسِبًا عَارِفًا، صَابِرًا لِمَا أَصَابَهُ مِنَ الْجُوعِ وَالْعَطَشِ فَيَسْتَوْجِبُ الثَّوَابَ مَعَ مَا فِيهِ مِنَ الْإِنْكَسَارِ عَنِ الشَّهَوَاتِ وَلِيَكُونُوا ذَلِكَ وَعَظًا لَهُمْ فِي الْعَاجِلِ وَرَائِضًا لَهُمْ عَلَى أَدَاءِ مَا كَلَّفَهُمْ وَذَلِيلًا فِي الْآجِلِ وَلِيَعْرِفُوا شِدَّةَ مَبْلَغِ ذَلِكَ عَلَى أَهْلِ الْفَقْرِ وَالْمَسْكِنَةِ فِي الدُّنْيَا فَيُؤْذُوا إِلَيْهِمْ مَا افْتَرَضَ اللَّهُ تَعَالَى لَهُمْ فِي أُمُورِهِمْ“ ”اگر کوئی یہ کہے کہ روزہ کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ تو کہا جائے تاکہ وہ بھی بھوک اور پیاس کی تکلیف کا احساس کر سکے! اور اس کے ذریعہ آخرت کی غربت کا اندازہ کر لے اور یہ کہ روزہ دار اپنی بھوک و پیاس کو برداشت کر کے خدا کے سامنے ذلیل، مسکین (نیازمند) ثواب کا مستحق، جزا کا منتظر اور خداوند عالم کا عارف اور ثواب کا مستحق بن جائے اس کے علاوہ اس میں خواہشات کا توڑ، زود گذر چیزوں کے بارے میں نصیحت، فرائض کی ادائیگی کے لئے آمادگی، آئندہ کے لئے رہنمائی ہے اور تاکہ انہیں یہ پتہ چل جائے کہ فقیروں اور مسکینوں کے لئے اس کو برداشت کرنا کتنا دشوار ہے لہذا اسے دیکھ کر وہ ان کے وہ حقوق ادا کریں جن کو خداوند عالم نے ان کے اموال میں واجب قرار دیا ہے۔“ (۲)

(۱) بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۳۷۱، باب ۳۶

(۲) بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۳۶۹، باب ۳۶

(۱) بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۲۹۶، باب ۳۶

(۲) نوح البلاغہ: حکم ۲۵۲

(۳) بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۳۶۸، باب ۳۶

۴۔ روزہ کے معنوی اثرات

پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

☆ "نَوْمُ الصَّائِمِ عِبَادَةٌ وَنَفْسُهُ تَسْبِيحٌ" "روزہ دار کا سونا عبادت اور سانس تسبیح

ہے۔" (۱)

☆ "إِنَّ اللَّهَ وَكُلَّ مَلَكَةٍ بِالْدُّعَاءِ لِلصَّائِمِينَ" "خداوند عالم نے کچھ فرشتوں کو

روزہ دار کے لئے دعا کرنے پر مامور فرمایا ہے۔" (۲)

☆ "مَنْ صَامَ يَوْمًا تَطَوُّعًا فَلَوْ أُعْطِيَ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا مَا وَقِيَ أَجْرُهُ دُونَ

يَوْمِ الْحِسَابِ" "جو شخص ایک دن مستحی روزہ رکھے تو اگر اسے پوری زمین سونے سے بھر کر دیدی

جائے تو بھی اس کا اجر کامل نہیں ہو سکتا ہاں صرف روز قیامت وہ اپنے مکمل اجر حاصل کر لے گا۔" (۳)

حضرت علیؑ نے فرمایا ہے: "نَوْمُ الصَّائِمِ عِبَادَةٌ وَصَمْتُهُ تَسْبِيحٌ وَدُعَاؤُهُ مُسْتَجَابٌ

وَعَمَلُهُ مُضَاعَفٌ" "روزہ دار کا سونا عبادت، سانس تسبیح اور دعا مستجاب ہے نیز اس کے عمل کا اجر

دوگنا ہو جاتا ہے۔" (۴)

آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: "إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ افْطَارِهِ دَعْوَةً لَا تَرُدُّ" "افطار کے وقت

روزہ دار کی دعا رد نہیں ہوتی ہے۔" (۵)

(۱) بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۲۵۸، باب ۳۰

(۲) بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۲۵۳، باب ۳۰

(۳) بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۲۵۲، باب ۳۰

(۴) بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۲۵۵، باب ۳۰

(۵) گزشتہ حوالہ

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: "الصَّائِمُ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ وَإِنْ كَانَ نَائِمًا عَلَى فِرَاشِهِ مَا لَمْ يَغْتَبِ مُسْلِمًا" "روزہ دار عبادت الہی میں مشغول ہے چاہے وہ بشرطیکہ کسی مسلمان کی غیبت نہ کرے۔" (۱)

۵۔ روزہ کی حد

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد گرامی ہے: "لَيْسَ الصَّيَامُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ أَنْ لَا

يَأْكُلَ الْإِنْسَانُ وَلَا يَشْرِبَ فَقَطْ وَلَكِنْ إِذَا صُمْتَ فَلْيَصُمْ سَمْعُكَ وَبَصْرُكَ

وَلِسَانُكَ وَبَطْنُكَ وَفَرْجُكَ وَاحْفَظْ يَدَكَ وَفَرْجَكَ وَكَثِيرَ السُّكُوتِ إِلَّا مِنْ

خَيْرٍ وَارْفُقْ بِخَادِمِكَ" "روزہ صرف کھانے پینے سے پرہیز کا نام نہیں ہے کہ انسان صرف کھانا

پینا چھوڑ دے بلکہ جب تم روزہ رکھو تو پھر تمہارے کان، آنکھ، زبان، پیٹ، شرمگاہ کو بھی روزہ دار ہونا

چاہئے۔ اور اپنے ہاتھ اور شرمگاہ کو بچا کر رکھو، اور نیک باتوں کے علاوہ زیادہ سے زیادہ خاموش رہو اور

اپنے خادموں کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔" (۲)

امام رضاؑ نے فرمایا ہے: "إِذَا صُمْتَ فَلْيَصُمْ سَمْعُكَ وَبَصْرُكَ وَجِلْدُكَ

وَشَعْرُكَ" "جب تم روزہ رکھو تو تمہارے کان، آنکھ، کھال، اور بال کو بھی روزہ دار ہونا چاہئے۔" (۳)

(۱) بحار الانوار: ج ۲۳، ص ۳۰، باب ۳۰

(۲) وسائل الشیخ: ج ۱۰، ص ۱۶۵، باب ۱۱

(۳) بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۲۹۱، باب ۳۱

سبق کا خلاصہ:

اسلام کی ایک اور اہم عبادت کا نام روزہ ہے کیونکہ ایک مسلمان روزہ رکھ کر اپنی خواہشات نفس اور ہوا و ہوس پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے اور اس کے ذریعہ اپنی روح کو پاک و پاکیزہ بناتا ہے۔ پروردگار عالم نے روزہ داروں کے لئے عظیم اجر قرار دیا ہے۔

سوالات:

۱۔ خداوند عالم نے یہ کیوں فرمایا ہے کہ روزہ کا ثواب میرے ذمہ ہے؟

۲۔ روزہ دار کی دوہری خوشیاں کونسی ہیں؟

۳۔ روزہ جہنم کی سپر ہے!! اس جملہ کا کیا مطلب ہے؟

۴۔ روزہ واجب ہونے کا سبب کیا ہے؟

۵۔ روزہ کے روحانی اور معنوی آثار بیان کیجئے؟

۶۔ کیا روزہ صرف نہ کھانے پینے کا نام ہے؟

پچیسواں سبق

قرآن مجید کی فضیلت

۱۔ قرآن مجید کی فضیلت

پیغمبر اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”فَضْلُ الْقُرْآنِ عَلَى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللَّهِ عَلَى خَلْقِهِ“ ”قرآن مجید کو ہر کلام کے اوپر وہی فوقیت و برتری حاصل ہے جو فوقیت خداوند عالم کو اپنی مخلوق پر حاصل ہے۔“ (۱)

آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”الْقُرْآنُ غِنًى لَا غِنًى دُونَهُ وَلَا فَقْرَ بَعْدَهُ“ ”قرآن مجید ایسی دولت ہے جس سے بے نیازی ممکن نہیں ہے اور نہ ہی اس کے (مل جانے کے) بعد کوئی فقر ہے۔“ (۲)

آپؐ یہ بھی فرماتے ہیں: ”أَصْدَقُ الْقَوْلِ وَأَبْلَغُ الْمَوْعِظَةِ وَأَحْسَنُ الْقَصَصِ كِتَابُ اللَّهِ“ ”سب سے سچا کلام، اور بلیغ ترین موعظہ اور سب سے حسین داستان کتاب خدا ہے۔“ (۳)

حضرت علیؓ نے فرمایا ہے: ”عَلَيْكُمْ بِالْقُرْآنِ فَإِنَّ تَحْذُوهُ إِمَامًا قَائِدًا“ ”تمہیں قرآن مجید کا خیال رہے لہذا اسے اپنا امام اور قائد قرار دو۔“ (۴)

(۱) بحار الانوار: ج ۸۹، ص ۱۷، باب ۱

(۲) گزشتہ حوالہ

(۳) بحار الانوار: ج ۷۳، ص ۱۱۶، باب ۶

(۴) کنز العمال: حدیث ۴۰۲۹

اسی طرح آپؐ نے فرمایا ہے: ”اعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ عَلَى أَحَدٍ بَعْدَ الْقُرْآنِ مِنْ فَاقَةٍ وَلَا لِأَحَدٍ قَبْلَ الْقُرْآنِ مِنْ غِنَى فَاسْتَشْفُوهُ مِنْ أَذْوَانِكُمْ وَاسْتَعِينُوا بِهِ عَلَى لَأَوْ آتِكُمْ فَإِنَّ فِيهِ شِفَاءً مِنْ أَكْبَرِ الدَّاءِ وَهُوَ الْكُفْرُ وَالنَّفَاقُ وَالْغِي وَالضَّلَالُ“ (یاد رکھو) فہم وادراک) قرآن مل جانے کے بعد کوئی فاقہ کش نہیں رہ سکتا اور قرآن سے پہلے مستغنی ہو جانا ممکن نہیں ہے۔ لہذا اس کے ذریعہ اپنی بیماریوں کا علاج کرو۔ اور سختیوں میں اس سے مدد حاصل کرو کیونکہ اس میں سب سے بڑی بیماریوں کی شفا ہے اور وہ یہ ہیں کفر، نفاق، بغاوت، گمراہی۔ (۱)

۲۔ تلاوت قرآن کی فضیلت

اس سلسلہ میں پیغمبر اکرم ﷺ کے مندرجہ ذیل ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

☆ ”أَفْضَلُ عِبَادَةٍ أَمْتِي قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ“ ”میری امت کی سب سے افضل عبادت تلاوت قرآن ہے۔“ (۲)

☆ ”أَهْلُ الْقُرْآنِ أَهْلُ اللَّهِ وَخَاصَّتُهُ“ ”اہل قرآن اہل اللہ اور اس کے خواص ہیں۔“ (۳)

☆ ”إِنَّ الْقُلُوبَ تَضْدَأُ كَمَا يَضْدَأُ الْحَدِيدُ فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا جَلَاؤُهَا؟ فَقَالَ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ وَذِكْرُ الْمَوْتِ“ ”دل بھی اسی طرح زنگ آلود ہو جاتے ہیں جس طرح لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ کہا گیا: یا رسول اللہ اس کو صاف کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: تلاوت قرآن اور موت کو یاد رکھنا۔ (۴)

☆ ”إِذَا أَحَبَّ أَحَدُكُمْ أَنْ يُحَدِّثَ رَبَّهُ فَلْيَقْرَأِ الْقُرْآنَ“ ”تم میں سے جب کوئی

(۱) نَجَّ البلاء: خطبہ ۶، ۱۷

(۲) سنن دارمی: ج ۲

(۳) سنن ابن ماجہ: حدیث ۲۱۵

(۴) احیاء علوم الدین: کتاب آداب، متدرک الوسائل ج ۲ ص ۱۰۴

شخص اپنے رب سے بات کرنا چاہے تو وہ قرآن مجید کی تلاوت کر لیا کرے۔“ (۱)

☆ ”عَلَيْكَ بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ، فَإِنَّ قِرَاءَتَهُ كَفَّارَةٌ لِلذُّنُوبِ وَبَسْتَرٌ فِي النَّارِ وَأَمَانٌ مِنَ الْعَذَابِ“ ”تمہارے لئے تلاوت قرآن ضروری ہے کیونکہ یہ گناہوں کا کفارہ، جہنم کی آگ سے پوشش اور عذاب سے امان ہے۔“ (۲)

☆ ”لَا تَغْفُلْ عَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ، فَإِنَّ الْقُرْآنَ يُحْيِي الْقَلْبَ وَيُنْهِي عَنِ الْفُحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ“ ”قراؤت قرآن سے غافل نہ رہنا کیونکہ قرآن دل کو زندہ کرتا ہے اور برائیوں نیز گناہوں اور ظلم و ستم سے روکتا ہے۔“ (۳)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ”مَنْ أَنْسَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ لَمْ تُوحِشْهُ مُفَارَقَةُ الْأَخْوَانِ“ ”جو شخص تلاوت قرآن مجید سے مانوس ہو جائے اسے دوستوں کی جدائی وحشت زدہ نہیں کرتی ہے۔“ (۴)

نیز فرمایا: ”لِقَاحُ الْإِيمَانِ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ“ (۵) ایمان کے بار آور ہونے کا نام تلاوت قرآن ہے۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ”مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَهُوَ شَابٌّ مُؤْمِنٌ اخْتَلَطَ الْقُرْآنُ بِلَحْمِهِ وَدَمِهِ، جَعَلَهُ اللَّهُ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ“ ”جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کرے اور وہ مومن جوان ہو تو قرآن مجید اس کے گوشت اور خون میں مخلوط ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے نیک اور بلند مرتبہ انبیاء کے ساتھ قرار دیتا ہے۔“ (۶)

(۱) کنز العمال: تلاوت القرآن ج ۲ ص ۲۵۷

(۲) بحار الانوار: ج ۸۹، ص ۱۷، باب ۱

(۳) کنز العمال: حدیث ۴۰۳۲

(۴) غرر الحکم: ص ۱۱۲، حدیث ۱۹۹۳

(۵) غرر الحکم: ص ۱۱۲ ج ۱۱۲

(۶) بحار الانوار: ج ۸۹، ص ۱۸۷، باب ۲۰

۳۔ قرآن مجید کی تعلیم کی فضیلت

اس بارے میں رسول اکرم ﷺ کے مندرجہ ذیل ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

☆ ”إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ مَادِبَةُ اللَّهِ فَتَعَلَّمُوا مِنْ مَادِبَتِهِ مَا اسْتَطَعْتُمْ“ ”یہ قرآن مجید خداوند عالم کا دسترخوان ہے لہذا تمہارے لئے جتنا ممکن ہو سکے اس کے دسترخوان سے تعلیم حاصل کرلو۔“ (۱)

اسی طرح آپ نے جناب معاذ بن جبل سے ارشاد فرمایا: يَا مَعَاذُ! إِنْ أَرَدْتَ عَيْشَ السُّعْدَاءِ وَمِيتَةَ الشُّهَدَاءِ وَالنَّجَاةَ يَوْمَ الْحَشْرِ وَالْأَمْنَ يَوْمَ الْخَوْفِ وَالنُّورَ يَوْمَ الظُّلُمَاتِ وَالظِّلَّ يَوْمَ الْحَرُورِ وَالرَّيَّ يَوْمَ الْعَطَشِ وَالْوَزْنَ يَوْمَ الْخِفَّةِ وَالْهُدَى يَوْمَ الضَّلَالَةِ فَادْرُسِ الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ ذِكْرُ الرَّحْمَنِ وَحِزْرٌ مِنَ الشَّيْطَانِ وَرُجْحَانٌ فِي الْمِيزَانِ“ ”اے معاذ اگر سعادت مندوں کی زندگی، شہداء کی موت، روز محشر نجات، روز خوف امن و سلامتی، روز ظلمت نور اور گمراہی کے دن ہدایت چاہئے تو قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرو۔ کیونکہ وہ خدائے رحمان کا ذکر اور شیطان سے حفاظت کا حرز، اور میزان اعمال میں دوسروں سے بھاری بھر کم ہے۔“ (۲)

☆ ”خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ“ ”تمہارے درمیان سب سے بہتر وہ ہے جو پہلے خود قرآن سیکھے اور پھر دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دے۔“ (۳)

☆ ”مَنْ عَلَّمَ عَبْدًا آيَةً مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ مَوْلَاهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَخْذُلَهُ وَلَا

(۱) کنز العمال: ج ۱، ص ۵۲۶ حدیث ۲۳۵۶

(۲) کنز العمال: ج ۹، ص ۲۳۳۹

(۳) کنز العمال: ج ۹، ص ۲۳۵۱

يَسْتَأْذِرُ عَلَيْهِ فَإِنْ هُوَ فَعَلَهُ قَصَمَ عُرْوَةَ مِنْ غُرَى الْإِسْلَامِ“ ”جو شخص کسی دوسرے کو کتاب خدا کی ایک آیت کی تعلیم دیدے تو وہ اس کا مولا و آقا ہے لہذا اس کے لئے اسے چھوڑ دینا یا اس کے اوپر کسی اور کو ترجیح دینا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ اور اگر وہ ایسا کام کر گزرے تو اس نے اسلام کی رسیوں میں سے ایک رسی کو کاٹ ڈالا ہے۔“ (۱)

☆ ”مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمْ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمْ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمْ فِيْمَنْ عِنْدَهُ“ ”جب کبھی بھی خداوند عالم کے کسی گھر (مسجد) میں کچھ لوگ جمع ہو کر کتاب خدا کی تلاوت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اس کی تعلیم دیتے ہیں تو ان کے اوپر ضرور سکون و اطمینان (سکینہ) نازل ہوتا ہے اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور ملائکہ اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اپنے درمیان ان کا ذکر خیر کرتے ہیں۔“ (۲)

☆ ”مَنْ عَلَّمَ وَلَدًا لَهُ الْقُرْآنَ فَلَدَهُ قِلَادَةً يُعْجَبُ مِنْهَا الْأَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ ”جو شخص اپنے بیٹے کو قرآن مجید کی تعلیم دے تو روز قیامت اس کی گردن میں ایک ایسا ہار پڑا ہوگا جسے دیکھ کر اولین و آخرین سب دنگ رہ جائیں گے۔“ (۳)

حضرت علیؑ نے فرمایا: ”حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ أَنْ يُحَسِّنَ اسْمَهُ وَيُحَسِّنَ أَدَبَهُ وَيُعَلِّمَهُ الْقُرْآنَ“ ”باپ کے اوپر بیٹے کا یہ حق ہے کہ اس کا بہترین نام رکھے اسے اچھی تربیت نیز قرآن مجید کی تعلیم دے۔“ (۴)

(۱) کنز العمال: حدیث ۲۳۲۰

(۲) کنز العمال: حدیث ۲۳۲۰

(۳) کنز العمال: حدیث ۲۳۸۶

(۴) نفع البلاء: حکمت ۳۹۹

آپ ہی نے فرمایا: ”تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ الْحَدِيثِ وَتَفْقَهُوا فِيهِ فَإِنَّهُ رَبِيعُ الْقُلُوبِ وَاسْتَشْفُوا بِنُورِهِ فَإِنَّهُ شِفَاءُ الصُّدُورِ وَأَحْسِنُوا تِلَاوَتَهُ فَإِنَّهُ أَنْفَعُ الْقَصَصِ“

”قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرو کیونکہ یہ بہترین کلام ہے اور اس کے مطالب و معانی درک کرنے کی سوجھ بوجھ پیدا کرو کیونکہ وہ دلوں کی بہار ہے اور اس کے نور سے شفا حاصل کرو کیونکہ وہ دلوں کے لئے شفا ہے اور اچھی طرح اس کی تلاوت کیا کرو کیونکہ یہ سب سے زیادہ فائدہ مند قصہ ہے۔“ (۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ”يُسْبِغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ لَا يَمُوتَ حَتَّى يَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ أَوْ يَكُونُ فِي تَعْلِيمِهِ“ ”مومن کے لئے ہرگز مناسب نہیں ہے کہ وہ قرآن سیکھے بغیر مرجائے یا کم از کم (مرتے وقت) اس کی تعلیم میں مشغول ہو۔“ (۲)

۴۔ حفظ اور فہم قرآن کی فضیلت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

☆ ”أَشْرَافُ أُمَّتِي حَمَلَةُ الْقُرْآنِ وَأَصْحَابُ اللَّيْلِ“ ”میرے امت کے اشراف حاملین قرآن اور شب زندہ دار حضرات ہیں۔“ (۳)

☆ ”حَمَلَةُ الْقُرْآنِ عُرَفَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ“ ”حاملین قرآن اہل جنت کے عرفاء ہیں۔“ (۴)

☆ ”لَا يَعْذِبُ اللَّهُ قَلْبًا وَعَى الْقُرْآنَ“ ”اس دل پر خدا عذاب نہ کرے گا جس میں

قرآن مجید محفوظ ہے۔“ (۵)

(۱) بیج البلاغہ: خطبہ ۱۱۰

(۲) بحار الانوار: ج ۸۹، ص ۱۸۹، باب ۲۰

(۳) بحار الانوار: ج ۸۹، ص ۱۷۷، باب ۱۹

(۴) گزشتہ حوالہ

(۵) گزشتہ حوالہ ص ۱۷۸

☆ ”إِنَّ أَهْلَ الْقُرْآنِ فِي أَعْلَى دَرَجَةٍ مِّنَ الْأَدَمِيِّينَ مَا خَلَا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ فَلَا تَسْتَضِعِفُوا أَهْلَ الْقُرْآنِ حُقُوقَهُمْ فَإِنَّ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ لِمَكَانًا“ ”اہل قرآن انبیاء و مرسلین کے بعد سب سے زیادہ بلند درجہ پر فائز ہونگے۔ لہذا اہل قرآن کے حقوق کو ضائع نہ کرو کیونکہ ان کے لئے خداوند عالم کی طرف ایک عظیم منزلت اور مقام ہے۔“ (۱)

☆ ”مَنْ أَعْطَاهُ اللَّهُ حِفْظَ كِتَابِهِ فَظَنَّ أَنَّ أَحَدًا أُعْطِيَ أَفْضَلَ مِمَّا أُعْطِيَ فَقَدْ غَمَطَ أَفْضَلَ النِّعْمَةِ“ ”جسے خداوند عالم اپنی کتاب کو حفظ کرنے کی دولت سے نواز دے اور پھر وہ یہ گمان کرے کہ کسی دوسرے کو اس سے بہتر چیز مل گئی ہے تو اس نے خداوند عالم کی سب سے بڑی نعمت کی تحقیر اور ناشکری کی ہے۔“ (۲)

☆ ”إِنَّ الَّذِي لَيْسَ فِي جَوْفِهِ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْآنِ كَالْبَيْتِ الْخَرَابِ“ ”جس کے باطن میں قرآن مجید کا کوئی حصہ نہ ہو وہ ویران گھر کی طرح ہے۔“ (۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ”الْحَافِظُ لِلْقُرْآنِ الْعَامِلُ بِهِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ“ ”قرآن مجید پر عمل کرنے والا حافظ قرآن، اللہ کے نیک اور بزرگ انبیاء کے ساتھ رہے گا۔“ (۴)

اسی طرح آپ نے فرمایا: ”إِنَّ مِّنَ النَّاسِ مَنْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ يُقَالُ فَلَانٌ قَارِيٌّ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ لِيُطَلَّبَ بِهِ الدُّنْيَا وَلَا خَيْرَ فِي ذَلِكَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ لِيَنْتَفِعَ بِهِ فِي صَلَاتِهِ وَلَيْلِهِ وَنَهَارِهِ“ ”کچھ لوگ اس لئے قرآن مجید پڑھتے ہیں تاکہ لوگ یہ کہیں

(۱) اصول کافی: ج ۲، ص ۲۰۳

(۲) کنز العمال: حدیث ۲۳۱۷

(۳) کنز العمال: حدیث ۲۳۷۸

(۴) بحار الانوار: ج ۸۹، ص ۱۷۷، باب ۱۹

کہ فلاں قاری قرآن ہے اور کچھ ایسے ہیں جو دنیا طلبی کے لئے قرآن پڑھتے ہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے اور کچھ لوگ اس لئے قرآن مجید پڑھتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ اپنی نماز اور رات و دن (ہر معاملہ زندگی) میں ہمیشہ فائدہ حاصل کریں۔“ (۱)

۵۔ قرآن مجید کی تلاوت سننا

رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

☆ ”أَلَا مَنِ اشْتَقَ إِلَى اللَّهِ فَلَيْسَتْ مَعَهُ كَلَامَ اللَّهِ“ ”یاد رکھو جو شخص خداوند عالم کا مشتاق ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے۔“ (۲)

☆ ”مَنِ اسْتَمَعَ إِلَى آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ مُضَاعَفَةٌ وَمَنْ تَلَا آيَةً مِنْ كِتَابِ اللَّهِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ ”جو شخص قرآن مجید کی ایک آیت سنے گا اس کے لئے دو ہر ا ثواب لکھا جائے گا اور جو شخص اس کی ایک آیت کی تلاوت کرے گا تو وہ اس کے لئے روز قیامت نور بن جائے گی۔“ (۳)

☆ ”يُذْفَعُ عَنْ قَارِي الْقُرْآنِ بَلَاءُ الدُّنْيَا وَيُذْفَعُ عَنْ مُسْتَمِعِ الْقُرْآنِ بَلَاءُ الْآخِرَةِ“ ”قاری قرآن کی دنیاوی بلائیں اور تلاوت سننے والے کی اخروی بلائیں دور کر دی جاتی ہیں۔“ (۴)

(۱) اصول کافی: ج ۲، ص ۶۰۷

(۲) کنز العمال: حدیث ۲۳۷۲

(۳) کنز العمال: حدیث ۱۳۱۶

(۴) کنز العمال: حدیث ۴۰۳۱

سبق کا خلاصہ:

کیونکہ قرآن مجید کتاب سعادت و ہدایت ہے لہذا تذکرہ اور اسکے معانی پر توجہ کے ساتھ اس کی تلاوت کرنا سعادت کی شناخت اور اس تک پہنچنے کا بہترین راستہ ہے۔ اسی لئے روایات معصومین علیہ السلام میں تلاوت قرآن مجید کی بہت زیادہ اہمیت بیان کی گئی ہے اور مومنین کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ ہر مرحلہ میں اس کی طرف خصوصی توجہ رکھیں۔

سوالات:

۱۔ روایات معصومین علیہ السلام میں قرآن مجید کی کیا اہمیت بیان کی گئی ہے؟

۲۔ تلاوت قرآن کا روحانی (معنوی) نتیجہ کیا ہے؟

۳۔ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے اور اس کی تعلیم دینے کی کیا اہمیت اور قدر و قیمت ہے؟

۴۔ روایات میں حفاظ قرآن کے کیا فضائل بیان کئے گئے ہیں؟

۵۔ روایات کے مطابق تلاوت قرآن سننے والوں کے لئے کیا ثواب (جزا) ہے؟

کس طرح صاف رکھیں فرمایا: مسواک کے ذریعہ۔“ (۱)

آپ نے یہ بھی فرمایا: إِنَّ أَفْوَاهَكُمْ طُرُقُ الْقُرْآنِ فَطَيِّبُوهَا بِالسَّوَاكِ
”تمہارے دہن قرآن کریم کی گذرگاہ (آمد و رفت کے راستے) ہیں لہذا انہیں مسواک کے ذریعہ
صاف ستھرا رکھو۔“ (۲)

۲۔ قرائت قرآن کی جگہ

ہر مسلمان پر قرآن کریم کا احترام کرنا واجب ہے، لہذا حمام یا بیت الخلاء جیسی جگہوں پر
قرآن کی تلاوت کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ ہر قاری کو تلاوت کے لئے بہتر سے بہتر جگہ تلاش کرنا چاہئے
جیسے مسجد یا تبرک مقامات، اسی طرح برادران اسلام کو اپنے گھروں میں قرآن کی تلاوت کرنا چاہئے
کیونکہ اس کے بے شمار فائدے ہیں جیسا کہ پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: نَوْرُوا بُيُوتَكُمْ
بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَلَا تَتَّخِذُوا قُبُورًا كَمَا فَعَلَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى. صَلُّوا فِي الْكُنَائِسِ
وَالْبَيْعِ وَعَطِلُوا بُيُوتَهُمْ. فَإِنَّ الْبَيْتَ إِذَا كَثُرَ فِيهِ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ كَثُرَ خَيْرُهُ وَاتَّسَعَ أَهْلُهُ
وَأَضَاءَ لِأَهْلِ السَّمَاءِ كَمَا يُضِيءُ نُجُومُ السَّمَاءِ لِأَهْلِ الدُّنْيَا“ ”اپنے گھروں کو تلاوت قرآن
سے نورانی بناؤ۔ اور یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح انہیں قبر نہ بناؤ کہ وہ گرجا گھروں اور اپنی عبادت
گاہوں میں نماز پڑھتے ہیں اور گھروں میں کوئی عبادت نہیں کرتے۔ جب کہ گھر میں جتنی زیادہ تلاوت
قرآن مجید ہوگی اس کے لئے اتنی ہی بھلائی ہے اور اس سے اہل خانہ کے لئے آسانیاں فراہم ہوں گی اور
وہ اہل آسمان کو اسی طرح چمکتا دکھائی دے گا جس طرح اہل زمین کو ستارے دکھائی دیتے ہیں۔“ (۳)

(۱) بحار الانوار: ج ۸۹، ص ۲۱۳، باب ۲۶

(۲) کنز العمال: حدیث ۲۷۵۱، بحار الانوار: ج ۸۱، ص ۳۳۰، باب ۲۰

(۳) اصول کافی: ج ۲، ص ۶۱۰

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ”الْبَيْتُ الَّذِي يُقْرَأُ فِيهِ الْقُرْآنُ وَيُذَكَّرُ اللَّهُ فِيهِ تَكْثُرُ
بَرَكَتُهُ وَتَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ وَتَهْجُرُهُ الشَّيَاطِينُ وَيُضِيءُ لِأَهْلِ السَّمَاءِ كَمَا تُضِيءُ
الْكَوَاكِبُ لِأَهْلِ الْأَرْضِ وَإِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي لَا يُقْرَأُ فِيهِ الْقُرْآنُ وَلَا يُذَكَّرُ اللَّهُ فِيهِ يَقِلُّ
بَرَكَتُهُ وَتَهْجُرُهُ الْمَلَائِكَةُ وَتَحْضُرُهُ الشَّيَاطِينُ“ ”جس گھر میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اور
ذکر الہی ہوتا ہے اس کی برکتیں زیادہ ہو جاتی ہیں اور اس میں ملائکہ آ جاتے ہیں اور شیاطین چلے جاتے
ہیں اور وہ اہل آسمان کو اسی طرح چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جس طرح اہل زمین کو ستارے دکھائی
دیتے ہیں۔ اور جس گھر میں قرآن مجید نہیں پڑھا جاتا ہے اور نہ ذکر الہی ہوتا ہے اس کی برکتیں کم
ہو جاتی ہیں وہاں سے ملائکہ چلے جاتے ہیں اور اس پر شیاطین قبضہ کر لیتے ہیں۔“ (۱)

۳۔ تلاوت کی مقدار

امام جعفر صادقؓ کا ارشاد ہے: ”الْقُرْآنُ عَهْدُ اللَّهِ إِلَى خَلْقِهِ فَقَدْ يَنْبَغِي لِلْمَرْءِ
الْمُسْلِمِ أَنْ يَنْظُرَ فِي عَهْدِهِ وَأَنْ يَقْرَأَ مِنْهُ فِي كُلِّ يَوْمٍ خَمْسِينَ آيَةً“ ”قرآن مجید اللہ کی
مخلوق کے لئے اس کا ایک عہد ہے لہذا ہر مسلمان کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ اپنے عہد نامہ کو ملاحظہ
کرے اور ہر روز اس کی پچاس آیتیں پڑھا کرے۔“ (۲)

واضح رہے کہ اگرچہ قرآن مجید کی جتنی زیادہ تلاوت کی جائے اتنا ہی بہتر ہے لیکن ایسا نہ ہو
کہ تلاوت کی زیادتی کی وجہ سے اس کی آیتوں کے معانی و مفہیم پر توجہ باقی نہ رہے یعنی صرف اتنی
تلاوت کرے جتنا آسانی سمجھ سکے جیسا کہ ایک شخص نے امام جعفر صادقؓ کی خدمت میں عرض
کی! کیا میں ایک دن میں پورا قرآن ختم کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ”لَا يُعْجِبُنِي أَنْ تَقْرَأَهُ فِي“

(۱) اصول کافی: ج ۲، ص ۶۱۰

(۲) اصول کافی: ج ۲، ص ۶۰۹

أَقْلَ مِنْ شَهْرٍ“ مجھے پسند نہیں ہے کہ تم اسے ایک مہینہ سے پہلے پڑھ لو۔ (یعنی ایک ختم قرآن کے لئے کم از کم ایک مہینہ صرف کرنا چاہئے)۔ (۱)

پیغمبر اکرم ﷺ سے روایت ہے: ”مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ أَقْلَ مِنْ ثَلَاثٍ لَمْ يَفْقَهُهُ“ جو شخص تین دن سے پہلے قرآن مجید ختم کر لے وہ اسے نہیں سمجھ سکتا ہے۔ (۲)

۵/۴۔ استعاذہ اور تسمیہ (اعوذ باللہ اور بسم اللہ کہنا)

تلاوت شروع کرنے سے پہلے شیطان کے شر سے خداوند عالم کی پناہ مانگے اور یہ کہے اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پروردگار عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ”فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“ لہذا جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان رجیم سے مقابلہ کے لئے اللہ کی پناہ طلب کریں۔ (۳)

استعاذہ کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ کہے اس بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: ”اغْلِقُوا أَبْوَابَ الْمَعْصِيَةِ بِالْإِسْتِعَاذَةِ وَافْتَحُوا أَبْوَابَ الطَّاعَةِ بِالتَّسْمِيَةِ“ استعاذہ کہہ کر گناہوں کے دروازے بند کرو اور تسمیہ (بسم اللہ) سے اطاعت کے دروازے کھول دو۔ (۴)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام جب کبھی کسی آیت سے استدلال کرتے تھے تو آیت پڑھنے سے پہلے ”اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ“ ضرور کہتے تھے اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے۔ (۵)

(۱) اصول کافی: ج ۳ ص ۶۱

(۲) سنن ابن ماجہ: حدیث ۱۳۳۷

(۳) سورہ نحل آیت ۹۸

(۴) بحار الانوار: ج ۸ ص ۲۱۶، باب ۲۶

(۵) بحار الانوار: ج ۲۱ ص ۲۱۰، باب ۲۶

۶۔ ترتیل

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾ ”اور قرآن کو ٹھہر

ٹھہر کر باقاعدہ پڑھو۔“ (۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے معنی دریافت کئے گئے تو آپ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا ہے: ”بَيِّنَةٌ بَيِّنَانًا وَلَا تَهْذُهُ هَذَا الشَّعْرُ وَلَا تَنْشُرُهُ نَشْرُ الرَّمْلِ وَلَكِنْ اِفْزِعُوا قُلُوبَكُمْ الْقَاسِيَةَ وَلَا يَكُنْ هُمْ أَحَدُكُمْ آخِرَ السُّورَةِ“ ”اے اچھی طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ اور شعر کی طرح (گا گا کر) نہ پڑھو اور نہ ریت کی طرح ایک دم منتشر کر دو بلکہ اپنے سخت دلوں کو خوفزدہ کرو اور تمہیں یہی فکر نہ رہے کہ یہ سورہ کب ختم ہوگا“ مختصر یہ کہ تلاوت اتنے آرام آرام سے ہونی چاہئے کہ پڑھنے والے کو سوچنے اور غور کرنے کا موقع بھی ملتا رہے۔

۷۔ دلنشین آواز

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ”زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ“ ”قرآن مجید کو اپنی

آوازوں سے آراستہ اور مزین کرو۔“ (۲)

☆ ”إِنْ حُسِّنَ الصَّوْتُ زِينَةً لِلْقُرْآنِ“ ”بیشک اچھی آواز قرآن مجید کی زینت ہے۔“ (۳)

☆ ”إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ حُلِيَّةً وَحُلِيَّةَ الْقُرْآنِ الصَّوْتُ الْحَسَنُ“ ”ہر چیز کی ایک

زینت ہوتی ہے اور قرآن مجید کی زینت اچھی آواز ہے۔“ (۴)

(۱) سورہ مزمل: آیت ۴

(۲) سنن داری: ج ۲

(۳) بحار الانوار: ج ۸ ص ۱۹۰، باب ۲۱

(۴) گذشتہ حوالہ

۸۔ حزن اور خشوع

تلاوت قرآن کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ قاری، تلاوت قرآن کے وقت حزن و ملال کا انداز اپنائے کیونکہ یہ قرآن کے معانی کو سمجھنے کا اثر ہے اور اس لئے بھی کہ یاد خدا سے دل میں خشوع پیدا ہوتا ہے جیسا کہ پروردگار عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ”أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ“ ”کیا صاحبان ایمان کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ ان کے دل ذکر خدا اور اس کی طرف سے نازل ہونے والے حق کے لئے نرم ہو جائیں۔“ (۱)

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

☆ ”اقْرَءُوا الْقُرْآنَ بِالْحُزْنِ فَإِنَّهُ نَزَلَ بِالْحُزْنِ“ ”قرآن کو حزن کے ساتھ پڑھو کیونکہ قرآن مجید حزن کے ساتھ نازل ہوا ہے۔“ (۲)

☆ ”اتْلُوا الْقُرْآنَ وَأَبْكُوا فَإِنَّ لَمْ تَبْكُوا فَتَبَاكُوا“ ”قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت گریہ کیا کرو اور اگر گریہ نہیں کر سکتے تو رونے والے کی شکل اختیار کر لو۔“ (۳)

☆ ”مَا مِنْ عَيْنٍ فَاضَتْ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ، إِلَّا قَرَّتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ ”جو آنکھ بھی تلاوت قرآن مجید سے اشکبار ہوگی وہ روز قیامت پر سکون رہے گی۔“ (۴)

۹۔ تدبر

تلاوت کرنے والے کا سب سے اہم فریضہ قرآن مجید کے مضامین میں تدبر اور غور و فکر کرنا

ہے کیونکہ قرآن مجید کی تلاوت کا اصل مقصد اس کو سمجھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا ہے۔ واضح رہے کہ صرف تلاوت کرنے یعنی الفاظ کو دہرانے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ لہذا اس میں تدبر ضروری ہے اور اگر اس تدبر اور غور و فکر کے بعد قرآن مجید سمجھ میں نہ آئے تو اس کی تفسیروں میں ملاحظہ کرے جیسا کہ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے ﴿كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَتَذَكَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرُوا أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ ”یہ ایک مبارک کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں اور صاحبان عقل نصیحت حاصل کریں۔“ (۱)

دوسری آیت میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ ”تو کیا یہ لوگ قرآن میں ذرا بھی غور نہیں کرتے ہیں یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔“ (۲)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: أَلَا لَأَخِيرَ فِي قِرَاءَةِ لَا تَدَبَّرُ فِيهِ ”یاد رکھو

جس قرائت قرآن میں تدبر نہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔“ (۳)

۱۰۔ قرآن مجید میں دیکھ کر اس کی تلاوت کرنا

بہتر ہے کہ قرآن مجید میں دیکھ کر اس کی تلاوت کرے چاہے وہ حافظ قرآن ہو تب بھی قرآن میں دیکھ کر ہی پڑھنا زیادہ بہتر ہے امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک صحابی کہتے ہیں: کہ میں نے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی! مجھے قرآن مجید حفظ ہے تو میں زبانی پڑھوں یہ بہتر ہے یا

(۱) سورہ ص: آیت ۲۹

(۲) سورہ محمد: آیت ۲۳

(۳) بحار الانوار: ج ۸۹، ص ۲۱۰، باب ۲۶

(۱) سورہ حدید: آیت ۱۶

(۲) کنز العمال: حدیث ۷۷۷۷

(۳) سنن ابن ماجہ: حدیث ۳۱۹۶

(۴) کنز العمال: حدیث ۲۸۲۳

قرآن مجید میں دیکھ کر پڑھنا بہتر ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ”بَلْ إِفْرَأْهُ وَانْظُرْ فِي الْمُصْحَفِ فَهُوَ أَفْضَلُ أَمَّا عَلِمْتَ أَنَّ النَّظَرَ فِي الْمُصْحَفِ عِبَادَةٌ“ ”قرآن مجید میں دیکھ کر پڑھا کرو یہی افضل ہے کیا تمہیں نہیں معلوم کہ قرآن مجید کی عبارت کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔“ (۱)

سبق کا خلاصہ:

قرآن مجید کے احترام اور اس سے کما حقہ استفادہ کرنے کے لئے تلاوت کرنے والے کو چند آداب کا خیال رکھنا چاہئے جیسے باادب اور رو بہ قبلہ بیٹھنا، تلاوت کی مقدار، تلاوت کا صحیح طریقہ، معانی قرآن میں تدبر اور غور و فکر کرنا۔

سوالات:

- ۱۔ تلاوت قرآن کرنے والے کو تلاوت کرتے وقت کس طرح ہونا چاہئے؟
- ۲۔ کن جگہوں پر تلاوت کرنا صحیح نہیں ہے؟
- ۳۔ ہر روز کتنی آیتوں کی تلاوت کرنا چاہئے؟
- ۴۔ ترتیل کے معنی کیا ہیں؟
- ۵۔ تدبر قرآن کی اہمیت بیان کریں؟

ستائیسواں سبق

دعا و زیارت کی اہمیت

اس سبق میں ہم سب سے پہلے اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کریں گے کہ اسلامی احکام و آداب کے درمیان دعا اور بارگاہ الہی میں حاجات طلب کرنے کی اہمیت و منزلت کیا ہے؟ اس جواب کے بعد ہمیں فضیلت و اہمیت دعا کا اندازہ ہو جائے گا اس سبق میں ہم اولیاء الہی کے دیدار اور دنیا سے ان کی رحلت کے بعد ان کی قبروں کی زیارت کے سلسلہ میں بھی گفتگو کریں گے۔

۱۔ دعا کی منزلت

دعا کی منزلت کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل احادیث شریفہ ملاحظہ فرمائیں:

پیغمبر اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ”الدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ وَلَا يَهْلِكُ مَعَ الدُّعَاءِ أَحَدٌ“ ”دعا عبادت کی جان ہے دعا کے ہوتے ہوئے کوئی بھی انسان ہلاک نہیں ہو سکتا۔“ (۱)

آپ ہی کا ارشاد گرامی ہے: تَرْكُ الدُّعَاءِ مَعْصِيَةٌ تَرْكُهَا كُفْرٌ ”دعا گناہ ہے۔“ (۲)

امیر المؤمنین حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں: ”أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ فِي الْأَرْضِ الدُّعَاءُ“ ”روئے زمین پر اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل دعا ہے۔“ (۳)

ارشاد الہی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾

(۱) بحار الانوار: ج ۹۰، ص ۳۰۰، باب ۱۶

(۲) میزان الحکمة: باب ۱۸۹

(۳) اصول کافی: ج ۲، ص ۳۶۷

کے ذیل میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے: ”هُوَ الدُّعَاءُ وَافْضَلُ الْعِبَادَةِ الدُّعَاءُ“ اس سے مراد دعا ہے اور بہترین عبادت دعا ہے۔ (۱)

ایک شخص نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا: کون سی عبادت سب سے بہتر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ”مَا مِنْ شَيْءٍ أَفْضَلَ عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ أَنْ يُسْأَلَ وَيُطْلَبَ مِمَّا عِنْدَهُ وَمَا أَحَدٌ أَبْغَضَ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِمَّنْ يَسْتَكْبِرُ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يُسْأَلُ مَا عِنْدَهُ“ ”اللہ کے نزدیک اس سے بہتر عبادت اور کوئی نہیں ہے کہ اس کے پاس جو ہے وہ اس سے سوال کر کے طلب کیا جائے اور اللہ کے نزدیک مبغوض ترین بندہ وہ ہے جو اس کی عبادت سے روگردانی کرے اور جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ نہ مانگے۔“ (۲)

ان احادیث کے ذریعہ دعا کی عظمت خود بخود واضح ہو جاتی ہے اور کیونکہ مشیت الہی یہی ہے کہ ہر انسان کمال حقیقی کی منزل تک پہنچے اور چونکہ اس کا مقصد خلقت عبادت ہے لہذا عبادت کے بغیر کمال حقیقی تک نہیں پہنچا جاسکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ ”ہم نے جن وانس کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔“ (۳)

انسان کو یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ وہ ذاتاً محتاج ہے اس کے پاس جو کچھ ہے وہ سب پروردگار عالم کا عطا کیا ہوا ہے قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ﴾ ”انسانو! تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور قابل حمد و ثنا ہے۔“ (۴)

(۱) سورہ غافر: آیت ۶۰، اصول کافی: ج ۲، ص ۲۶۶

(۲) گذشتہ حوالہ

(۳) سورہ ذاریات: آیت ۵۶

(۴) سورہ فاطر: آیت ۱۵

جب انسان اس حقیقت کو محسوس کر لے گا تو خود بخود دعا و عبادت اور غنی مطلق پروردگار کی جانب خضوع و خشوع کے ساتھ قدم بڑھائے گا۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: ﴿قُلْ مَا يَدْعُوا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ﴾ ”اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو تمہارا پروردگار تمہاری پرواہ نہ کرتا۔“ (۱)

دعا ہی انسان اور خالق کے رشتہ اور رابطہ کو محکم کرتی ہے وہ رشتہ جو مخلوق اور خالق، فقیر اور غنی، محتاج بندہ اور خدائے واحد و بے نیاز کے درمیان پایا جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر دعا کے بارے میں تاکید پائی جاتی ہے: ﴿وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ ”اور خدا سے ڈرتے ڈرتے اور امیدوار بن کر دعا کرو کہ اس کی رحمت صاحبان حسن عمل سے قریب تر ہے۔“ (۲)

﴿فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ ”لہذا تم خالص عبادت کے ساتھ خدا کو پکارو۔“ (۳)
﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ ذَاخِرِينَ﴾ ”اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔“ (۴)

دعا کو ترک کر دینے والا، گناہ اور عصیان کا پیکر بن جاتا ہے جب کہ دعا کی پابندی،

(۱) سورہ فرقان: آیت ۷۷

(۲) سورہ اعراف: آیت ۵۶

(۳) سورہ غافر: آیت ۱۳

(۴) سورہ غافر: آیت ۶۰

رب العالمین کی بارگاہ میں انسان کی عبودیت کی ترجمان ہوتی ہے اللہ کے نیک اور صالح بندے وہ ہیں جو خدا کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں۔ خداوند عالم قرآن مجید میں ایسے بندوں کا تذکرہ ان اوصاف کے ساتھ کرتا ہے: ﴿يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا﴾ ”اور وہ اپنے پروردگار کو خوف اور طمع کی بنیاد پر پکارتے رہتے ہیں۔“ (۱)

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا: ﴿وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ﴾ ”اور وہ رغبت اور خوف کے ہر عالم میں ہمیں کو پکارنے والے تھے اور ہماری بارگاہ میں گڑگڑا کر التجا کرنے والے بندے تھے۔“ (۲)

۲۔ دعا کی قدر و منزلت اور اس کے آثار

پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”الدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ وَعَمُودُ الدِّينِ وَنُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ“ ”دعا مومن کا اسلحہ، دین کا ستون اور زمین و آسمان کا نور ہے۔“ (۳)

آپ نے فرمایا: ”لَا يَزِيدُ الْقَضَاءُ إِلَّا الدُّعَاءُ“ ”قضا کو صرف دعا ہی ٹال سکتی ہے۔“ (۴)

آپ ہی کا ارشاد گرامی ہے: ”ذَاوُوا مَرَضَاتِكُمْ بِالصَّدَقَةِ وَادْفَعُوا أَبْوَابَ الْبَلَاءِ بِالْدُّعَاءِ“ ”اپنے مریضوں کا علاج صدقہ کے ذریعہ کرو اور دعا کے ذریعہ بلاؤں کو دفع کرو۔“ (۵)

پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے تھے: ”مَا مِنْ شَيْءٍ أَكْرَمُ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى مِنَ الدُّعَاءِ“ ”اللہ کی نگاہ میں دعا سے زیادہ مکرم کوئی شے نہیں ہے۔“ (۶)

(۱) سورہ سجدہ: آیت ۱۶

(۲) سورہ انبیاء: آیت ۹۰

(۳) اصول کافی: ج ۲، ص ۳۶۸

(۴) بحار الانوار: ج ۹۰، ص ۲۹۴، باب ۱۶

(۵) بحار الانوار: ج ۹۰، ص ۳۲۸، باب ۱۶

(۶) بحار الانوار: ج ۹۰، ص ۲۹۴، باب ۱۶

امیر المؤمنین حضرت علیؑ کا ارشاد ہے:

☆ ”أَعْلَمُ النَّاسِ بِاللَّهِ سُبْحَانَهُ أَكْثَرُهُمْ لَهُ مَسْأَلَةٌ“ ”خداوند عالم کی سب سے زیادہ معرفت رکھنے والا وہ ہے جو اس کی بارگاہ میں زیادہ سے زیادہ دعا کرتا ہے۔“ (۱)

☆ ”الدُّعَاءُ مِفْتَاحُ الرَّحْمَةِ وَمِصْبَاحُ الظُّلْمَةِ“ ”دعا رحمت الہی کے خزانہ کی کنجی اور ظلمت کا چراغ ہے۔“ (۲)

☆ ”مَنْ قَرَعَ بَابَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ فَتَحَ لَهُ“ ”جو دروازہ الہی پر دستک دے گا اس کے لئے دروازہ کھل جائے گا۔“ (۳)

☆ ”الدُّعَاءُ أَنْفَقُ مِنَ السِّنَانِ“ ”دعا نیزہ سے بھی زیادہ کارگر ہوتی ہے۔“ (۴)

۳۔ زیارت اولیاء

ہر انسان دوسروں سے کچھ نہ کچھ سماجی تعلقات رکھتا ہے جن کے باعث وہ ایک دوسرے سے میل جول رکھتے ہیں اور ملاقات کرتے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک انسان کسی بھی قلبی جذبہ یا محبت آمیز رویہ کی بنا پر کسی سے زیادہ مانوس ہوتا ہے اور پھر اسی محبت و دوستی کے اظہار کے لئے اس سے ملتا رہتا ہے۔ ایسے سماجی روابط اسی وقت پیدا ہوتے ہیں کہ جب ان کے درمیان کوئی نقطہ مشترک ہو۔ بسا اوقات نظریاتی یا سیاسی ہم آہنگی کی بنیاد پر بھی یہ تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں اور لوگ فکری یا مادی فائدہ کے تحت ایک دوسرے سے ملاقات کیا کرتے ہیں۔

(۱) غرر الحکم: ص ۱۹۲، حدیث ۳۷۳۳

(۲) بحار الانوار: ج ۹۰، ص ۳۰۰، باب ۱۶

(۳) غرر الحکم: ص ۱۹۳

(۴) بحار الانوار: ج ۹۰، ص ۲۹۵، باب ۱۶

مختصر الفاظ میں ملاقات اور زیارت کے مندرجہ ذیل مقاصد ہو سکتے ہیں:

۱۔ محبت و مودت اور دوستی کا اظہار

۲۔ جماعت یا پارٹی کی بنیاد پر تعلقات استوار کرنا

۳۔ معنوی یا مادی فوائد

مذہبی دنیا میں لوگ اپنے مذہبی قائدین نیز متقی اور پرہیزگار علماء سے بھی اسی بنیاد پر تعلقات رکھتے ہیں کیونکہ یہ حضرات دینی معاملات کی زیادہ واقفیت رکھتے ہیں اور ان پر زیادہ عمل پیرا ہونے کی وجہ سے عام افراد کی بہ نسبت خدا سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔

ایسے افراد سے محبت و عقیدت کا اظہار درحقیقت ان کے اندر موجود خدا کی محبت اور دین کی عظمت کا اظہار و اعتراف ہوتا ہے اسی طرح متقی، صالح اور خدا کے منتخب بندوں سے ملاقات کا مقصد اپنی روحانی تشنگی دور کرنا ہوتا ہے اس مقصد کے تحت اولیاء الہی سے ملاقات کو ”زیارت“ کہا جاتا ہے۔

اگرچہ اولیاء الہی اور صالح علماء کی زیارت کا بھی ہر زمانہ میں بلند درجہ ہے لیکن سب سے بہتر اور برتر زیارت خود پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ معصومینؑ کی زیارت ہے چنانچہ خوش نصیب ہیں وہ افراد جن کو حیات معصومینؑ میں ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا کیونکہ یقیناً وہ بہت بڑی سعادت سے شرفیاب ہوئے ہیں لیکن عہد معصومینؑ کے بعد زندگی گزارنے والوں کو بھی اس سعادت سے محروم نہیں رکھا گیا بلکہ انسان معصومینؑ کے مشاہد مشرف کی زیارت کر کے اپنی روحانی اور معنوی تشنگی بجھا سکتا ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ”مَنْ زَارَنِي حَيًّا أَوْ مَيِّتًا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ ”میری زندگی میں یا میری وفات کے بعد جو بھی میری زیارت کرے گا میں روز قیامت اس کی شفاعت کروں گا۔“ (۱)

آپ ہی کا ارشاد گرامی ہے: ”مَنْ سَلَّمَ عَلَيَّ فِي شَيْءٍ مِنَ الْأَرْضِ أَبْلَغْتُه وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيَّ عِنْدَ الْقَبْرِ سَمِعْتُهُ“ ”روئے زمین پر کوئی کہیں سے بھی مجھے سلام کرتا ہے میں اس کا جواب دیتا ہوں اور جو میری قبر کے نزدیک مجھے سلام کرتا ہے تو میں اس کا سلام سنتا ہوں۔“ (۱)

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ”إِذَا حَجَّ أَحَدُكُمْ فَلْيُحْتِمِ حَجَّهْ بِزِيَارَتِنَا لِأَنَّ ذَلِكَ مِنْ تَمَامِ الْحَجِّ“ ”جب حج کرو تو حج کا اختتام ہماری زیارت پر کرو کیونکہ یہ تکمیل حج کی علامت ہے۔“ (۲)

صادق آل محمدؑ کا ارشاد ہے: ”مَنْ زَارَنَا فِي مَمَاتِنَا فَكَأَنَّمَا زَارَنَا فِي حَيَاتِنَا“ ”ہماری موت کے بعد ہماری زیارت کرنے والا ہماری زندگی میں ہماری زیارت کرنے والے کے مانند ہے۔“ (۳)

لہذا مومن روئے زمین پر کہیں بھی رہتا ہو اس کے لئے مناسب و ضروری ہے کہ قلب و روح کی گہرائی کے ساتھ پیغمبر ﷺ کی جانب متوجہ ہو کر آپ کی بارگاہ میں سلام و تحیت کا نذرانہ پیش کرے اسی طرح ائمہ اطہارؑ کی بھی زیارت کرے کہ یہ عمل رسول اکرم ﷺ اور آپ کی آل پاک سے محبت کا اظہار اور ان کے دشمنوں سے نفرت و بیزاری کا اعلان ہے پیغمبر اکرم ﷺ اور آپ کی عترت ہی خدا کی بارگاہ میں ہمارا وسیلہ اور روز قیامت ہماری شفاعت کرنے والے ہیں۔

(۱) بحار الانوار: ج ۹ ص ۱۸۲، باب ۳

(۲) بحار الانوار: ج ۹ ص ۱۳۹، باب ۱

(۳) بحار الانوار: ج ۹ ص ۱۴۳، باب ۲

اٹھائیسواں سبق

سبق کا خلاصہ:

انسانی خلقت کا مقصد منزل کمال تک پہنچنا ہے اور خالق کی عبادت و بندگی کے بغیر منزل کمال تک رسائی ممکن نہیں ہے چونکہ دعا کے ذریعہ انسان خدائے بے نیاز کے سامنے اپنے فقر و احتیاج کا اظہار کرتا ہے لہذا دعا کے موقع پر عبودیت و بندگی مجسم ہو کر نگاہوں کے سامنے آ جاتی ہے اسی بنا پر اسلامی علوم میں دعا کا درجہ بہت بلند ہے۔

اسی طرح منزل کمال تک پہنچنے کے لئے اولیاء الہی خصوصاً پیغمبر اکرم ﷺ اور اہلبیت اطہار علیہم السلام کی زیارت بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔

الف: آداب دعا

۱۔ معرفت پروردگار

دعا کرنے والے کے دل میں معرفت پروردگار ہونا چاہئے یعنی اسے یہ معلوم ہو کہ خدا ہر شے پر قادر ہے اور اسی کی ذات تمام اشیاء کا سرچشمہ ہے پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: مَنْ سَأَلَنِي وَهُوَ يَعْلَمُ أَنِّي أَصْرُ وَأَنْفَعُ اسْتَجِبْتُ لَهُ" "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کہ جو یہ علم و یقین رکھتے ہوئے مجھ سے سوال کرے کہ میں ہی نفع، نقصان پہنچاتا ہوں میں اس کی دعا کو قبول کر لیتا ہوں۔" (۱)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ کچھ لوگوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں

سوالات:

۱۔ حدیث پیغمبر اکرم ﷺ میں دعا کو عبادت کی جان کیوں کہا گیا ہے؟

۲۔ فقر و احتیاج اور عبودیت و عبادت میں کیا رابطہ ہے؟

۳۔ احادیث کی روشنی میں دعا کے آثار بیان کیجئے؟

۴۔ لوگوں کے درمیان باہمی میل جول اور ملاقات کے مقاصد کیا ہو سکتے ہیں؟

۵۔ اولیاء الہی کی زیارت کے فوائد و نتائج بیان کیجئے؟

عرض کی آخر کیا بات ہے ہم دعائیں کرتے ہیں مگر ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں؟ آپ نے فرمایا: **لَا تُكْمُ تَدْعُونَ مَنْ لَا تَعْرِفُونَهُ** ”اس لئے کہ تم اسے پکارتے ہو جسے پہچانتے نہیں ہو۔“ (۱)

۲۔ امیدور جاء

گذشتہ سبق میں ہم نے پروردگار عالم کا یہ قول نقل کیا تھا: ﴿وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ یہاں پر طمع سے مراد یہ ہے کہ انسان ذات پروردگار سے امید رکھے اور اسے اطمینان ہو کہ پروردگار وسیع و مجیب ہے پیغمبر اکرم ارشاد فرماتے ہیں: **”ادْعُوا اللَّهَ وَأَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِالْإِجَابَةِ“** ”اس یقین کے ساتھ اللہ سے دعا مانگو کہ وہ قبول کرے گا۔“ (۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: **”إِذَا دَعَوْتَ فَظَنَّ أَنْ حَاجَتَكَ بِالْبَابِ“** ”جب دعا کرو تو قبولیت کا یقین رکھو۔“ (۳)

۳۔ غیر اللہ سے قطع امید

جو شخص پروردگار کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے اسے دوسرے تمام اسباب سے امیدیں منقطع کر لینا چاہئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: **”إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ لَا يَسْأَلَ رَبَّهُ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ فَلْيَسْأَلْ مِنَ النَّاسِ كُلِّهِمْ وَلَا يَكُنْ لَهُ رَجَاءٌ إِلَّا عِنْدَ اللَّهِ فَإِذَا عَلِمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ذَلِكَ مِنْ قَلْبِهِ لَمْ يَسْأَلِ اللَّهَ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ“** ”اگر تم یہ چاہتے ہو کہ پروردگار تمہاری ہر دعا پوری کر لے تو تمام لوگوں سے مایوس ہو کر صرف اللہ کی ذات کو مرکز امید قرار دو جب تمہاری اس قلبی کیفیت کو خدا جان لے گا تو پھر تم کو بھی طلب کر دے گا۔“ (۴)

(۱) شرح نخب البلاغ: ج ۱۱، ص ۲۳۰

(۲) بحار الانوار: ج ۹۰، ص ۳۰۵، باب ۱۷

(۳) اصول کافی: ج ۲، ص ۷۷۳

(۴) اصول کافی: ج ۲، ص ۱۳۸

۴۔ حضور قلب

دعا کے لازمی اور ضروری آداب میں حضور قلب بھی ہے یعنی زبان پر جاری ہونے سے پہلے دل میں بھی دعا ہو اور دل کی گہرائیوں سے نکل کر زبان تک آئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: **”إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَسْتَجِيبُ دُعَاءَ بَظْهَرِ قَلْبٍ سَاهٍ فَإِذَا دَعَوْتَ فَأَقْبِلْ بِقَلْبِكَ ثُمَّ اسْتَيْقِنْ بِالْإِجَابَةِ“** ”بدلی سے کی جانے والی دعا کو خداوند عالم قبول نہیں کرتا ہے لہذا اگر دعا مانگنا ہے تو دل سے خدا کی جانب متوجہ رہو اور یہ یقین بھی رکھو کہ وہ قبول کرے گا۔“ (۱)

۵۔ تضرع اور رقت قلب

رقت قلب اور تضرع کی حالت ہے ہی یہ احساس ہوتا ہے کہ انسان واقعا محتاج اور ضرورت مند ہے لہذا جب یہ کیفیت پیدا ہو تو دعا مانگنا چاہئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: **”إِذَا رَقَّ أَحَدُكُمْ فَلْيَدْعُ فَإِنَّ الْقَلْبَ لَا يُرْفَقُ حَتَّى يَخْلُصَ“** ”جب کسی پر رقت قلب طاری ہو تو دعا مانگے اس لئے کہ اس موقع پر دل میں خلوص پایا جاتا ہے۔“ (۲)

۶۔ بسم اللہ سے ابتداء کرنا

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **”لَا يُرَدُّ دُعَاءُ أَوَّلُهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ“** ”ایسی دعا رد نہیں کی جاتی جس کا آغاز بسم اللہ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ سے ہو۔“ (۳)

اور یوں بھی بنیادی طور پر ہر عمل کی ابتداء ”بسم اللہ“ سے ہی کرنا چاہئے۔

(۱) اصول کافی: ج ۲، ص ۷۷۳

(۲) اصول کافی: ج ۲، ص ۷۷۷

(۳) بحار الانوار: ج ۹۰، ص ۳۱۳، باب ۱۷

۷۔ حمد و ثنائے الہی

دعا سے پہلے حمد و ثنائے الہی، خدا کی عظمت و جلالت اور دیگر صفات خدا کا تذکرہ کرنا چاہیے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ”كُلُّ دُعَاءٍ لَا يَكُونُ قَبْلَهُ تَمْجِيدٌ فَهُوَ أَبْتَرُ“ جس دعا سے پہلے حمد الہی نہ ہو وہ ابتر (مقطوع اور ادھوری) ہے۔ (۱)

۸۔ نبی و آل نبی پر درود و سلام

حمد و ثنائے الہی اور ذکر خدا کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پاک پر درود و سلام بھیجنا چاہیے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”صَلُّوا عَلَيَّ لِدُعَائِكُمْ وَرَحْمَةً لِّأَعْمَالِكُمْ“ ”مجھ پر صلوات بھیجنا تمہاری دعاؤں کی قبولیت اور اعمال کی پاکیزگی کا سبب ہے۔“ (۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: ”لَا يَزَالُ الدُّعَاءُ مَحْجُوبًا عَنِ السَّمَاءِ حَتَّى يُصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ وَآلِهِ“ ”جب تک نبی اور آل نبی پر صلوات نہ بھیجی جائے دعا آسمان تک نہیں پہنچتی۔“ (۳)

۹۔ نبی و آل نبی سے توسل

چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلبیت اطہار علیہم السلام رحمت و فیضان الہی کا وسیلہ ہیں اور انہیں خدا کی بارگاہ میں حق شفاعت حاصل ہے۔

لہذا اپنی دعائیں قبول کرانے کے لئے ان سے توسل کرنا چاہئے انہیں وسیلہ بنانا چاہئے اور

(۱) بحار الانوار: ج ۹۰ ص ۳۱۷، باب ۱۷

(۲) بحار الانوار: ج ۹۱ ص ۵۴، باب ۲۹

(۳) بحار الانوار: ج ۹۰ ص ۳۱۳، باب ۱۷

خدا کو ان کی عظمت و جلالت اور ان کے حق کا واسطہ دیکر انہیں اپنا شفیع بنانا چاہئے۔

۱۰۔ اعتراف گناہ

دعا مانگنے سے پہلے انسان کو اپنی عاجزی، ناتوانی، گناہوں اور غلطیوں کا اعتراف کرنا چاہیے اور اس اعتراف کے ساتھ ان پر ندامت بھی ہونا چاہیے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ”إِنَّهُ وَاللَّهِ مَا خَرَجَ عَبْدٌ مِنْ ذَنْبٍ إِلَّا بِالْأَقْرَارِ“ ”خدا کی قسم کوئی بھی انسان اقرار کے بغیر گناہوں سے پاک نہیں ہو سکتا۔“ (۱)

۱۱۔ پاک اور حلال غذا

حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے: ”فَمِنْكَ الدُّعَاءُ وَعَلَيَّ الْاِسْتِجَابَةُ فَلَا تَحْتَجِبْ عَنِّي دَعْوَةٌ إِلَّا دَعْوَةُ أَكَلِ الْحَرَامِ“ ”دعا کرنا تیرا کام ہے قبول کرنا میری ذمہ داری ہے لقمہ حرام کھانے والے کے علاوہ میں کسی کی دعا رو نہیں کرتا۔“ (۲)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُسْتَجَابَ دَعَاؤُهُ فَلْيَطِيبْ مَطْعَمَهُ وَكَسْبَهُ“ ”جو اپنی دعائیں قبول کرنا چاہتا ہے اس کی غذا اور کسب معاش طیب و طاہر ہونا چاہیے۔“ (۳)

۱۲۔ دعا پر اصرار

دعا پر اصرار کرتے رہنا چاہیے اور دعا مانگنے سے تھکنا نہیں چاہیے اور جتنا ممکن ہو گڑ گڑانا چاہیے۔ گڑ گڑانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدا کو ہی اول و آخر سمجھتا ہے اور یہ محسوس کرتا ہے کہ صرف پروردگار ہی میری حاجتیں پوری کرے گا اور وہی میری مشکلات برطرف کر سکتا ہے۔

(۱) اصول کافی: ج ۲ ص ۲۸۴

(۲) نخبة الداعي: ص ۱۳۹

(۳) بحار الانوار: ج ۹۰ ص ۳۷۲، باب ۲۳

پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُلِحِينَ فِي الدُّعَاءِ" "خداوند عالم دعائیں گڑگڑانے والوں سے محبت کرتا ہے۔" (۱)

۱۳۔ اجتماعی شکل میں دعا

جب دعا مانگنا ہو اور اپنی حاجتوں کا اظہار مقصود ہو تو اپنے گھر والوں یا دوستوں کو جمع کر کے بارگاہ الہی میں دعا کرنا چاہیے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "كَانَ أَبِي إِذَا أَحْزَنَهُ أَمْرٌ جَمَعَ النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ ثُمَّ دَعَا وَآمَنُوا" "میرے پدر بزرگوار جب محزون ہوتے تھے تو عورتوں اور بچوں کو اکٹھا ہونے کا حکم دیتے تھے اور پھر دعا فرماتے اور سب لوگ آمین کہتے تھے۔" (۲)

۱۴۔ دعا کے ساتھ عمل بھی

توکل اور توکل میں فرق ہے توکل کا مطلب ہے کہ انسان عمل کرے اور ساتھ ہی ساتھ مشیت الہی پر ایمان و یقین بھی رکھے اس کے برخلاف توکل یہ ہے کہ مشکلات برطرف ہونے کے لئے صرف خدا کو پکارتا رہے اور خود کچھ نہ کرے یعنی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہے دعا کرنے والے پر فرض ہے کہ میدان عمل میں بھرپور کوشش اور جدوجہد کرے اور پھر اللہ پر توکل کرے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں: "الدَّاعِي بِلَا عَمَلٍ كَالرَّامِي بِلَا وَتَرٍ" "عمل کے بغیر پکارنے والا کمان کے بغیر تیر چلانے والے کے مانند ہے۔" (۳)

(۱) بحار الانوار: ج ۹۰، ص ۳۰۰، باب ۱۶

(۲) اصول کافی: ج ۲، ص ۸۷

(۳) نخب البلاغ: حکمت ۳۲۷

۱۵۔ بارگاہ الہی میں حاجات پیش کرنا

بارگاہ الہی میں حاجات پیش کرنے کے لئے اہلبیت عصمت و طہارت علیہم السلام سے منقول و ماثور دعاؤں کا سہارا لینا چاہیے اس لئے کہ معصومین کی دعاؤں میں آداب دعا اور حسن بیان کے علاوہ اصول تربیت اور تزکیہ نفس کا سامان بھی پایا جاتا ہے جن میں دعائے کمیل، دعائے صباح، دعائے ابو حمزہ ثمالی اور مناجات شعبانہ وغیرہ معروف دعائیں ہیں۔

دعا کے اور بھی آداب ہیں جیسے با طہارت و با وضو ہونا، قبلہ رخ ہو کر دعا مانگنا، مناسب جگہ اور وقت کا انتخاب۔

ب: آداب زیارت

۱۔ غسل و نظافت

۱۔ ائمہ معصومین علیہم السلام کی زیارت سے قبل غسل کرنا، پاک و صاف ہونا مستحب ہے اسی طرح زیارت کے وقت با وضو ہونا اور پاک و صاف لباس پہننا مستحب ہے۔

۲۔ زیارت پڑھتے وقت قبلہ رخ ہونا۔

۳۔ با ادب رہنا۔

زار کے لئے ادب و احترام کا پاس و لحاظ ضروری ہے جس کی زیارت کر رہا ہے اس کے حضور تواضع و انکساری کا انداز اپنائے اور اپنے دل میں یہ تصور کرے کہ گویا خود انہیں حضرت کے سامنے کھڑا ہے۔

۴۔ ماثور زیارت پڑھنا

اگرچہ سلام و تحیت کافی ہے مگر روایات میں جو معتبر (منصوص اور ماثور) زیارات ہیں انہیں

زیارتوں کو پڑھنا چاہیے۔

۵۔ نماز زیارت

زائر کے لئے دو رکعت نماز زیارت پڑھنا مستحب ہے یہ خیال رہے کہ یہ استحباب زیارت ائمہ کے لئے ہے۔

۶۔ تلاوت قرآن

قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور جس کی زیارت کر رہا ہے اس کی خدمت میں اس تلاوت کا ثواب ہدیہ کرنا مستحب ہے۔

سبق کا خلاصہ:

دعا کرنے والے کو اتنی معرفت ہونا چاہیے کہ جسے وہ پکار رہا ہے اور جو اس کی دعا قبول کرنے والا ہے وہ خدائے عزوجل ہے اسی کے ساتھ دعا کرنے والے کی ذمہ داری ہے کہ ذات پروردگار کے علاوہ ہر ایک سے امیدیں منقطع کر لے دعا کے ساتھ تضرع و زاری بھی ہونا چاہیے اور دل کی گہرائیوں سے خدا کی جانب متوجہ ہو۔ دعا سے پہلے ذکر و حمد و ثنائے الہی کرے اور محمد و آل محمد پر درود و سلام بھیجے اور مسلسل دعا کرتا رہے گڑ گڑانا بھی دعا کے آداب میں شامل ہے۔ دعا کے وقت اپنی کمزوری اور عاجزی نیز گناہوں کا اعتراف اور انہیں ترک کرنے کا عزم کرے۔ دعا کے لئے محمد و آل محمد علیہم السلام کو وسیلہ بنانا بھی آداب دعا کا جزء ہے اس لئے کہ معصومین علیہم السلام کی شفاعت یقیناً قبول ہوتی ہے۔

سوالات:

- ۱۔ دعا کے لئے معرفت پروردگار کی کیا اہمیت ہے؟
- ۲۔ دعا کرنے والے کا انداز کیا ہونا چاہیے؟
- ۳۔ دعا کرنے والے کے لئے غیر اللہ سے امید توڑ لینا کیوں ضروری ہے؟
- ۴۔ دعا سے پہلے کیا چیزیں ضروری ہیں؟
- ۵۔ محمد و آل محمد علیہم السلام کا وسیلہ کیوں درکار ہے؟
- ۶۔ کن لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی؟ احادیث کی روشنی میں بیان کیجئے؟

انیسواں سبق

سفر: مقاصد اور فوائد

ہر انسان کسی نہ کسی سبب اور مقصد کے تحت سفر کرتا ہے سفر کے مقاصد صحیح بھی ہو سکتے ہیں اور غلط بھی۔ دوسری بات یہ کہ سفر کا تعلق صرف اپنی ذات سے ہی نہیں بلکہ دوسروں سے بھی ہوتا ہے لہذا اسلام نے سفر کے بارے میں دو اعتبار سے گفتگو کی ہے۔

۱۔ شرعی نقطہ نظر سے

۲۔ اخلاقی اعتبار سے

شرعی اعتبار سے موضوع بالکل واضح ہے اور اس میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ سفر کا مقصد جائز و حلال ہے یا حرام؟ اور پھر اسی لحاظ سے اس پر نماز و روزہ وغیرہ کے احکام نافذ ہوتے ہیں۔ اخلاقی اعتبار سے سفر آپسی تعلقات کے دائرہ میں آتا ہے مثلاً رفیق سفر کیسا ہونا چاہئے؟ سفر میں اپنے طور پر یا دوسروں کے ساتھ خصوصاً ساتھیوں کے ساتھ کن آداب کا پاس و لحاظ ضروری ہے۔

اس درس میں ہم احادیث کی روشنی میں سفر کے جائز مقاصد اور فوائد و نتائج کا تذکرہ کریں گے۔ آداب سفر انشاء اللہ... آئندہ درس میں بیان کئے جائیں گے۔

سفر کے جائز مقاصد

۱۔ حصول علم و معرفت

سفر کے جائز مقاصد میں حصول علم سرفہرست ہے۔ سفر کا مقصد اگر دینی علوم اور معارف الہی حاصل کرنا ہو تو یہ نہایت با عظمت اور اعلیٰ مقصد ہے۔

سفر کے ذریعہ علم حاصل کرنے کی دورا ہیں: انسان روئے زمین پر آثار کائنات میں غور و خوض کرے مختلف اقوام اور گزشتہ امتوں کے حالات سے عبرت حاصل کرنے اور خداوند عالم کی نعمتوں اور نشانیوں کے مشاہدہ کی غرض سے سیر و گردش کرے۔

یا پھر ایسے شہر کا رخ کرے جہاں بزرگ علماء زندگی بسر کرتے ہوں وہ شہر مرکز علم ہو تو ایسے شہر کی جانب حصول علم کے لئے سفر کرنا بھی قابل مدح و ستائش ہے۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: ﴿قُلْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ”آپ کہہ دیجئے کہ تم لوگ زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ خدا نے کس طرح خلقت کا آغاز کیا ہے اس کے بعد وہی آخرت میں دوبارہ ایجاد کرے گا بیشک وہی ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔“ (۱)

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے: ﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونُ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا﴾ (۲)

گزشتہ امتوں کی سرگزشت سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے بارے میں خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ﴾ ”تم زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔“ (۳)

(۱) سورہ عنکبوت: آیت ۲۰

(۲) سورہ حج: آیت ۴۶

(۳) سورہ آل عمران: آیت ۱۳۷

نیز خداوند عالم کا ارشاد ہے: ”أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَاقٍ“ ”کیا ان لوگوں نے زمین میں سیر نہیں کی تاکہ دیکھتے کہ ان سے پہلے والوں کا انجام کیا ہوا جو ان سے زیادہ زبردست قوت رکھنے والے تھے اور زمین میں آثار کے مالک تھے پھر خدا نے انہیں ان کے گناہوں کی گرفت میں لے لیا اور اللہ کے مقابلہ میں ان کا کوئی بچانے والا نہیں تھا۔“ (۱)

مذکورہ آیات کی مانند دیگر آیات بھی سفر اور سیر و سیاحت کے دو مقاصد بیان کرتی ہیں:

۱۔ عالم طبیعت میں غور و فکر اور کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ کی ان بے شمار نشانیوں کا مشاہدہ جو خالق کی عظمت اور بندوں پر اس کی رافت و رحمت کا پتہ دیتی ہیں۔

۲۔ گزشتہ امتوں اور اقوام کے آثار اور ان کے بادشاہوں کے ذریعہ تعمیر کئے گئے قلعے، محلات، یا ان کھنڈرات کو دیدہ عبرت سے دیکھ کر گزشتہ تاریخ سے سبق اور نصیحت حاصل کرنا اور جادہ حق و صراط مستقیم تلاش کرنا۔

پیغمبر اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ”مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ“ ”طلب علم کے لئے گھر سے نکلنے والا راہ خدا میں رہتا ہے یہاں تک کہ واپس آجائے۔“ (۲)

آپ کا ارشاد گرامی ہے: ”مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ بِهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ“ ”جو شخص طلب علم کے لئے راستہ طے کرتا ہے اللہ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔“ (۳)

(۱) سورہ عافر: آیت ۲۱

(۲) ترمذی ج ۱۰

(۳) منیۃ المرید ص ۱۰۴

۲۔ دین کی حفاظت

اگر وطن میں رہ کر دینی احکام پر عمل اور عقیدہ کی حفاظت ناممکن ہو جائے تو سفر کرنا ضروری ہے اور انسان کے اوپر ہجرت واجب ہو جاتی ہے ظالم اور سرکش افراد کا جبر و استبداد دین کی نابودی اور عقیدہ سے دست برداری کا ذریعہ نہیں بننا چاہئے بلکہ ایسے مواقع پر ہر مسلمان کے لئے لازم و واجب ہے کہ اس جگہ کو چھوڑ کر ایسے مقام پر چلا جائے جہاں دینی احکام اور مذہبی رسوم کی پابندی ممکن ہو خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الدِّينَ تَوْفَاقُهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضَ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا﴾ ”جن لوگوں کو ملائکہ نے اس حال میں اٹھایا کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والے تھے ان سے پوچھا کہ تم کس حال میں تھے انہوں نے کہا کہ ہم زمین میں کمزور بنائے گئے تھے ملائکہ نے کہا کہ کیا زمین خدا وسیع نہیں تھی کہ تم ہجرت کر جاتے۔“ (۱)

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے اپنے دین اور عقیدے کی حفاظت کے لئے ہجرت کرنے والے مومنین کی ان الفاظ میں تعریف کی ہے: ﴿وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ﴾ (۲) ”اور جو شخص اپنے گھر سے جلاوطن ہو کر خدا اور اس کے رسول کی طرف نکل پڑے کہ اسے موت آجائے تو اس کا اجر خدا کے ذمہ ہے۔“

۳۔ حج و زیارت

اگر انسان مستطیع ہو تو زندگی میں ایک مرتبہ حج بیت اللہ الحرام بجالانا واجب ہے۔ استطاعت کا مطلب یہ ہے کہ مکہ تک آمد و رفت کا خرچ موجود ہو۔ اور جسمانی طور پر بھی کوئی عذر

(۱) سورۃ نساء: آیت ۹۷

(۲) سورۃ نساء: آیت ۱۰۰

یا مانع نہ ہو۔ اس طرح اگر فریضہ حج کی ادائیگی، حرم پیغمبر ﷺ اور قبور ائمہ علیہم السلام کی زیارت کے لئے سفر کیا جائے تو یہ مقصد بھی نہایت بلند اور اعلیٰ ہے۔

۴۔ لقمہ حلال کی تلاش

سفر کے جائز اغراض و مقاصد میں لقمہ حلال کی تلاش بھی ہے اسی طرح تفریح طبع کی خاطر سفر بھی مطلوب ہے بشرطیکہ انسان حرام میں مبتلا نہ ہو۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: ”مَكْتُوبٌ فِي حِكْمَةِ آلِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَطْعَمَنَّ الرَّجُلُ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ: زَادَ لِمَعَادٍ أَوْ مَرَمَةً لِمَعَاشٍ أَوْ لَذَّةً فِي غَيْرِ مُحَرَّمٍ“ ”آل داؤد کی حکمت میں یہ تحریر تھا کہ تین کاموں کے علاوہ انسان سفر نہ کرے۔ ۱۔ توشہ آخرت ۲۔ کسب معاش ۳۔ غیر حرام لذتیں حاصل کرنے کے لئے۔“ (۱)

سفر کے فوائد

سفر کے فوائد و نتائج کے بارے میں پیغمبر اسلام ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ”سَافِرُوا تَصِحُّوا، سَافِرُوا تَغْنَمُوا“ ”سفر کرو صحت مند ہو جاؤ گے۔ سفر کرو فوائد حاصل کرو گے۔“ (۲) آپ کا ارشاد گرامی ہے: ”سَافِرُوا فَإِنَّكُمْ إِنْ لَمْ تَغْنَمُوا مَا لَا أُفِدْتُمْ عَقْلًا“ ”سفر کرو کیونکہ اگر مال ہاتھ نہ بھی آیا تو عقل میں اضافہ ہوگا۔“ (۳)

نیز آپ سے منقول ہے: ”سَافِرُوا تَصِحُّوا وَتُرْزَقُوا“ ”سفر کرو کہ صحت اور رزق

(۱) بحار الانوار: ج ۳، ص ۲۲۱، باب ۳۵

(۲) گذشتہ حوالہ

(۳) مکارم الاخلاق: ص ۲۴۰

کا موجب ہے۔“ (۱)

امیر المومنین حضرت علیؑ سے منسوب اشعار ہیں جن کا مضمون یہ ہے:

تَغْرُبُ عَنِ الْأَوْطَانِ فِي طَلَبِ الْعُلَى وَ سَافِرٌ فِي الْأَسْفَارِ خَمْسُ فَوَائِدِ
تَفَرُّجُ هَمِّهِ وَ اكْتِسَابُ مَعِيشَةٍ وَ عِلْمٌ وَ آدَابٌ وَ صُحْبَةُ مَا جَدِ
”وطن کو چھوڑ کے نکلو تو آگہی کے لئے سفر میں پانچ فوائد ہیں آدمی کیلئے

ملے گا علم و ادب، ہم نشینی دانا کی مٹاؤ غم کو، چلو کسب زندگی کیلئے“ (مترجم)

اس طرح سفر تقویت روح اور کثرت علم کا ذریعہ ہوتا ہے۔ سفر کے ذریعہ وسیع رزق میسر ہوتا ہے مختلف اقوام و قبائل کے آداب و رسوم سے آگاہی ہوتی ہے تجارت اور کسب حلال کے امکانات سامنے آتے ہیں اور سفر کے ذریعہ ہی ایک مبلغ کو تبلیغ کا موقع ملتا ہے مبلغ سفر کے بعد مختلف جگہوں اور معاشروں کو ہدایت کی روشنی دکھا کر انہیں اسلام کے راستہ پر لا سکتا ہے اور اس سفر سے مبلغ کو کتنا اجر ملنے والا ہے اسے صرف خدا ہی جانتا ہے۔

سوالات:

۱۔ معرفت الہی حاصل کرنے کے لئے سفر کی کتنی صورتیں ہو سکتی ہیں؟

۲۔ قرآن مجید کس قسم کا سفر کرنے کے لئے زور دیتا ہے؟

۳۔ کچھ لوگ ظلم کا شکار ہو کر ظالموں کے سامنے جھک جاتے ہیں اور ہجرت نہیں کرتے.....

یہ تذکرہ کس آیت میں ہے؟ آیت بیان کیجئے اور مختصر تشریح بھی کیجئے؟

۴۔ امام جعفر صادقؑ کی حدیث کی روشنی میں ہجرت کے اسباب کیا ہیں؟

۵۔ انسان سفر سے کیا فوائد حاصل کر سکتا ہے؟

سبق کا خلاصہ:

اسلام کی نگاہ میں سفر کے جائز مقاصد یہ ہیں: تعلیم، دین اور عقیدہ کی حفاظت، حج بیت اللہ و زیارت قبر پیغمبر و ائمہ طاہرین رزق حلال کی تلاش، حرام چیزوں سے پرہیز کے ساتھ تفریح طبع۔

(۱) کنز العمال حدیث ۱۷۴۶۹

(۲) مولائے کائنات سے منسوب دیوان ص ۱۳۹، مستدرک الوسائل ج ۸، ص ۱۱۵

ہو اور اپنے غلام کو مارتا ہو۔ (۱)

آپ ہی سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ: ”لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ثَلَاثَةً: الْآكِلَ زَادَهُ وَحْدَهُ وَالنَّائِمَ فِي بَيْتٍ وَحْدَهُ وَالرَّاكِبَ فِي الْفَلَاةِ وَحْدَهُ“ رسول مقبول ﷺ نے تین لوگوں کو ملعون قرار دیا ہے۔ ۱۔ جو اپنے توشہ سفر کو تنہا کھائے ۲۔ گھر میں اکیلا سوئے ۳۔ صحرا میں اکیلا سفر کرے۔ (۲)

اسی سلسلہ میں امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ”الرَّفِيقُ قَبْلَ الطَّرِيقِ“ یعنی راہ سے پہلے ہمراہ تلاش کرو۔ (۳)

لہذا بہترین رفیق سفر کا انتخاب ضروری ہے۔ اچھا اور بہترین رفیق وہ ہے جو اپنے اخلاق و کردار سے تمہیں متاثر کرے اور تمہارے اخلاق و کردار سے متاثر ہو اس طرح دونوں کے کردار میں نکھار آئے گا۔

حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ”لَا تَصْحَبَنَّ فِي سَفَرٍ مَنْ لَا يَرِي لَكَ مِنَ الْفَضْلِ عَلَيْهِ كَمَا تَرِي لَكَ عَلَيْهِ“ ”سفر میں اس کے ساتھ ہرگز نہ رہو کہ تم اس کی جتنی عزت کرتے ہو وہ تمہاری اتنی عزت کا بھی قائل نہ ہو۔“ (۴)

۲۔ حقوق کی ادائیگی

جو شخص سفر کا قصد رکھتا ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ اس کے ذمہ جو حقوق ہیں مثلاً قرض وغیرہ

(۱) من لا یخضرہ الفقہ: ج ۲، ص ۲۷۶

(۲) من لا یخضرہ الفقہ: ج ۲، ص ۲۷۷

(۳) بحار الانوار: ج ۷۳، ص ۲۲۹، باب ۴۷

(۴) من لا یخضرہ الفقہ: ج ۲، ص ۲۷۸

تیسواں سبق

سفر کے آداب

مسافر کی ذمہ داری ہے کہ سفر کے دوران سفر سے متعلق آداب و شرائط اور اخلاقیات کا لحاظ رکھے۔

۱۔ رفیق سفر کا انتخاب

جہاں تک ممکن ہو سکے انسان کو اکیلے سفر نہیں کرنا چاہیئے اور سفر کے لئے رفیق اور ساتھی تلاش کرنا چاہئے۔ کیونکہ رفیق سفر کی موجودگی میں راستہ کی تنہائی اور وحشت کے بجائے انس و محبت کی کیفیت محسوس کرتا رہے گا کبھی سفر میں مشکلات کا سامنا ہو جائے تو ایسے حالات میں کسی ایک ساتھی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو اس کی مدد کر سکے۔ ان باتوں کے علاوہ تنہا سفر کرنے کے باعث کبھی اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے رسول اکرم ﷺ کا یہ قول نقل فرمایا ہے: ”أَلَا أُبَشِّرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: مَنْ سَافَرَ وَحْدَهُ وَمَنَعَ رَفْدَهُ وَضَرَبَ عَبْدَهُ“ ”کیا میں تمہیں بدترین افراد سے مطلع نہ کروں؟ لوگوں نے عرض کیا، اے خدا کے رسول ضرور مطلع فرمائیں پیغمبر ﷺ نے فرمایا: بدترین انسان وہ ہے جو تنہا سفر کرے، اپنے ساتھیوں سے دریغ کرتا

انہیں ادا کرے پھر سفر کے لئے نکلے اور اگر ادا کرنا ممکن نہ ہو تو واجب ہے کہ تحریری شکل میں وصیت کرے تاکہ بعد میں اس کے مال سے ان حقوق کو ادا کیا جاسکے۔ حقوق الناس کے مانند سفر سے پہلے حقوق اللہ بھی ادا کرنا چاہئیں۔

۳۔ لوازمات سفر

سفر سے پہلے ہی اس کے لوازمات اور ضروریات فراہم کر لینا چاہئیں اور ضروری ساز و سامان کے بغیر سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔ ضروریات سفر کے بغیر اگر سفر کرے گا تو ایسی صورت میں یا تو خود زحمتیں اور پریشانیاں اٹھائے گا یا پھر اپنے ساتھیوں پر بوجھ بن جائے گا اور ان کی نظروں میں اس کی کوئی حیثیت نہ رہ جائے گی۔ رسول مقبول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”مِنْ شَرِّ الرِّجْلِ أَنْ يُطَيَّبَ زَاوَاهُ إِذَا خَرَجَ فِي سَفَرٍ“ انسان کی شرافت و عظمت اسی میں ہے کہ جب سفر کے لئے جائے تو مناسب زاد سفر اپنے ساتھ لیکر جائے۔ (۱)

آپ ہی کا ارشاد گرامی ہے: ”مِنْ السُّنَّةِ إِذَا خَرَجَ الْقَوْمُ فِي سَفَرٍ أَنْ يُخْرِجُوا نَفَقَتَهُمْ فَإِنَّ ذَلِكَ أَطْيَبُ لَأَنْفُسِهِمْ وَأَحْسَنُ لَأَخْلَاقِهِمْ“ جب کوئی قوم یا کاروان سفر کے لئے نکلے تو سب کے لئے مستحب ہے کہ اپنا ہزینه سفر نکال کر جدا کر دیں اس میں ان کی بہتری ہے اور یہ ان کے حسن اخلاق کے لئے موزوں ہے۔ (۲)

یہ نکتہ بہت اہمیت کا حامل ہے اور سماجی تعلقات اور اخلاقیات کی بنیاد ہے کہ جب تمام رفقاء سفر اپنا زاد راہ آپس میں برابر سے تقسیم کر لیں گے تو کسی کے اوپر بوجھ نہیں پڑے گا جس سے ان کا اخلاق سنور جائے گا اور آپسی احترام و محبت میں اضافہ ہوگا۔

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ: ج ۲، ص ۲۸۱

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ: ج ۲، ص ۲۸۸

۴۔ دعا و ذکر خدا

سفر سے پہلے دعا اور ذکر خدا کرنا چاہئے یہ چیز صرف سفر سے مخصوص نہیں ہے بلکہ اسلامی آداب کے مطابق ہر عمل کا آغاز دعا اور یاد خدا سے ہونا چاہئے۔ مسافر کے لئے سورہ حمد، آیہ الکرسی، اور سفر کے بارے میں ائمہ معصومین علیہم السلام سے منقول دعا پڑھنا مستحب ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ سفر کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: اَللّٰهُمَّ خَلِّ سَبِيلَنَا وَ اَحْسِنْ مَسِيرَنَا وَ اَعْظِمْ غَافِتِنَا“ (۱) ”خدا یا ہمارے راستہ کو ہموار، سفر کو بہترین اور ہماری سلامتی کو زیادہ کر دے۔“

رکاب میں قدم رکھتے وقت اس آیہ کریمہ کی تلاوت فرماتے تھے: سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَ مَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ“ ”پاک و بے نیاز ہے وہ خدا جس نے اس سواری کو ہمارے لئے مسخر کر دیا ہے ورنہ ہم اس کو قابو میں لا سکتے والے نہیں تھے۔“ (۲)

پھر سات مرتبہ ”سُبْحَانَ اللّٰهِ“ سات مرتبہ ”الْحَمْدُ لِلّٰهِ“ اور سات مرتبہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ“ کہتے تھے۔ (۳)

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: ”إِذَا خَرَجْتَ مِنْ مَنْزِلِكَ فِي سَفَرٍ أَوْ حَضَرَ فَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ ”سفر کے لئے یا کسی بھی کام کے لئے گھر سے نکل تو کہو ”بِسْمِ اللّٰهِ“ میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں اسی پر

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ: ج ۲، ص ۲۷۱

(۲) سورہ زخرف: آیت ۱۳

(۳) مکارم الاخلاق

میرا اعتماد ہے جو اللہ چاہے، اس کے علاوہ کوئی قدرت و طاقت نہیں ہے۔ (۱)

۵۔ صدقہ

فقراء اور محتاجوں کو صدقہ دینا اسلامی احکام کے لحاظ سے مستحب ہے مگر ارادہ سفر کے وقت شریعت اسلامیہ میں صدقہ نکالنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

☆ "الصَّدَقَةُ تَذْفَعُ الْبَلَاءَ" "صدقہ بلاؤں کو دور کرتا ہے۔" (۲)

☆ "الصَّدَقَةُ تَسُدُّ سَبْعِينَ بَابًا مِنَ الشَّرِّ" "صدقہ شر کے ستر دروازے بند کر دیتا ہے۔" (۳)

☆ "الصَّدَقَةُ تَمْنَعُ سَبْعِينَ نَوْعًا مِنَ الْبَلَاءِ أَهْرُئُهَا الْجَذَامُ وَالْبَرَصُ" "صدقہ

ستر قسم کی بلاؤں اور آفات کو روکتا ہے جن میں سب سے معمولی آفت جذام اور برص ہے۔" (۴)

☆ "الصَّدَقَةُ تَمْنَعُ مِيتَةَ السُّوءِ" "صدقہ بری موت سے بچاتا ہے۔" (۵)

۶۔ مروت

سفر کے دوران تمام مسافر ایک دوسرے کا احترام کریں نیز حسن اخلاق اور مروت، شہامت کا مظاہرہ کریں اور سب لوگ برابر سے سفر کے مشکلات برداشت کریں اور ایک دوسرے کو اذیت نہ دیں۔

پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "مَا اصْطَحَبَ اِثْنَانِ اِلَّا كَانَ اَعْظَمُهُمَا

(۱) من لا یخضرہ الفقہ: ج ۲، ص ۲۷۲

(۲) بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۱۳۷، باب ۱۴

(۳) بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۱۳۲، باب ۱۴

(۴) کنز العمال: ج ۱۵۹۸۲

(۵) بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۱۳۰، باب ۱۴

اَجْرًا وَاَحْبَهُمَا اِلَى اللّٰهِ اَرْفَقَهُمَا بِصَاحِبِهِ" "جب دو انسان سفر میں ساتھ ہوتے ہیں تو زیادہ اجر کا مستحق اور عند اللہ زیادہ محبوب وہ ہوتا ہے جو اپنے ساتھی کے حق میں زیادہ مہربان

ہوتا ہے۔" (۱)

آپ ہی کا ارشاد گرامی ہے: "وَأَمَّا الْمُرُوءَةُ الَّتِي فِي السَّفَرِ فَبَذْلُ الزَّادِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ

وَالْمِزَاجُ فِي غَيْرِ الْمَعَاصِي" "سفر میں مروت کا مطلب زاد راہ خرچ کرنا، حسن اخلاق کا اظہار اور گناہ

سے بچتے ہوئے ایسی مذاق کرنا ہے۔" (۲)

امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے: "أَمَّا مُرُوءَةُ السَّفَرِ فَبَذْلُ الزَّادِ وَقِلَّةُ الْخِلَافِ عَلَى مَنْ

صَاحِبَكَ وَكَثْرَةُ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ فِي كُلِّ مَضْعِدٍ وَمَهَبُطٍ وَنَزُولٍ وَقِيَامٍ وَقُعُودٍ" "سفر

میں مروت سے مراد زاد راہ خرچ کرنا، ساتھیوں کی مخالفت سے اجتناب اور ہر بلندی و پستی، ہر منزل اور

اٹھتے بیٹھتے کثرت سے ذکر خداے عزوجل کرنا ہے۔" (۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "أَمَّا مُرُوءَةُ السَّفَرِ فَبَذْلُ الزَّادِ وَالْمِزَاجُ فِي

غَيْرِ مَا يُسْخِطُ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ وَقِلَّةُ الْخِلَافِ عَلَى مَنْ صَاحِبَكَ وَتَرْكُ الرِّوَايَةِ

عَلَيْهِمْ إِذَا أَنْتَ فَارَقْتَهُمْ" "سفر میں مروت یعنی زاد سفر خرچ کرنا، ایسا مذاق کرنا جس سے اللہ

ناراض نہ ہو، ساتھیوں کی مخالفت نہ کرنا اور جدا ہونے کے بعد ان کی برائی نہ کرنا۔" (۴)

(۱) وسائل الشیعة: ج ۱۱، ص ۴۱۲

(۲) بحار الانوار: ج ۷۳، ص ۲۶۶، باب ۴۹

(۳) وسائل الشیعة: ج ۱۱، ص ۴۳۷

(۴) وسائل الشیعة: ج ۱۱، ص ۴۳۶

آپ ہی سے منقول ہے: "قَالَ لَقَمَانُ لِابْنِهِ: إِذَا سَافَرْتَ مَعَ قَوْمٍ فَأَكْثِرِ اسْتِشَارَتَهُمْ فِي أَمْرِكَ وَأُمُورِهِمْ وَأَكْثِرِ التَّبَسُّمَ فِي وَجُوهِهِمْ وَكُنْ كَرِيمًا عَلَى زَادِكَ بَيْنَهُمْ وَإِذَا دَعَوْكَ فَأَجِبْهُمْ وَإِنْ اسْتَعَانُوا بِكَ فَأَعِنْهُمْ" "حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: جب کسی قوم کے ساتھ سفر کرو اپنے اور ان کے امور میں کثرت سے مشورہ کرو ان کے سامنے خوب مسکراؤ اور ان پر زاد راہ خرچ کرنے میں اعلیٰ ظرفی سے کام لو اگر تمہیں پکاریں تو جواب دو اگر مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرو۔" (۱)

۷۔ تحفہ و تحائف

شریعت اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ کوئی مسافر جب اپنے وطن واپس لوٹے تو گھر والوں کے لئے تحفہ و تحائف ساتھ لے جائے اس لئے کہ گھر والے اس کی آمد کا انتظار کرتے ہیں واپسی کی تمنا کرتے ہیں اور اس کے دیدار کے مشتاق رہتے ہیں چنانچہ مسافر کی جانب سے تحفہ و ہدیہ اس کی محبت اور اشتیاق ملاقات کا اظہار بن جائے گا۔

پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "إِذَا خَرَجَ أَحَدُكُمْ إِلَى سَفَرٍ ثُمَّ قَدِمَ عَلَى أَهْلِهِ فَلْيَهْدِهِمْ وَلْيَطْرِفْهُمْ وَلْيُوجِّدْ لَهُمْ" "تم میں سے جب بھی کوئی سفر کے لئے جائے تو واپس آتے وقت گھر والوں کے لئے ضرور ہدیہ لانا چاہیئے، چاہے ایک پتھر ہی کیوں نہ ہو۔" (۲)

ان کے علاوہ اور بھی سفر کے آداب ہیں جن کا سفر میں پاس و لحاظ رکھنا چاہئے مثلاً وصیت لکھنا، دو رکعت نماز پڑھنا، اپنے احباب، اعزاء و اقارب سے رخصت ہونا تاکہ جب وہ پلٹ کر آئے تو یہ لوگ اس کے استقبال کو جائیں اور اس سے ملاقات کریں۔

(۱) وسائل الشیخ: ج ۱۱، ص ۳۴۰

(۲) بحار الانوار: ج ۷۳، ص ۲۸۳

اسی طرح اگر کوئی جماعت یا کاروان سفر کر رہا ہے تو انہیں اپنے درمیان سے کسی ایک کو امیر اور سردار منتخب کر لینا چاہیئے اور سب کو اس کی بات تسلیم کرنا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "إِذَا كَانَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ" "اگر تین آدمی بھی سفر کر رہے ہوں تو کسی ایک کو امیر بنالینا چاہیئے۔" (۱)

البتہ جسے امیر اور (قافلہ سالار) منتخب کیا گیا ہے اسے یہ خیال رہے کہ اسے اپنے ساتھیوں کی خدمت اور ان کے کاموں کی نگرانی کے لئے منتخب کیا گیا ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا قول ہے: "سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ فِي السَّفَرِ" "سفر میں قافلہ والوں کی خدمت کرنے والا ہی قافلہ کا سردار ہوتا ہے۔" (۲)

(۱) کنز العمال: حدیث ۵۵۳۹

(۲) بحار الانوار: ج ۷۳، ص ۲۷۳، باب ۳۹

سبق کا خلاصہ:

سفر کے چند آداب ہیں: تنہا سفر نہ کرے، اپنے قرض کو ادا کر دے یا اسے اپنے وصیت نامہ میں لکھ دے، اپنے ہمسفر کے اوپر بوجھ نہ بنے، اگر چند مسافر ہوں تو ایک کو اپنا ذمہ دار بنالیں۔ آداب سفر میں یہ بھی ہے کہ: دعا پڑھے، جتنا ممکن ہو قرآن پڑھے، سفر کے لئے نکلتے وقت صدقہ دینا مستحب ہے، اپنے ہم سفر ساتھیوں کے ساتھ گھل مل کر رہے، سفر سے واپس لوٹتے وقت اپنے گھر والوں کے لئے کوئی ہدیہ ضرور لیکر آئے۔

سوالات:

- ۱۔ بعض آداب سفر ذکر کیجئے؟
- ۲۔ حدیث شریف ”الرَّفِيقُ قَبْلُ الطَّرِيقِ“ کی وضاحت کیجئے؟
- ۳۔ اپنے ہم سفر ساتھیوں کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہئے؟
- ۴۔ سفر سے لوٹتے وقت گھر والوں کے لئے کیسا ہدیہ لانا چاہئے؟

☆☆☆

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَّ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

